شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

المكتبة السلفية
شیش محل روڈ، لاہور ۲

الفرقان

بین

أولیاء الرحمٰن و أولیاء الشیطٰن

(اردو)

تالیف

شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ

ترجمہ

مولانا غلام ربّانی مرحوم

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور
پاکستان

الطبعة الاولیٰ ـــــــ (۱۱۰۰)

ناشر ـــــــ المکتبۃ السلفیۃ بلاہور

اہتم بطبعہ ونشرہ ـــ احمد شاکر

طبع فی ـــــــ کاسمو پرنٹرز بلاہور

رجب المرجب ۱۳۹۸ھ
جولائی ۱۹۷۸ء
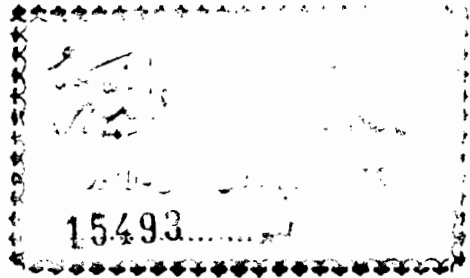
فہرست مضامین الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے ہدایت اور مغفرت کے طالب ہیں۔ اور ہم اپنے نفس کی شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے اسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راستے پر لگانے والا نہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جنہیں اس نے ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب رکھے۔ اور اس دین کی سچائی کے لئے خدا کافی گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو قرب قیامت میں انعامات الٰہی کی بشارت دینے اور عذاب قہاری سے ڈرانے کے لئے بھیجا۔ اور اس لئے بھیجا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ الغرض آپ وہ چراغ عالم افروز ہیں جن کے وجود مسعود کی بدولت کائنات کا گوشہ گوشہ روشن ہو گیا۔ سو اس کے ذریعے سے آپ نے لوگوں کو غلط راستے سے بچا کر صحیح راستے پر چلایا۔ اندھیرے سے نجات دلا کر بینا کر دیا اور برائی کے گڑھوں سے نکال کر بھلائی کی مبارک بلندیوں پر پہنچایا۔ اندھی آنکھیں کھلنے لگیں۔ بہرے کان سننے لگے جن دلوں پر پردے پڑے ہوئے تھے وہ حقائق کی بصیرت افروز اور نورانی فضا میں جلوہ افروز ہو گئے۔ اسی دین کے ذریعے سے آپ نے حق اور باطل کو جدا کر کے دکھا دیا، ہدایت اور گمراہی، نیکی اور برائی۔ مومنین اور کفار۔ نیک بخت اہل جنت اور بد بخت اہل دوزخ میں امتیاز پیدا

کردیا۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور اس کے دشمنوں میں فرق بتادیا۔ چنانچہ جس کیلئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ گواہی دے دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہے تو وہ بے شک رحمٰن کے دوستوں میں سے ہے۔ اور جس کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم گواہی دے دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہے تو وہ شیطان کا دوست ہے۔

سچے اور جھوٹے اولیاء میں تمیز آیاتِ شریفہ سے

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بیان فرمایا ہے کہ لوگوں میں سے خدا کے دوست بھی ہیں اور شیطان کے دوست بھی۔ اور اولیاء رحمٰن اور اولیاء شیطان کے مابین جو فرق ہے وہ بھی ظاہر کردیا فرمایا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

(پ ۱۱ ع ۱۲)

یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر قیامت کے دن نہ تو خوف طاری ہوگا۔ اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی خدا کی باتوں میں فرق نہیں آتا یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور فرمایا:۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيَآءُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمَاتِ، اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ (پ ۳ ع ۲)

اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کے حامی شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکالکر تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں۔ وہی دوزخی ہیں اور وہی دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں

اور فرمایا:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ

الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ، وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ۔ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ نَادِمِيْنَ۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خَاسِرِيْنَ۔ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

لوگ تمہاری مخالفت میں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم سے کوئی ان کو دوست بنائیگا تو بیشک وہ بھی انہی میں کا ایک ہے۔ کیونکہ خدا ایسے ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ تو اے پیغمبر جن لوگوں کے دلوں میں بے ایمانی کا روگ ہے۔ تم انکو دیکھوگے کہ انکے دوست بنانے میں بڑی جلدی کرتے ہیں کہتے کیا ہیں کہ ہم کو تو اس بات کا ڈر لگ رہا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹھے بٹھائے ہم کسی مصیبت کے پھیر میں آجائیں۔ سو کوئی دن جاتا ہے کہ اللہ مسلمانوں کی فتح یا کوئی امر اپنی طرف سے ظاہر کریگا۔ تو اُسوقت یہ منافق اس بدگمانی پر جو اسلام کے غلبے اور اس کی صداقت کی نسبت اپنے دلوں میں چھپاتے تھے پشیمان ہونگے اور اس سے مسلمانوں پر ان کا نفاق کھل جائیگا۔ تو مسلمان ان کے حال پر افسوس کرتے آپس میں کہینگے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے اللہ کی قسمیں کھاتے اور ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اور اندر اندر یہود کی تائید میں کوشش کرتے تھے۔ تو ان کا سارا کیا دھرا ضائع ہوا اور سراسر نقصان میں آگئے۔ مسلمانو تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائے تو خدا کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ وہ ایسے لوگ لا موجود کریگا جو کہ وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہونگے۔ مسلمانوں کے ساتھ نرم کافروں کیساتھ کڑے۔

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ - وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ -
(پ ۶ ع ۱۲)

اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دینگے - اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا کچھ باک نہیں رکھینگے - یہ بھی خدا کا ایک فضل ہے جسکو چاہے دے - اور اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے - اور وہ سب کے حال سے واقف ہے - مسلمانو بس تمہارے تو یہی دوست ہیں اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ مسلمان جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہر وقت خدا کے آگے جھکے رہتے ہیں - اور جو اللہ اور اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا دوست ہوا رہیگا - تو وہ اللہ والا ہے - اور اللہ والوں ہی کا بول بالا ہے -

اور فرمایا :-

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا -
(پ ۱۵ ع ۱۷)

اس سے ثابت ہوا کہ سب اختیار خدائے برحق ہی کو حاصل ہے وہی اچھا ثواب دینے والا اور آخر کار وہی اچھا بدلہ دینے والا ہے -

شیطان کے دوستوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ - (پ ۱۴ ع ۱۹)

جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو - ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا قابو نہیں چلتا - بس اس کا قابو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی پیدا کرتے ہیں اور جو خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں -

اور فرمایا :-

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ اِنَّ كَيْدَ

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں اس لئے شیطان کے دوستوں کے ساتھ خوب

الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۔ (پ ۵ ع)

لڑو۔ شیطان کی تدبیریں بودی ہیں۔

اور فرمایا:۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ، كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔ (پ ۱۵ ع ۱۹)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سبھی نے سجدہ کیا۔ ابلیس جنات کی قسم سے تھا اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا اسے اور اس کی نسل کو اپنے دوست بناتے ہو اور مجھے چھوڑتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کو بُرا ہی بدل ملتا ہے

اور فرمایا:۔

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (پ ۵ ع ۱)

اور جو شخص خدا کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح گھاٹے میں آ گیا۔

اور فرمایا:۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ۔ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (پ ۴ ع ۹)

یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگ تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ اور ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور بھی زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کو کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ اور اس کے فضل سے واپس آئے۔ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی کی جستجو کی۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ شیطان ہی تمہیں اپنے دوستوں کا

ڈراوا دکھاتا ہے۔اگر تم مومن ہو تو ان سے نہ ڈرو اور مجھی سے ڈرو

اور فرمایا:۔

إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۔ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۝ (پ ۸ ع ۱۰)

ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا یار بنا رہا ہے جو ایمان نہیں لاتے ۔اور جب کبھی کسی بیجا حرکت کے مرتکب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طریقے پر چلتے پایا ۔اور اللہ نے ہم کو اس کی اجازت دی ہے ۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اللہ تو بیجا کام کی اجازت دیتا نہیں آیا تم لوگ بے سوچے سمجھے خدا پر جھوٹ بولتے ہو ۔اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میرے پروردگار نے تو ہمیشہ ٹھیک ادا ہو بجا کام کا حکم دیا ہے ۔اور فرمایا ہے کہ ہر ایک نماز کے وقت تم سب خدا کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ اور خالص اسی کی تابعداری میں نظر رکھ کر اس کو پکارو ۔جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا تھا۔اسی طرح تم دوبارہ بھی پیدا ہو گے ۔اسی نے ایک فریق کو ہدایت دی اور ایک فریق ہے کہ گمراہی ان کے سر پر سوار رہے ۔ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنایا اور باایں ہمہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں

اور فرمایا:۔

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۔ (پ ۸ ع ۱)

شیطان تو اپنے ڈھب کے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہی رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے کج بحثی کریں

ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا:۔

يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۔ (پ ۱۶ ع)	اے میرے باپ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ خدا کے عذاب میں نہ مبتلا ہو جائیں اور شیطان کے دوست نہ بن جائیں۔

اور فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۔ إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ	مسلمانو اگر تم ہماری راہ میں جہاد کرنے اور ہماری رضامندی ڈھونڈھنے کی غرض سے اپنے وطن چھوڑ کر نکلے ہو تو ہمارے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ کہ لگو ان کی طرف دوستی کے نامہ و پیام دوڑانے حالانکہ تمہارے پاس جو خدا کی طرف سے دین حق آیا ہے وہ اس سے انکار ہی کر چکے ہیں۔ وہ تو صرف اتنی بات پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ ہی کو مانتے ہو۔ رسول کو اور تم کو گھروں سے نکال رہے ہیں اور تم چپکے چپکے ان کی طرف دوستی کے پیغام دوڑاتے ہو۔ اور جو تم چھپا کر کرتے ہو۔ اور جو ظاہر ظہور کرتے ہو ہم سب کو خوب جانتے ہیں۔ اور جو تم میں سے ایسا کریگا۔ تو سمجھ لو کہ وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ یہ کافر اگر کہیں تم پر قابو پا جائیں۔ تو کھلم کھلا تمہارے دشمن ہو جائیں اور ہاتھ اور زبان دونوں سے تمہارے ساتھ برائی کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ اور ان کی اصلی تمنا یہ ہے کہ کاش تم بھی انہی کی طرح کافر ہو جاؤ۔

مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (پ ۲۸ ع ۷)

قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں ہی تمہارے کچھ کام آئینگی اور نہ تمہاری اولاد ہی کچھ کام آئیگی۔ اس دن خدا ہی تم میں حق و باطل کا فیصلہ کریگا۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو۔ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ مسلمانو! ابراہیم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے تمہارے لیئے ان کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے۔ جب کہ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم کو تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو۔ کچھ بھی سروکار نہیں۔ ہم تم لوگوں کے عقیدوں کو باطل نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی قائم ہو گئی ہے۔ اور یہ دشمنی ہمیشہ کیلئے رہیگی جب تک کہ تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ۔ مگر ان ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے اتنی بات تو بے شک کہی کہ تمہارے لیئے مغفرت کی دعا کر دونگا۔ اور یوں تمہارے لیئے خدا کے آگے میرا کچھ زور تو چلتا نہیں اے پروردگار ہم تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کے زور و ظلم کا تختہ مشق نہ بنا۔ اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر بے شک تو زبردست اور حکمت والا ہے۔

فصل

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگوں میں رحمٰن کے دوست بھی ہوتے ہیں اور شیطان کے بھی تو ضرور ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ نے ان دونوں میں فرق

بتایا ہے۔ اسی طرح ان میں امتیاز قائم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے دوست وہ ہیں جو مومن ہوں اور متقی ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۔ (پ۱۱ ع۱۲)

یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر قیامت کے دن نہ تو خوف طاری ہوگا۔ اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔

اولیاء اللہ کے اوصاف احادیث سے

اور صحیح حدیث میں آیا ہے جسے بخاری وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یَقُوْلُ اللّٰہُ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَۃِ اَوْ فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِمِثْلِ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَمْشِیْ وَلَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُہٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ قَبْضِ نَفْسِ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَاَکْرَہُ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس نے مجھ سے جنگ ٹھان لی۔ (یا فرمایا کہ میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا) اور جو کچھ میں اپنے بندے پر فرض کر دوں اور وہ اسے ادا کرکے میرا قرب حاصل کرے۔ اور پھر نفلوں کے ذریعے سے قرب حاصل کرتا چلا جائے تو ایک وقت آجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرنے لگوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے چنانچہ وہ مجھی سے سنتا مجھی سے دیکھتا مجھی سے پکڑتا اور مجھی سے

مَسَاءَتَهٗ وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْهُ۔ (بخاری وغیرہ)

چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور دیتا ہوں اگر مجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیتا ہوں میں نے کبھی کسی ایسے فعل سے جسے کہ مجھ کو کرنا ہو اس درجہ تردد نہیں کیا جتنا کہ اپنے اس بندے کی روح قبض کرنے سے تردد کرتا ہوں جسے موت ناپسند ہو اور مجھے اس کو تکلیف دینا ناپسند ہو حالانکہ موت سے اسے چھٹکارا بھی نہیں

یہ حدیث ان سب حدیثوں میں سب سے زیادہ صحیح ہے جو اولیاء کے بارے میں آئی ہیں سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہے کہ جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس نے مجھے اعلان جنگ دیا۔ ایک اور حدیث میں ہے:۔

وَاِنِّیْ لَاَثْاَرُ لِاَوْلِیَاءِیْ کَمَا یَثْاَرُ اللَّیْثُ الْحَرِبُ۔

میں اپنے دوستوں کا بدلہ اس طرح لیتا ہوں جس طرح ایک غضبناک شیر بدلہ لیتا ہے۔

یعنی جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے۔ اس سے میں ان کا بدلہ اس طرح لیتا ہوں جس طرح شیر خشمگیں اپنا بدلہ لیتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء وہ ہوتے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس سے دوستی کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی بات کو پسند کرتے ہیں جسے وہ پسند کرے اور اس بات کو ناپسند کرتے ہیں جو اسے ناپسند ہو۔ جس چیز سے وہ راضی ہو۔ اس سے وہ بھی راضی اور جس پر وہ ناراض ہو اس پر وہ بھی ناراض ہوتے ہیں۔ اسی بات کا حکم کرتے ہیں جس کا حکم وہ کرے اور اس بات سے منع کرتے ہیں جو اس نے منع کر دی ہو۔ اسی کو دیتے ہیں جسے دینا اس کو پسند ہو اور اس کو دینے سے باز رہتے ہیں جس کو نہ دینا ہی اسے پسند ہو۔ جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مروی ہے:۔

اَوْثَقُ الْعُرٰی فِی الْاِیْمَانِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔

ایمان کی سب سے زیادہ مضبوط رسی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ناراض ہوتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ

جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اسی کے لئے خفگی کی

اَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ | کچھ دیا تو اللہ ہی کے لئے اور کسی کو دینے سے روکا تو اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کو ملحوظ رکھتے ہوئے تو اس شخص نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔

ولی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

ولایت عداوت کی ضد ہے۔ ولایت اصل میں محبت اور قرب کو کہتے ہیں۔ عداوت غصے اور دوری کو کہتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ولی کو اس لئے ولی کہا جاتا ہے کہ وہ طاعات سے موالات کرتا یعنی پے در پے عبادت کرتا ہے۔ لیکن پہلا معنیٰ زیادہ درست ہے۔ ولی وہ ہوتا ہے جو قریب ہو چنانچہ کہا جاتا ہے کہ "ھٰذَا یَلِیْ ھٰذَا" یعنی یہ چیز اس چیز کے قریب ہے۔ اور اسی سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا قول مروی ہے: اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَھْلِھَا فَمَا اَبْقَتِ الْفَرَائِضُ فَلِاَوْلٰی رَجُلٍ ذَکَرٍ" میراث پہلے اصحاب الفروض کو دو جو باقی رہے وہ اس مرد کے لئے ہوگا جو میت کا سب سے زیادہ قریبی ہو۔ رَجُل کا لفظ مرد ہی کے لئے آتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے ساتھ تاکید کے لئے ذَکَر (مرد) کا لفظ زیادہ فرمایا تاکہ یہ بات کھل کر بیان ہو جائے کہ یہ حکم مردوں کے ساتھ مختص ہے اور اس میں مرد اور عورتیں ہر دو شریک نہیں ہیں جیسا کہ زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا "فَابْنُ لَبُوْنٍ ذَکَرٌ" ابن لبون کا لفظ خود مذکر ہے۔ تاہم تاکید کے لئے پھر ذَکَر کا لفظ زیادہ کر دیا۔

جب ولی اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا اور غصہ و ناراضی میں اسی کا تابع رہے۔ جو بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اس کا حکم کرے اور جو ناپسند ہو اس سے منع کرے تو اس ولی کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ (پ ۲۸ ع ۷) | ہمارے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ لگو ان کی طرف دوستی کے پیغام دوڑانے۔

جس نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دشمنی کی اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی اور جس نے اس سے دشمنی کی وہ اس سے برسرِ پیکار ہوا۔ اس لئے فرمایا "مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَۃِ" (جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس نے میرے خلاف اعلان

جنگ کیا)

افضل اولیاء اللہ کون لوگ ہیں

اولیاء اللہ میں سے سب سے زیادہ فضیلت انبیاء کو حاصل ہے اور انبیاء میں سب سے زیادہ فضیلت انہیں حاصل ہے جو مرسل ہوں۔ اور مرسل نبیوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے اولوالعزم رسول نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ عیسٰےؑ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۔ (پ ۲۵ ع ۳)	اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھیرایا ہے جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا۔ اور تمہاری طرف بھی ہم نے ہی رستے کی وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسےٰؑ کو بھی حکم دیا تھا۔ کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

اور فرمایا:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ (پ ۲۱ ع ۱)	جب ہم نے پیغمبروں سے تبلیغ رسالت کا عہد لیا۔ اور خاص کر تم سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ سے اور موسےٰؑ اور مریمؑ کے بیٹے عیسٰےؑ سے اور ان سب سے پکا عہد لیا تاکہ خدا قیامت کے دن سچے لوگوں سے ان کے سچ کا حال دریافت کرے اور کافروں کے لئے عذاب دردناک طیار کر رکھا ہے۔

اور اولوالعزم رسولوں میں سب سے افضل محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور امام المتقین ہیں جو اولاد آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ قیامت کو جب انبیاء اکٹھے ہونگے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی ان کے امام ہونگے۔ جب ان کا وفد بنیگا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے خطیب ہونگے۔ آپ اس مقام محمود والے ہیں جو پہلی اور پچھلی امتوں کے لئے مرکز تمنا و آرزو ہے۔ الحمد کے جھنڈے والے حوض کوثر کے ساقی۔ قیا مت

کے دن لوگوں کی شفاعت کرنے والے اور صاحب وسیلہ و فضیلت حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ فضیلت والی کتاب دے کر بھیجا۔ اور جن کے لئے دین کے راستوں میں سب سے زیادہ فضیلت کا راستہ مخصوص فرمایا جنکی امت کو بہترین امت قرار دیا جو لوگوں کے فائدے کے لئے مبعوث کیگئی ہے۔ ان کے لئے اور ان کی امت کے لئے وہ فضائل ومحاسن جمع کر دیئے جن کی وجہ سے وہ تمام پہلی امتوں سے ممتاز ہو گئے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت پیدا تو سب سے آخر میں ہوئی لیکن مبعوث سب امتوں سے پہلے ہوئی ۔ چنانچہ صحیح حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے:۔

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ - اَلنَّاسُ لَنَا تَبَعٌ فِيْهِ غَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى -

ہم آخر میں آنے والے قیامت کے دن آگے جانے والے ہونگے فرق صرف اس قدر ہے کہ انہیں کتاب ہم سے پہلی دی گئی اور ہمیں ان سے پیچھے دی گئی ۔ یہ ان کا دن ہے جس میں ان کا اختلاف پڑ گیا (مراد جمعۃ المبارک ہے) اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ دن بتا دیا ۔ اب لوگ اس بات میں بھی ہم سے پیچھے ہیں ۔ ہمارا جمعہ ہے ۔ ان کا شنبہ جو جمعہ کے دوسرے دن آتا ہے اور نصاریٰ کا یک شنبہ ہے جو جمعہ کے تیسرے دن آتا ہے +

نیز فرمایا:۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ -

سب سے پہلے زمین قیامت کے دن میرے سامنے سے پھٹیگی ۔

نیز فرمایا:۔

اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ ؟ فَاَقُوْلُ اَنَا مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ

میں جنت کے دروازے پر آکر دروازہ کھولنے کا مطالبہ کرونگا ۔ سنتری کہیگا کہ آپ کون ہیں میں کہونگا کہ میں محمد ہوں وہ کہیگا کہ آپ ہی کا مجھے حکم

اُمِرْتُ اَنْ لَّآ اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ" دیا گیا۔ کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔ (الحدیث)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے فضائل بہت ہیں۔ اور جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ کو اپنے دوستوں اور دشمنوں کے درمیان فرق بتانے کا ذمہ دار کیا۔ اس لئے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر اور جو کچھ وہ لائے ہیں اس پر ایمان نہ لائے۔ اور ظاہر و باطن ان کا اتباع نہ کرے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت اور ولایت کا دعوے کرے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرے وہ اولیاء اللہ میں سے نہیں ہے۔ بلکہ جو ان سے مخالف ہو وہ تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور شیطان کے دوستوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ "۔ (پ۳ ع۱۲)	اے محمدؐ ان سے کہدو کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کریگا۔

ولی کی تعریف حسن بصریؒ کی زبان سے

حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے دعوے کیا کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ ان کے امتحان کے لئے نازل فرمائی۔ اور اس میں یہ بیان کر دیا کہ جو شخص رسولؐ کا اتباع کریگا اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھیگا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہو اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرے تو وہ اولیاء اللہ سے نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگ دل میں اپنے متعلق یا کسی اور کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ اولیاء اللہ نہیں ہوتے۔ یہود و نصاریٰ بھی تو اس کے مدعی ہیں کہ وہ خدا کے دوست اور محبوب ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ۔ (پ۶ ع۷)	اے رسولؐ ان سے کہو کہ اگر تم خدا کے ایسے ہی پیارے ہو تو تمہیں تمہارے گناہوں کے عوض عذاب کیوں دیتا ہے۔ بلکہ تم خدائی مخلوقات میں بشر کے انواع میں سے ایک

نوع ہوا در بس۔

اور فرمایا:۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (پ ۱ ع ۱۳)

اور یہود کہتے ہیں کہ یہود کے سوا اور نصارے کہتے ہیں کہ نصارے کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائیگا۔ یہ ان کے اپنے خیالی پلاؤ ہیں۔ اے پیغمبر ان سے کہدو کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کردیا۔ اور وہ نکوکار بھی ہے تو اس کیلئے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں موجود ہے۔ اور آخرت میں ایسے لوگوں پر نہ کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہونگے ۔

مشرکین عرب کا یہ دعوے تھا کہ مکہ میں رہنے اور بیت اللہ کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے ہم خدا کا کنبہ ہیں۔ اور اس کی وجہ سے دوسروں پر اپنی بڑائی جتایا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ، مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ پ ۱۸ ع ۴

ہماری آتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور تم اکڑے اکڑے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے بیہودہ بکواس کرتے الٹے پاؤں بھاگتے تھے۔

اور فرمایا:۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ اِنْ هٰذَاۤ

اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو جب کافر تم پر داؤ چلانا چاہتے تھے۔ تاکہ تم کو گرفتار کر رکھیں یا تم کو مار ڈالیں۔ یا تم کو جلا وطن کردیں۔ اور حال یہ تھا کہ کافر اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا۔ اور اللہ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے۔ اور جب ہماری آیات اُن کافروں کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں ہاں

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ، وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (پ ۹ ع ۱۸)

جی ہاں ہم نے سن تو لیا اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس طرح کا قرآن کہہ لیں۔ یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اور بس اور اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو جب ان کافروں نے دعائیں مانگیں کہ یا اللہ اگر یہ دین اسلام یہی دین حق ہے اور تیری طرف سے اترا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ یا ہم پر کوئی اور عذاب دردناک لا نازل کر اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تم ان لوگوں میں موجود رہو۔ اور وہ تمہارے رہتے ان لوگوں کو عذاب دے۔ اور خدا ایسا بھی نہیں ہے کہ بعض لوگ گناہوں کی معافی خدا سے مانگتے رہیں۔ اور وہ ان سب کو عذاب دے۔ اور اب کہ تم مدینے ہجرت کر کے چلے آئے تو ان کفار مکہ کا کیا استحقاق رہا۔ کہ یہ تو خانہ کعبہ کے جانے سے مسلمانوں کو روکیں اور خدا ان کو عذاب نہ دے۔ حالانکہ یہ لوگ خدا کے دوست نہیں ہیں۔ خدا کے دوست صرف وہ ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں لیکن ان میں کے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

سو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرما دیا کہ مشرکین میرے دوست نہیں ہیں میرے دوست متقی لوگ ہیں۔

صحیح میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا اور آپ پوشیدہ جگہ میں نہیں بلکہ علانیہ اور بلند آواز سے فرما رہے تھے۔ کہ فلاں لوگ (حضور نے اپنے اقارب واعزہ کی ایک جماعت کی طرف اشارہ فرمایا) میرے دوست نہیں ہیں میرا دوست اللہ ہے۔ اور نیکوکار اہل ایمان ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے کہ

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (پ ۲۸ ع ۱۹)

اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہے جبرئیل اور نیک مومن اس کے دوست ہیں

صالح المومنین سے مراد وہ شخص ہے جو اہل ایمان میں سے ہو اور نیک کام کرنیوالا ہو۔ اور مومن و متقی اللہ تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں۔ ان لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ اور وہ تمام لوگ داخل ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کا فخر حاصل کیا تھا۔ یہ لوگ تعداد میں چودہ سو تھے اور وہ سب جنتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہ

لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ | درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائیگا۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے۔ اِنَّ اَوْلِيَاءِيَ الْمُتَّقُوْنَ اَيْنَ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا (میرے دوست متقی لوگ ہیں کوئی بھی ہو یا کہیں بھی ہو)

اطاعتِ رسول سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں

کفار میں سے بھی بعض آدمی اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے ولی ہیں۔ حالانکہ وہ ولی نہیں بلکہ اس کے دشمن ہیں۔ اسی طرح منافقین میں سے بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ اور بظاہر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں بلکہ انسان اور جن دونوں کی طرف بھیجے گئے ہیں حالانکہ باطن میں ان کا عقیدہ اس کے خلاف ہوتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں سمجھتے بلکہ انہیں دوسرے بادشاہوں کی جنس سے ایک بادشاہ سمجھتے ہیں جس کی لوگ اطاعت کرتے تھے وہ لوگوں پر اپنی رائے سے دبدبہ جماتا تھا۔ یا یہ کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم رسول اللہ تو ہیں لیکن ان پڑھ لوگوں کی طرف نہ کہ اہل کتاب کی طرف بہت سے یہود ونصاریٰ بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ یا یوں کہتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جو خاص دوست ہیں ان کی طرف نہیں بھیجے گئے اور نہ وہ اولیاء اللہ ان کی رسالت کے محتاج ہیں۔ ان کو خدا کی طرف جانے کا جو رستہ معلوم ہے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حجت سے علیحدہ ہے۔ جیسا کہ خضر علیہ السلام کی راہ موسےٰ علیہ السلام سے علیحدہ تھی۔ یا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے وہ تمام چیزیں بلا واسطہ حاصل کر لیتے ہیں جن کی انہیں ضرورت ہو اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ظاہری احکام دے کر بھیجے گئے ہیں۔ ان

ظاہری احکام میں تو ہم ان سے اتفاق کرتے ہیں۔ رہے باطنی حقائق سو یہ نہ انہیں دئے گئے اور نہ وہ ان سے آگاہ تھے۔ یا یہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کی بہ نسبت ان حقائق کے زیادہ واقف ہیں۔ یا اتنے ہی واقف ہیں جتنے کہ رسول اللہ ہیں۔ اور رسول اللہ کی راہ پر چلنے کے بغیر ہی واقف ہو گئے ہیں۔

اصحاب صفہ کے متعلق غلط فہمیاں

ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اہل صُفّہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مستغنی تھے۔ اور ان کی طرف آپ بھیجے ہی نہیں گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے باطنی طور پر اہل صُفّہ کو وہ سب کچھ وحی کے ذریعے سے بتا دیا تھا جو کہ آپ کو معراج کی رات کو وحی کے ذریعے سے بتایا گیا تھا۔ اس لئے اہل صُفّہ انکے ہم رتبہ ہو گئے۔

ان لوگوں کو فرط جہالت سے یہ سمجھنے کی بھی توفیق نہ ہوئی کہ واقعۂ اسرار تو مکہ میں ہوا جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ (پ۱۵ ع ۱)	وہ خدا عجز و درماندگی کے عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے اس مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول پر ہم نے برکتیں نازل کر رکھی تھیں۔

اور صُفّہ مدینے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے شمال کی طرف تھا۔ اس میں وہ مسافر اترا کرتے تھے جن کا نہ کوئی گھر ہوتا تھا اور نہ کوئی دوست ہوتے تھے جن کے ہاں وہ مہمان ٹھہریں۔ مومنین ہجرت کر کر کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا کرتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر جب کسی مکان میں کوئی فرد کش ہو سکتا ہوتا اور جس کی کوئی جگہ نہ ہوتی تھی وہ مسجد میں اترتا تھا۔ اور جب تک اسے کوئی ایسی جگہ نہ ملتی تھی۔ وہیں ٹھہرا رہتا تھا۔ اور اگر جگہ مل جاتی تو وہاں سے چلا جاتا تھا۔ اہل صفہ کوئی معین آدمی نہ تھے جو ہمیشہ صفہ ہی پر رہتے ہوں بلکہ وہ کبھی تھوڑے سے ہو جاتے تھے کبھی زیادہ ہو جاتے تھے۔ ایک شخص کچھ مدت کیلئے وہاں رہتا تھا پھر وہاں سے چلا جاتا تھا اور جو لوگ صفہ میں اترتے تھے وہ تمام مسلمانوں کی جنس سے ہوتے تھے۔ انہیں علم یا دین میں کوئی

امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ان میں تو ایسے لوگ بھی تھے جو بعد میں اسلام سے پھر گئے تھے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کیا تھا۔ عرینی قبیلہ کے آدمی مدینہ میں اتر پڑے آب وہوا نا موافق آئی اور بیمار ہو گئے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دودھ دینے والی اونٹنیاں منگوائیں۔ اور فرمایا کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیا کرو چنانچہ اس علاج سے وہ تندرست ہو گئے۔ اور جب تندرست ہو گئے۔ تو ساربان کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہانک لے گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش کیلئے آدمی بھیجے۔ چنانچہ وہ لائے گئے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے ان کی آنکھوں میں لوہے کی جلی ہوئی سلاخیں ڈالی گئیں۔ اور انہیں تپتے ہوئے ریگستان میں چھوڑ دیا گیا۔ پانی مانگتے تھے تو نہیں دیا جاتا تھا۔ ان کا قصہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ وہ صُفّہ میں اترے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صفہ میں اسی طرح کے لوگ بھی اترتے تھے۔ اور ان میں سعد بن ابی وقاص جیسے اچھے مسلمان بھی اترتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص صُفّہ میں اترنے والوں میں سب سے زیادہ افضل تھے۔ پھر وہ چلے گئے تھے اور ابو ہریرہؓ اور دیگر حضرات علیہم الرضوان انکی جگہ آ گئے تھے۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے اصحاب صُفّہ کی تاریخ مرتب کی ہے جس سے اس موضوع پر تفصیلی بحث ہے۔

انصار اہلِ صُفّہ میں سے نہیں تھے

انصار اصحاب صُفّہ نہیں تھے۔ اور نہ بڑے بڑے مہاجرین مثلاً ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی طلحہ۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ ابو عبیدہ وغیرہم علیہم الرضوان صُفّہ پر کبھی فروکش ہوئے۔ ایک روایت ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ کا ایک لڑکا صُفّہ میں اترا تھا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ لڑکا سات اکابر اقطاب میں سے ہے۔ مگر اس حدیث کے جھوٹا ہونے پر اہلِ علم کا اتفاق ہے گو ابو نعیم نے اسے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح جتنی حدیثیں بھی اولیاء، ابدال، نجبار اوتاد اور اقطاب کی تعداد کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہیں۔ اور جن میں ان کی تعداد چار یا سات یا بارہ یا چالیس یا ستر یا تین سو یا تین سو تیرہ بتائی گئی ہے یا یہ بتایا گیا ہے کہ قطب ایک ہے۔ ان میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جس کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونا ثابت ہو۔ اور ان الفاظ میں سے کوئی بھی بجز لفظ ابدال کے سلف صالحین کی زبان پر نہیں آیا

ان کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ وہ چالیس آدمی ہیں۔ اور وہ شام میں ہیں۔ یہ مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث ہے۔ اور یہ منقطع ہے اس کا صحیح ہونا ثابت نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ مسلّم ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے رفقا جو کہ صحابہ میں سے تھے حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں سے افضل تھے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام لوگوں میں جو آدمی افضل ہوں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ میں نہ ہوں اور حضرت معاویہؓ کے کیمپ میں ہوں۔ صحیحین میں ابو سعیدؓ کی روایت سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث منقول ہے کہ حضور نے فرمایا:۔

تَمْرُقُ مَارِقَۃٌ مِّنَ الدِّیْنِ عَلٰی حِیْنِ فُرْقَۃٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَقْتُلُھُمْ اَوْلَی الطَّائِفَتَیْنِ بِالْحَقِّ " (صحیحین)	جب مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوگا تو ایک گروہ دین سے اس طرح خارج ہو جائیگا جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان دین سے نکلنے والوں کو وہ جماعت قتل کریگی جو حق سے قریب تر ہوگی۔

یہ مارقین فرقہ حروریہ کے خوارج تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں مسلمانوں کے مابین اختلاف پیدا ہوا تو یہ دین سے نکل گئے۔ تو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے دوستوں نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ حدیث صحیح اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکے دوستوں کی بہ نسبت حق سے زیادہ قریب تھے۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ابدال اعلٰے کیمپ کو چھوڑ کر ادنٰے کیمپ میں ملک شام میں شامل ہو جائیں۔ اسی طرح وہ حدیث ہے جسے بعض نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے یعنی یہ کہ کسی شخص نے یہ شعر پڑھے:۔

لَقَدْ لَسَعَتْ حَیَّۃُ الْھَوٰی کَبِدِیْ	فَلَا طَبِیْبَ لَھَا وَلَا رَاقِ
اِلَّا الْحَبِیْبُ الَّذِیْ شَغَفْتُ بِہٖ	فَعِنْدَہٗ رُقْیَتِیْ وَتِرْیَاقِیْ

محبت کا سانپ میرے جگر کو ڈس گیا ہے۔ اس کا علاج نہ طبیب سے ہو سکتا ہے اور نہ تعویذ گنڈہ لکھنے والے سے۔ ہاں اگر اس کا علاج کرنے والا کوئی ہے تو وہ محبوب ہے جس پر میں شیدا ہوں۔ اسی کے پاس میرا جھاڑ پھونک ہے اور اسی کے پاس میرے زہر کا تریاق ہے اور ان شعروں کو سُن کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وجد طاری ہوگیا حتّٰے کہ چادر حضور کے

دوش مبارک سے گر پڑی۔

علم حدیث کے جاننے والوں نے بہ اتفاق اس حدیث کو جھوٹا کہا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ جھوٹی روایت یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ان میں سے ایک ٹکڑا جبرئیل علیہ السلام نے اٹھا کر عرش پر لٹکا دیا۔ یہ اور اس طرح کی حدیثیں ایسی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے علم و واقفیت رکھنے والے آدمیوں کے نزدیک سفید ترین جھوٹ ہیں۔

اسی طرح ایک اور روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا "نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ باہم باتیں کر رہے تھے۔ اور میں ان دونوں میں زنگی کی طرح تھا" یہ جھوٹ اور بناوٹی حدیث ہے۔ علماء حدیث اس کے جھوٹا ہونے پر متفق ہیں۔

مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ جو شخص رسالت عامہ کا ظاہر میں اقرار کرے اور باطن میں اس کا عقیدہ اس کے مخالف ہو تو وہ منافق ہوگا۔ اور اگر وہ باطن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی لائی ہوئی شریعت کا منکر ہونے کے باوجود اپنے یا اپنی طرح کے دوسرے آدمیوں کو اولیاء اللہ سمجھیگا تو اس کی وجہ یا تو عناد ہوگا یا جہالت ہوگی۔

خاتم النبیین کی رسالت پر یہود و نصاریٰ کا جزوی ایمان

چنانچہ بعض یہود و نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ آپ اہل کتاب کی طرف نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ہم پر ان کا اتباع ضروری نہیں۔ اس لئے کہ ہماری طرف ان سے پہلے رسول آچکے ہیں۔ سو یہ تمام لوگ اپنے اور اپنی جماعت کے متعلق اولیاء اللہ ہونے کے مدعی ہونیکے باوجود سب کے سب کفار ہیں۔ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کی توصیف اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اس قول سے فرمادی ہے:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	یاد رکھو کہ خدا کے دوست ایسے ہیں کہ قیامت کے دن نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہونگے

وَكَانُوا يَتَّقُونَ " (پ ۱۲ ع ۱)

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔

ایمان کی شرطیں

ایمان کی ضروری شرطیں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ۔ اس کے فرشتوں۔ اس کی کتابوں ۔ اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ جو رسول بھی خدا کا بھیجا ہوا ہو اور جو کتاب بھی خدا کی نازل کی ہوئی ہو سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (پ ۱ ع ۱۶)

مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور قرآن جو ہم پر اترا اس پر اور صحیفے جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ پر اترے ان پر اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو جو کتاب ملی اس پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا اس پر ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کی جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی ایک خدا کے فرمانبردار ہیں۔ تو اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی ان ہی چیزوں پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بس راہ راست پر آ گئے۔ اور اگر انحراف کریں۔ تو سمجھو کہ بس وہ تمہاری ضد پر ہیں۔ تو اے پیغمبر ان کے شر سے خدا کا حفظ و امان تمہارے لئے کافی ہوگا۔ اور وہ سننے والا اور ہر ایک کے حال سے واقف ہے۔

اور فرمایا:۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا

ہمارے پیغمبر محمدؐ اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی اور دوسرے مسلمان بھی یہ سب کے سب اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو بھی جدا نہیں سمجھتے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا اے ہمارے پروردگار تیری مغفرت درکار

إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ "

(پ ۳ ع ۷)

ہے۔ اور ہیزی ہی طرف پھر کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسکی طاقت کے مطابق۔ اچھے کام کرے گا تو اسی کا فائدہ ہے اور برے کام کریگا توان کا وبال اسی پر پڑیگا اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہمیں اس کا مواخذہ نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جیساکہ تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار اور ہم پر اتنا بوجھ بھی نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہمیں طاقت نہ ہو ہمیں معاف کر ہمارے گناہ بخش دے اور ہم پر رحمت کر۔ تو ہمارا آقا ہے تو ان لوگوں کے مقابلے میں جو کہ کافر ہیں ہماری مدد کر۔

اور اسی سورہ کے اول حصے میں فرمایا:۔

الٓمٓ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ " (پ ۱ ع ۱)

الٓمٓ یہ وہ کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پرہیزگاروں کی راہنما ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ اور اے پیغمبر جو کتاب تم پر اتری اور جو تم سے پہلے اتریں۔ ان سب پر ایمان لاتے۔ اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں۔ اور یہی آخرت میں من مانی مرادیں پائینگے۔

پس ایمان کیلئے یہ ماننا ضروری ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام گروہوں جنوں اور آدمیوں کی طرف بھیجا ہے۔ جو شخص ان کے لائے ہوئے شرائع و احکام پر ایمان نہ لائے۔ وہ سرے سے مومن ہی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے متقی اولیاء میں سے ہو۔ اور جو شخص ان کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصے پر ایمان لائے اور بعض سے انکار کرے وہ بھی کافر ہے مومن نہیں ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا، اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا"	جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں میں جدائی ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض حصے کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ انکے درمیان کی کوئی راہ اختیار کریں۔ وہ لوگ یقیناً کافر ہیں۔ اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب طیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی کو جدا نہیں سمجھتے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ جلد ان کا اجر دے دیگا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (پ ۶ ع ۱)

توسلِ رسول کی حدود

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایمان لانے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان انہیں اللہ تعالیٰ اور اسکی مخلوق کے مابین اوامر ونواہی۔ وعد ووعید اور حلال وحرام کی تبلیغ کا وسیلہ سمجھے حلال وہی ہے جسے اللہ اور اس کا رسول حلال قرار دے اور حرام وہ جس کو اللہ اور اس کا رسول حرام ٹھہرائے دین وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے شروع کیا ہو جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ کسی ولی کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی راہ معلوم ہے تو وہ کافر ہے۔ اور شیطان کا دوست۔

رہا اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات کو پیدا کرنا۔ انہیں روزی دینا۔ ان کی دعائیں قبول کرنا۔ ان کے دلوں کو ہدایت کرنا۔ دشمنوں پر انہیں فتح دینا اور دیگر تمام امور جو منافع حاصل کرنے اور تکالیف دور کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ سو یہ تمام باتیں ایک اللہ تعالیٰ ہی کے تصرف میں ہیں۔ ان کو جن اسباب سے چاہے مہیا کر ڈالتا ہے۔ اس طرح کی چیزوں میں پیغمبروں کی وساطت کو کوئی دخل حاصل نہیں ہے۔

سکندر بن فیلقوس اور ذوالقرنین

پھر خواہ کوئی شخص زہد۔ عبادت اور علم میں کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ پہنچ جائے۔ لیکن جب

تک محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہ لائے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو سکتا ہے۔ علماء یہود و نصاریٰ میں بڑے بڑے علامہ اور درویش تھے۔ عبادت گزار تھے اسی طرح عرب۔ ترکی اور ہندوستان وغیرہ کے مشرکین میں بھی علماء اور عبادت گزار لوگ تھے۔ ہندوستان اور ترکی میں بڑے بڑے حکماء ہو گزرے ہیں۔ جو صاحب علم بھی تھے اور اپنے طریق زہد عبادت کا بھی خوب شغل رکھتے تھے لیکن اگر وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے ایک ذرے کے بھی منکر ہیں تو وہ کافر ہیں اور خدا کے دشمن ہیں۔ خواہ کوئی جماعت انہیں ولی ہی کیوں نہ سمجھتی پھرے فارس کے حکماء کفار مجوس تھے۔ یونان کے حکماء ارسطو وغیرہ مشرک اور بتوں اور ستاروں کے پوجنے والے تھے۔ ارسطو مسیح علیہ السلام سے تین سو سال پہلے ہو گزرا ہے۔ سکندر بن فیلقوس مقدونی کا وزیر تھا اس کے حالات روم و یونان اور یہود و نصاریٰ کے مورخین نے لکھے ہیں۔ یہ وہ ذوالقرنین نہیں ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ بعض لوگوں کو گمان ہوا کہ ارسطو ذوالقرنین کا وزیر تھا۔ چونکہ ذوالقرنین کو بھی کبھی کبھی سکندر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسلئے ان لوگوں کو دھوکا لگا کہ سکندر مقدونی ہی سکندر ذوالقرنین ہے۔ ابن سینا اور اسکی جماعت اسی رائے پر ہے۔ حالانکہ یہ رائے غلط ہے۔ یہ سکندر جس کا وزیر ارسطو تھا۔ مشرک تھا۔ اور ذوالقرنین سے بعد کے زمانے کا ہے۔ اس نے نہ دیوار بنائی نہ یاجوج وماجوج کے ملک میں پہنچا۔ اور اس کے حالات روم کی مشہور تاریخ میں درج ہیں۔

ایمان کے بغیر اجتہاد موجب فلاح نہیں ہو سکتا

عرب۔ ہند۔ ترک اور یونان وغیرہ کے بعض مشرکین علم۔ زہد اور عبادت میں اجتہاد کے درجے تک پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن پیغمبروں کے متبع نہیں تھے۔ اور نہ ان کی لائی ہوئی شریعتوں کو مانتے تھے۔ جو خبر انہیں دی جاتی تھی یا سن ہیں وہ پیغمبروں کو سچا نہیں سمجھتے تھے۔ جو حکم انہیں دیا جاتا تھا۔ اس کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔ اور نہ اولیاء اللہ ہیں۔

شیطانی شعبدے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ لوگ ایماندار بھی نہیں ہیں تو پھر ان سے وہ خارق عادت افعال کس طرح صادر ہو جاتے ہیں جنہیں لوگ کرامات کہتے ہیں۔ سو اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان ان

کے ساتھ یارانہ گانٹھ لیتے ہیں، اور ان پر نازل ہو ہو کر بعض ایسی باتیں بتاتے ہیں جنہیں وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے یہ خارق عادت تصرفات سحر کی جنس سے ہیں۔ اور وہ خود ان کاہنوں اور ساحروں کی جنس سے ہیں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ؟ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ " (پ ۱۹ ع ۱۵)

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ کس پر شیطان اترا کرتے ہیں۔ وہ ہر جھوٹے بدکار پر اترا کرتے ہیں سنی سنائی بات کانوں میں ڈال دیتے ہیں اور انہیں سے اکثر تو نرے جھوٹے ہی ہیں۔

اور وہ تمام لوگ جو مکاشفات اور خوارق عادات کے مدعی ہیں جب پیغمبروں کے متبع نہ ہوں تو ضروری ہے کہ وہ جھوٹ بولا کریں، اور انکے شیطان ان سے جھوٹی باتیں کہا کریں اس لئے ان کے اعمال کا شرک، ظلم، فواحش، غلو اور بدعت فی العبادت اور ایسے فسق و فجور سے آلودہ ہونا لازمی ہے۔ اسی وجہ سے ان پر شیطان اترتے ہیں۔ اور ان کے دوست بن جاتے ہیں سو وہ شیطان کے اولیاء میں سے ہوئے نہ کہ رحمٰن کے اولیاء میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ۔ (پ ۲۵ ع ۱۰)

اور جو شخص ذکر خدا سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں اور وہ اسکے ساتھ رہتا ہے۔

ذکر الٰہی کی تعریف

اور ذکر خدا اسی ذکر کا نام ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو کر لائے ہیں اور وہ قرآن کریم ہے۔ جو شخص قرآن کو نہ مانے اسکی باتوں کو سچا نہ سمجھے۔ اور اسکے حکم کو واجب نہ سمجھے وہ اس سے اعراض کرتا ہے۔ اسلئے اس پر شیطان تعینات ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ۔ (پ ۱۷ ع ۴)

اور یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا۔

اور فرمایا:۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی۔ تو اسکی زندگی تنگی میں گزریگی۔ اور قیامت کے دن بھی ہم اسکو اندھا کر کے اٹھائینگے

اَعْمٰی۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا۔ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی "

(پ ۱۶ ع ۱۶)

وہ کہیگا اے میرے پروردگار تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا اور میں تو دنیا میں اچھا خاصا دیکھتا بھالتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اسیطرح ہونا چاہیئے تھا۔ دنیا میں تیرے پاس ہماری آتیں آئیں مگر تو نے انکی کچھ خبر نہ لی۔ اور اسی طرح آج تیری بھی خبر نہ لی جائیگی۔

اس سے معلوم ہُوا کہ ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آتیں ہیں۔ اسی لئے اگر کوئی شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا رات دن ہمیشہ ذکر کرتا رہے۔ اور ساتھ ہی انتہا درجہ کا زاہد اور عابد بھی ہو۔ اور عبادت میں مجتہد بھی بن جائے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے اس ذکر کا اتباع نہ کرے جو کہ اس نے نازل فرمایا ہے۔ اور وہ قرآن کریم ہے۔ تو وہ شخص شیطان کے دوستوں میں سے ہے خواہ وہ ہوا میں اڑتا پھرے اور پانی پر چلا کرے۔ کیونکہ ہوا میں بھی تو اسے شیطان ہی اڑا کرلے جاتا ہے۔ اور اس موضوع پر کسی دوسری جگہ مفصل بحث کی گئی ہے۔

فصل

ایمان کے جسم میں نفاق کے جراثیم

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں ایمان تو ہوتا ہے لیکن ان میں ایک شعبہ نفاق کا بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا حَدَّثَ

جس آدمی میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں کی ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے تا آنکہ اسے ترک کردے جب بات کرے تو جھوٹی کرے اور جب وعدہ کرے تو عمل اسکے خلاف کرے اور جب اس

كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ
کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے۔

اور صحیحین میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ أَوْ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً أَعْلَاهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ۔
ایمان کی ساٹھ سے کچھ زیادہ یا فرمایا ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں سب سے زیادہ بلند لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنٰے راستے سے تکلیف کی چیز کو دور کر دینا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

اور چند چیزیں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص میں انمیں سے کوئی خصلت ہو اسمیں نفاق کی خصلت ہے تا آنکہ اسے ترک کر دے صحیحین میں ثابت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ بہترین مومنوں میں سے تھے فرمایا کہ تم میں جاہلیت کا اثر ہے اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس درجہ عمر رسیدہ ہونے کے بعد بھی مجھ میں جاہلیت کا اثر باقی ہے" حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں"

اور صحیح حدیث ہے کہ حضور پر نور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ"
میری امت میں چار خصلتیں جاہلیت کے اثر سے ہیں قابلیتوں پر فخر کرنا۔ نسب کا طعنہ دینا میت پر نوحہ کرنا اور ستاروں کے ذریعہ پانی مانگنا۔

اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ۔
منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کریگا تو جھوٹ بولیگا جب وعدہ کریگا تو اسکے خلاف کریگا اور جب امین بنایا جائیگا تو خیانت کریگا۔

اور صحیح مسلم میں اس حدیث کے ساتھ اس ٹکڑے کا بھی اضافہ ہے وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ" (اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور مدعی اس امر کا ہو کہ وہ مسلم ہے)

بخاری میں ابن ابی ملیکہؒ کا یہ قول مذکور ہے :- " اَدْرَکْتُ ثَلَاثِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کُلُّھُمْ یَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰی نَفْسِہٖ ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تیس کے ساتھ مجھے ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک خائف رہتا تھا کہ کہیں مجھ میں نفاق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَمَا اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰہِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا وَقِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰکُمْ ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ " (پ ۴ ع ۸)

اور جس دن دو جماعتیں بھڑ گئیں ۔ اور تمکو مصیبت پہنچی تو خدا کا حکم یوں ہی تھا ۔ اور یہ بھی غرض تھی کہ خدا ایمان والوں کو معلوم کرے اور منافقوں کو بھی معلوم کرے اور منافقوں سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے راستے میں لڑو یا دشمن کو ہٹا دو۔ تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم سمجھتے کہ آج لڑائی ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے۔ یہ لوگ اس روز بہ نسبت ایمان کے کفر سے نزدیک تر تھے۔

سو ان لوگوں کو بہ نسبت ایمان کے کفر سے قریب تر قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ انہیں کفر اور ایمان ملا جلا ہے۔ اور ان کا کفر قوی تر ہے۔ اور بعض میں کفر و ایمان ملا جلا ہوتا ہے۔ لیکن ان کا ایمان قوی تر ہوتا ہے۔ اور جب اولیاء اللہ مومنین متقین ہی ٹھہرے۔ تو ظاہر ہے کہ بندے کا ایمان اور تقوےٰ جس قدر زیادہ ہوگا اتنی ہی اللہ تعالیٰ سے اسکی ولایت بڑھیگی۔ پس جو شخص ایمان و تقوےٰ میں کامل تر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکی دوستی اور ولایت کامل تر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی میں بعض لوگ دوسرے لوگوں پر اتنی ہی فضیلت رکھتے ہیں جتنی فضیلت انہیں ایمان و تقوٰی میں حاصل ہو۔ اسی طرح لوگ ایک دوسرے سے خدا سے دشمنی رکھنے میں بھی اتنے ہی بڑھے ہوئے ہوتے ہیں جتنے کہ وہ کفر اور نفاق میں بڑھے ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖٓ اِیْمَانًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْھُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِھِمْ وَ

اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو منافقوں میں سے بعض لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگتے ہیں کہ بھلا اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا۔ سو جو پہلے سے ایمان رکھتے ہیں اس سورت نے انکا تو ایمان بڑھایا اور وہ اپنی جگہ خوشیاں مناتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے اس سورت نے انکی پچھلی خباثت پر ایک

مَاتُوْا وَهُمْ كَافِرُوْنَ" (پ ۱۱ ع ۵)	خباثت اور بڑھائی اور یہ لوگ کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔

اور فرمایا:۔

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ" (پ ۱۰ ع ۱۱)	مہینوں کا سرکا دینا مزید کفر ہے

اور فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ" (پ ۲۶ ع ۶)	اور جو لوگ راہ راست پر ہیں قرآن سننے سے انکو زیادہ ہدایت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں پرہیزگاری کی توفیق دیتا ہے۔

اور منافقوں کے بارے میں فرمایا:۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا" (پ ۱ ع ۲)	ان کے دلوں میں بیماری پہلے سے تھی پھر اللہ تعالیٰ نے انکی بیماری کو زیادہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے کہ ایک شخص میں اسکے ایمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دوستی ہوتی ہے اور اسی میں اس کے کفر و نفاق کے باعث اللہ تعالیٰ کی دشمنی بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۵)	(ان باتوں سے) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ایمان بڑھاتا ہے جو ہیں پہلے سے ایمان ہو۔

اور فرمایا:۔

لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ" (پ ۲۶ ع ۹)	تاکہ انکے پہلے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو۔

فصل

اولیاء اللہ کے دو طبقے

اولیاء اللہ کے دو طبقے ہیں سابقین مقربین اور اصحاب یمین مقتصدین۔ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہوں پر فرمایا ہے۔ سورہ واقعہ کے اول میں اور اسکے آخر میں۔ سورہ دھر میں

سورہ مطففین میں اور سورہ فاطر میں۔ سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کبرٰے کا ذکر پہلے حصے میں فرمایا اور قیامت صغرٰے کا ذکر آخر حصے میں فرمایا۔ پہلے حصے میں فرمایا:۔

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا وَّ كُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ" (پ ۲۷ ع ۱۳)

جب قیامت جو ضرور ہونیوالی ہے۔ واقع ہوگی اور اسکے واقع ہونے میں کچھ بھی خلاف نہیں اسوقت لوگوں کا فرق مراتب ظاہر ہوگا بعضوں کو نیچا دکھائیگی۔ اور بعضوں کے درجے بلند کریگی۔ اور واقع ہوگی اس وقت جبکہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگیگی۔ اور پہاڑ ٹکرا کر ایسے ریزے ریزے ہوجائینگے جیسے ذرے بڑے اڑ رہے ہیں۔ اور اسوقت تم لوگوں کی بھی تین قسمیں ہونگی۔ ایک تو داہنے ہاتھ والے سو داہنے ہاتھ والوں کا کیا کہنا ہے۔ اور ایک بائیں ہاتھ والے سو بائیں ہاتھ والوں کا کیا ہی برا حال ہے۔ اور تیسرے جو سب سے آگے سامنے بٹھائے گئے ہیں۔ سو یہ آگے ہی بٹھانے کے قابل ہیں۔ یہ بارگاہ خداوندی کے مقرب ہیں۔ انکو بہشت کے آرام و آسائش کے باغوں میں جگہ دی جائیگی۔ اس گروہ میں بہت تو اگلے لوگوں میں سے ہونگے۔ اور تھوڑے پچھلوں سے بھی۔

جب قیامت کبرٰے قائم ہوگی تو لوگوں کی تقسیم اسی طریق پر ہوگی اِس قیامت کبریٰ میں اللہ تعالیٰ پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں کو جمع کر دیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں کئی جگہوں میں فرما دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ کے آخر میں فرمایا:۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَأَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ، فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ تَرْجِعُوْنَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ، فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّةُ

تو کیا جب جان بدن سے کھچ کر گلے میں آپہنچے۔ اور تم اسوقت ٹکر ٹکر پڑے دیکھا کرو۔ اور کچھ نہ کر سکو۔ اور ہم تم تیمارداروں کی بہ نسبت اس بیمار جاں بلب سے زیادہ نزدیک ہیں۔ مگر تم کو دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں اگر تم کسی کے دبیل نہیں بستے اور خود اختیاری کے دعویٰ میں سچے ہو۔ تو جان کے گلے میں آئے پیچھے اسکو بدن میں لوٹا کیوں نہیں لاتے اگر بارگاہ خداوندی کے مقربین میں سے ہے تو اسکے

نَعِيمٍ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پ ۲۷ ع ۱۶)

لئے آرام و آسائش ہے اور با فراغت روزی اور مزے کی بہشت ہے۔ اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو اس سے کہا جائیگا کہ اے شخص جو داہنے ہاتھ والوں میں ہے تجھ پر سلام اور اگر جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہے تو کھلتے پانی کی ضیافت ہے۔ اور آخر کار جہنم میں دھکیل دینا بیشک آخرت کا یہ حال جو بیان کیا گیا بالکل سچ اور یقینی ہے۔

سورۂ دہر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

۱ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا۔ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا۔ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۹)

ہم نے اسکو دین کا راستہ بھی دکھایا پھر اب دو قسم کے آدمی ہیں۔ یا تو شکر گزار ہیں یعنی مسلمان یا ناشکر یعنی کافر ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دوزخ کی دھکتی ہوئی آگ یہ چیزیں طیار کر رکھی ہیں بیشک جو لوگ نکوکار ہیں آخرت میں ایسی شراب کے جام پئیں گے جسمیں کافور کے پانی کی آمیزش ہوگی۔ اور کافور کے پانی کا ایک چشمہ ہوگا جسکا پانی اللہ کے خاص بندے پئینگے۔ اور جہاں جائینگے اس چشمے کو بہالے جائینگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس روز قیامت سے ڈرتے ہیں جسکی مصیبت عام سب طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور خدا کا حب کرکے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور ان کو جتا بھی دیتے ہیں۔ کہ ہم تو تمکو صرف خدا کا منہ کرکے کھلاتے ہیں ہمکو تم سے نہ کچھ بدلہ درکار ہے نہ شکر گزاری ہمکو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگ رہا ہے جب لوگ مارے رنج کے منہ بنائے تیوری چڑھائے ہونگے۔ خدا نے بھی اس دن کی مصیبت سے ان کو بچا لیا اور انکو تازہ روئی اور خوش وقتی سے ملا دیا۔ اور جیسا انہوں نے دنیا میں صبر کیا تھا اسکے بدلے میں رہنے کو بہشت اور پہننے کو ریشمی پوشاک عنایت کی۔

اسی طرح سورہ مطففین میں فرمایا:-

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ

سنو جی! بدکاروں کے نامۂ اعمال قیدیوں کے رجسٹر میں درج ہوتے

وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ، كِتَابٌ مَّرْقُومٌ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ، كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ - كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ - إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ - وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ " (پ ۳۰ ع ۸)

رہتے ہیں۔ اور اے پیغمبر تم کیا سمجھے کہ قیدیوں کا رجسٹر ہے کیا چیز۔ وہ ایک کتاب ہے جس میں وقتاً فوقتاً لکھا جاتا ہے۔ اس دن جھٹلانیوالوں کی تباہی ہے جو روز جزا کو جھوٹ جانتے ہیں۔ اور اسکو وہی جھوٹ جانتا ہے جو حد سے بڑھ چلا ہوا اور بدہو۔ جب اسپر ہماری آئتیں پڑھی جائیں تو کہے کہ اگلے لوگونکے ڈھکوسلے ہیں۔ ڈھکوسلے نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان ہی کے اعمال بد کے زنگ بیٹھ گئے ہیں۔ سنو جی یہی لوگ ہیں جو اس دن اپنے پروردگار کے سامنے نہیں آنے پائینگے۔ پھر یہ لوگ ضرور جہنم میں داخل ہونگے پھر ان سے کہا جائیگا کہ یہی تو وہ چیز ہے جسکو تم دنیا میں جھوٹ جانتے تھے۔ سنو جی نیک لوگونکے نامۂ اعمال عالی مرتبہ لوگونکے رجسٹر میں درج ہوتے رہتے ہیں۔ اور اے پیغمبر تم کیا سمجھے کہ عالی مرتبہ لوگونکا رجسٹر ہے کیا چیز وہ ایک کتاب ہے جسکی وقتاً فوقتاً خانہ پری ہوتی رہتی ہے۔ اسپر مقرب فرشتے تعینات ہیں۔ بیشک نیک لوگ بڑے آرام میں ہونگے۔ تختوں پر بیٹھے بہشت کی سیر دیکھ رہے ہونگے۔ اے مخاطب تو انکو دیکھے تو انکے چہروں سے خوشحالی کی تازگی صاف پہچان لے انکو شراب خالص سربند پلائی جائیگی جس کی بوتل کی مُہر مشک کی ہوگی۔ اور ریس کرنیوالوں کو چاہیئے کہ اس کی ریس کیا کریں۔ اور اس شراب میں تسنیم کے پانی کی ملونی ہوگی تسنیم بہشت کا ایک چشمہ ہے جس میں سے خاص کر مقرب لوگ پیئنگے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے سلف صالحین سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں تسنیم کا پانی اصحاب یمین کیلئے ملایا جائیگا اور مقربین اسے بغیر ملونی کے پیئنگے۔ اللہ تعالیٰ نے (یَشْرَبُ بِهَا) فرمایا اور (یَشْرَبُ مِنْهَا) نہیں فرمایا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول یَشْرَبُ کے ساتھ یُرْوَیٰ بِهَا (سیر ہو کر پیئیگا) کا معنی بھی ملا دیا۔ کیونکہ شارب (پینے والا) کبھی

پیتا تو ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔ اور جب (یشرب منہا) کہا جائے تو اس سے سیر ہونے پر دلالت نہیں ہوتی اور جب (یشرب بہا) کہا جائے۔ تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اسے سیر ہو کر پیتے ہیں۔ سو مقربین اسے سیر ہو کر پیتے ہیں۔ اور اس کے ہوتے ساتے انہیں اور کسی پینے کی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسلئے وہ اسے بغیر آمیزش کے پیتے ہیں۔ اسکے خلاف اصحاب یمین کیلئے اس شراب میں آمیزش کی جاتی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ دہر میں فرمایا

كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا" (پ ۲۹ ع ۱۹)	وہ چشمہ جس میں کافور ملی ہوتی ہے۔ اس سے اللہ کے بندے سیر ہو کر پیئنگے اور جہاں چاہینگے اس چشمے کو بہا لے جائینگے۔

عِبَادُ اللّٰهِ سے مراد مقربین ہیں جنکا ذکر اسی سورت میں آیا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بدلہ خیر و شر کا عمل کی جنس کے مطابق ہوتا ہے۔ جیساکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

۱۴ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهَا عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ رواہ مسلم فی صحیحہ	جس نے کسی مومن کی کوئی دینوی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ اس کی ایک اخروی تکلیف دور کریگا۔ اور جس نے کسی تنگدست کی مشکل آسان کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائیگا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اور جو شخص طلب علم کیلئے کچھ راستہ طے کرے اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اور جب کبھی لوگ خدا کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کی درس و تدریس باہمی کرتے ہیں تو ان پر تسکین نازل ہوتی ہے اور ان پر رحمت الہی چھا جاتی ہے۔ فرشتے ان کے گرد حلقہ بنا دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے درباریوں میں ان کا ذکر خیر کرتا ہے۔ اور جسے اسکا عمل پیچھے ڈال دے اسے اسکی نسب آگے نہیں بڑھاتی اسے مسلم نے صحیح میں روایت کیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:۔

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (ترمذی)	رحم کرنے والوں پر خدا رحم کرتا ہے۔ رحم کرو تم اہل زمین پر۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے" ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

سنن میں ایک دوسری صحیح حدیث ہے:۔

یَقُوْلُ اللہُ تَعَالیٰ اَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَھَا اِسْمًا مِّنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَھَا وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَھَا بَتَتُّہٗ"	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں رحمٰن ہوں میں نے رشتے پیدا کئے ہیں اور انکا نام اپنے نام سے مشتق کرکے رکھا ہے۔ جو شخص صلہ رحمی کریگا میں اُسکو ملائے رکھونگا۔ اور جو رشتوں کو توڑ ڈالیگا میں اسے توڑ ڈالونگا۔

اور فرمایا:۔

مَنْ وَصَلَھَا وَصَلَہُ اللہُ وَمَنْ قَطَعَھَا قَطَعَہُ اللہُ"	جس نے ان (رشتوں) کو ملایا۔ اللہ تعالیٰ اسے ملاتا ہے۔ اور جو ان کو توڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے توڑ دیتا ہے۔

اور اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں

اور اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ مقربین اور اصحاب یمین جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ہر دو قسم اولیاء کے اعمال کی تشریح کردی ہے۔ فرمایا:۔

یَقُوْلُ اللہُ تَعَالیٰ مَنْ عَادَالِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَۃِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِمِثْلِ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا"	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی اس نے میرے ساتھ جنگ کا اعلان کیا اور کوئی بندہ فرائض ادا کرنے لئے جسقدر میرے قریب ہوتا ہے اتنا کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوتا اور میرا بندہ نوافل ادا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں نوافل کے ذریعہ سے اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کردوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

ابرار یا اصحاب الیمین نیکوکاروں میں سے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو فرائض ادا کرکے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر دیا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اپنے آپکو نوافل کی تکلیف نہیں دیتے اور نہ غیر ضروری حاجات سے باز رہتے ہیں۔

مُقربین

سابقین مقربین وہ لوگ ہیں جو فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعہ سے قرب حاصل کرتے ہیں۔ واجب اور مستحب کام کرتے ہیں۔ حرام اور مکروہ کاموں کو چھوڑتے ہیں۔ جب وہ ان تمام وسائل کے ذریعہ سے جو کہ انہیں محبوب ہوئے ہیں اور جن پر انہیں قدرت حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں تو پروردگار ان سے پوری پوری محبت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ" (میرا بندہ اسوقت تک نوافل کے ذریعے سے میرے قرب کا جویا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں) اس محبت سے مراد مطلق محبت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ (فاتحہ)	ہمیں سیدھا راستہ بتا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا راستہ۔

یہاں انعام سے مراد وہی مطلق اور کامل انعام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے قول مبارک

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔	جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبیوں، صدیقوں شہیدوں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا! اور ان لوگوں کا ساتھ بہت اچھا ہے۔ (پ ۵ ع ۶)

ان مقربین کے حق میں مباحات وہ اطاعات بن جاتی ہیں۔ جن کے ذریعے سے وہ اللہ عزوجل سے قرب حاصل کرتے ہیں۔ اور انکے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے عبادات ہوتے ہیں۔ بس یہ لوگ چشمہ تسنیم کی خالص شراب پیئنگے۔ اسلئے کہ ان کے عمل بھی خالص اور کھرے ہیں

مقتصدین

اور جو درمیانہ درجہ کے لوگ ہیں ان کے اعمال میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وہ اپنے نفس کیلئے کرتے ہیں چونکہ وہ اعمال مباح ہوتے ہیں اسلئے نہ تو انکو ان اعمال پر سزا ملتی ہے اور نہ جزا۔ ان لوگوں کو خالص شراب نہ ملیگی۔ بلکہ مقربین کی شراب میں سے ان کیلئے اسی قدر آمیزش ہوگی جس قدر کہ وہ دنیا میں مقربین کے اعمال کی طرح کے اعمال اپنے نامۂ اعمال میں شامل کر چکے ہونگے۔

انبیاء کی دو قسمیں، عبد و رسول، اور ملک و نبی

اسی طرح انبیاء کی دو قسمیں کی گئی ہیں ایک بندہ پیغمبر اور دوسرا بادشاہ نبی۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا کہ اگر چاہیں تو بندہ اور رسول بنیں اور چاہیں تو بادشاہ اور نبی بنیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بندہ اور رسول بننا پسند کر لیا۔ بادشاہ نبی کی مثالیں داؤد و سلیمان علیہما السلام اور ان کی طرح کے دوسرے انبیاء ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ سلیمان علیہ السلام نے دعا کی:۔ ۱۵

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ، فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پ ۲۳ ع ۱۲)	اے میرے پروردگار میرا قصور معاف فرما اور مجھکو ایسی سلطنت عنایت کر کہ میرے پیچھے کسی کو سزاوار نہ ہو۔ بیشک تو بڑا فیاض ہے تو ہم نے ہوا کو انکا تابع کر دیا۔ کہ جہاں پہنچنا چاہتے انکے حکم کے مطابق اسی طرف کو نرمی سے چلتی۔ اور اسی طرح جتنے دیو معمار و غوطے خور تھے سب کو انکا تابع کر دیا اور ان کے علاوہ دوسرے دیوؤں کو بھی انکا تابع کر رکھا تھا جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے ہم نے سلیمان (علیہ السلام) سے کہا کہ یہ ہے ہماری بے حساب دین اب تم چاہو تو اس سے لوگوں پر احسان کرو یا تمام ساز و سامان اپنے پاس رکھو۔

"فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" سے مراد یہ ہے کہ جسے چاہو دو اور جسے چاہو محروم کر دو تم سے کوئی حساب نہیں پوچھا جائیگا۔ پس بادشاہ نبی وہ کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہو اور اس کام کو چھوڑ دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کر دیا ہو۔ اور وہ اپنے ملک و مال میں اپنی

پسند اور اختیار کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ اسے گناہ نہیں ہوتا۔ اور بندہ رسول کسی کو اپنے پروردگار کے حکم کے سوا کچھ نہیں دیتا۔ اور وہ اپنی مرضی کے مطابق نہ کسی کو کچھ دیتا ہے اور نہ کسی کو محروم کرتا ہے۔ بلکہ جسے دینے کا حکم اسکو اپنے پروردگار کی طرف سے ملے اس کو دیتا ہے۔

اور جسے دوست بنانے کا حکم اسکو اپنے پروردگار کی طرف سے ملے اسی کو دوست بناتا ہے اس کے سارے کے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کی عبادت ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابی ہریرہ رضی سے مروی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَآ اُعْطِیْ اَحَدًا وَّلَا اَمْنَعُ اَحَدًا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ "	مجھے اللہ کی قسم کہ میں کسی کو کچھ نہیں دیتا اور نہ کسی سے کچھ باز رکھتا ہوں میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں۔ وہاں خرچ کرتا ہوں جہاں حکم ہو۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شرعی اموال کا تعلق اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (پ ۹ ع ۹)	اے رسول کہو کہ غنیمت کا مال اللہ اور رسول کیلئے ہے۔

اور فرمایا:۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ " (پ ۲۸ ع ۴)	جو مال اللہ اپنے رسول کو ان بستیوں کے لوگوں سے مفت میں دلوا دے وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا۔ الخ

اور فرمایا:۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ " (پ ۱۰ ع ۱)	اور جان رکھو کہ جو چیز تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ اسکا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا۔ الخ

اسی لئے علماء کا ظاہر ترین قول یہ ہے کہ اس طرح کے مال اسی جگہ خرچ کئے جائیں جہاں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے پسند ہو اور امام مالک اور سلف صالحین کے مذہب کے مطابق ان اموال کے مصرف میں خدا اور رسول کی مرضی معلوم کرنے کیلئے اولی الامر کا اجتہاد معتبر ہے اور یہ امام احمد کی روایت سے مذکور ہے اور خمس کے بارہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پانچ پر تقسیم کیا جائے امام شافعیؒ کا قول یہی ہے اور امام احمدؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے اور کہا گیا ہے

کو تین پر تقسیم کیا جاوے جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے
کہ بندہ رسول بادشاہ نبی سے افضل ہے چنانچہ ابراہیم۔ موسیٰ ۔ عیسیٰ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام
یوسف۔ داؤد اور سلیمان علیہم السلام سے افضل ہیں جس طرح مقربین سابقین ان ابرار اصحاب الیمین سے
افضل ہیں جو کہ مقربین سابقین نہ ہوں جس شخص نے واجبات ادا کئے اور مباحات میں سے جو پسند
ہوا اسے بھی کر گزرے وہ ابرار اصحاب الیمین میں سے ہے اور جو وہی کرے جو خدا کو پسند ہو اور مباحات
سے بھی اسی کام میں مدد لینے کا ارادہ کرے جسکا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ وہ مقربین سابقین سے ہے۔

اولیاء اللہ کے درجے

اللہ تعالیٰ نے سورہ فاطر میں اپنے ان اولیاء کا ذکر بھی کیا ہے جو کہ درمیانے درجے کے ہیں
اور ان کا ذکر بھی فرمایا ہے جو کہ سبقت لے جانے والے ہیں:۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ۔ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا

پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث ٹھیرایا جنکو ہم نے اہل سمجھ کر اس خدمت کیلئے منتخب فرمایا یعنی مسلمانوں کو پھر ان میں سے بعض تو اپنے پر عمل نہ کرکے اپنی جانوں پر ستم کر رہے ہیں اور بعض انہیں سے بیچ کی چال چلے جاتے ہیں اور بعض ان ہی میں سے ایسے بھی ہیں جو خدا کے حکم سے نیکیوں میں اوروں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے اور اسکا صلہ ہے ہمیشہ رہنے کے بہشت کے باغ کہ یہ لوگ رہنے کیلئے انہیں داخل ہونگے وہاں انکے سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائینگے۔ اور وہاں انکا معمولی لباس بھی ریشمی ہوگا اور یہ لوگ نعمتیں پاکر کہینگے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہر طرح کا رنج و غم ہم سے دور کر دیا بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور ایسا بڑا قدردان ہے کہ اس نے ہمکو اپنے فضل سے ٹھہرنے کیلئے

۱۶ يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ " (پ ۲۲ ع ۱۶)

ایسے گھر میں لا اتارا کہ یہاں ہمکو نہ کسی طرح کی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ یہاں ہمکو تکان لاحق ہوتی ہے۔

لیکن یہ تینوں قسمیں جو کہ اس آیت میں ہیں صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ مخصوص ہیں جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ" اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ہی نے پہلی امتوں کے بعد کتاب کی میراث سنبھالی اور یہ حفاظ قرآن ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو قرآن پر ایمان لائے ان ہی لوگوں میں سے ہے اور ان لوگوں کو ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ اور مُقْتَصِدٌ تین قسموں میں منقسم کیا اسکے خلاف جو آیات کہ سورہ واقعہ سورہ تطفیف اور انفطار میں وارد ہیں انمیں تمام پہلی امتوں کے مومن اور کافر داخل ہیں اور یہ تقسیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے مخصوص ہے۔ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وہ لوگ ہیں جو کہ گناہ کریں اور اسپر اصرار کریں اور جو شخص گناہ سے توبہ کرے گناہ خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اگر توبہ صحیح ہوگی تو وہ اسکی وجہ سے سابقین سے خارج نہ ہوگا مقتصد وہ ہوتا ہے جو فرائض ادا کرے اور محرمات سے پرہیز کرے۔ سابق بالخیرات وہ ہوتا ہے جو کہ فرائض اور نوافل دونوں ادا کرے۔ جیساکہ ان آیات میں ہے اور شخص اپنے گناہ سے خواہ کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو صحیح طور پر توبہ کرے وہ اسکی وجہ سے سابقین اور مقتصدین سے خارج نہیں ہوتا جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ

اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف لپکو جسکا پھیلاؤ اتنا لمبا ہے جیسے زمین و آسمان کا پھیلاؤ ہے۔ یہی سچائی ان پرہیزگاروں کیلئے تیار ہے جو خوشحالی اور تنگدستی دونو حالتوں میں خدا کے نام خرچ کرتے اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ ایسے نیک دل ہیں کہ بتقاضائے شریعت جب کوئی بیحیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا کوئی اور بیجا بات کرکے اپنا یعنی اپنے دین کا کچھ نقصان کر لیتے ہیں تو خدا کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور خدا کے سوا اپنے بندوں کے گناہوں کا معاف کرنیوالا اور ہے ہی کون

يَعْمَلُونَ أُولَئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ " (پ ۴ ع ۵)

اور جو بے جابات کر بیٹھتے ہیں تو دیدہ دانست اس پر اصرار نہیں کرتے یہی لوگ ہیں جنکا بدلہ انکے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے اور مغفرت کے علاوہ بہشت کے باغ جنکے تلے نہریں پڑی بہہ رہی ہونگی وہ ان میں ہمیشہ رہینگے اور نیک کام کرنیوالوں کے بھی کیسے اچھے اجر ہیں۔

مقتصد وہ ہوتا ہے جو کہ فرائض ادا کرے اور حرام چیزوں سے اجتناب کرے اور سابق بالخیرات وہ ہوتے ہیں جو فرائض کے علاوہ نوافل بھی ادا کریں جیسا کہ ان آیات میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تو اس سے اہل سنت یہ استدلال کرتے ہیں کہ اہل توحید میں سے کوئی بھی ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا۔ البتہ اسکے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ بہت سے لوگ جو کہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہیں دوزخ میں داخل ہونگے۔ اور اسکے متعلق بھی تواتر کے ساتھ حدیثیں وارد ہیں کہ یہ اہل کبائر بالآخر نکلینگے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُنکی اور دیگر اہل نار کی شفاعت فرمائینگے اور وہ دوزخ سے نکالے جائینگے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی شفاعت فرمائینگے۔ اور دوسرے لوگ بھی۔ بعض لوگ مثلاً معتزلی کہتے ہیں کہ اہل کبائر آگ میں ہمیشہ رہینگے اور آیت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ سابقین ہی اسمیں داخل ہونگے۔ اور مقتصد یا ظالم بنفسہ اس میں داخل نہ ہونگے۔ تو یہ قول فرقہ مرجیہ کے اس قول کے مقابلے میں ہے کہ اہل کبائر میں سے کوئی قطعاً دوزخ میں داخل ہی نہ ہوگا۔ اور سارے کے سارے عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو جائینگے یہ دونوں قول سنت متواترہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اجماع سلف صالحین۔ اور اقوال ائمہ مجتہدین کے مخالف ہیں۔ اور ان دونوں جماعتوں کے قول کی غلطی پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول مبارک دلیل ہے:۔

۱۷

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (پ ۵ ع ۴)

اللہ تعالیٰ اسکو نہیں بخشتا جو اسکا کسی کو شریک ٹھہرائے اور اس سے کم درجے کے جس گناہ گار کو چاہے بخش دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مشرک کو نہیں بخشیگا اور اس سے کم درجے گنہگاروں کو بخش دیگا۔ بشرطیکہ وہ چاہے اس سے یہ مراد لینا جائز نہیں ہے کہ تائب ہی کو بخشیگا جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالے مشرک کو بھی بخش دیگا۔ اور شرک سے کم درجے کے گناہ کو بھی توبہ کرنے پر بخش دیتا ہے اور معتزلہ اسے مشیئت کے ساتھ مشروط نہیں کرتے اور یہ توبہ کرنیوالوں

کی مغفرت کے بیان میں مذکور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (پ ۲۴ ع ۲)

اے پیغمبر میرے ان بندوں سے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، کہدو کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

یہاں مغفرت عام اور مطلق کر دی گئی اللہ تعالیٰ بندے کیلئے جو گناہ بھی ہو بخش دیتا ہے اور اور جو شخص شرک سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دیتا ہے اور جو کبائر سے توبہ کرے وہ بھی بخش دیا جاتا ہے الغرض جو گناہ بھی ہو اور بندہ اس سے تائب ہو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے پس توبہ کی آیت میں عموم اور اطلاق ہے۔ اور اس آیت میں تخصیص و تعلیق ہے۔ شرک کی تخصیص کر دی گئی اسے نہیں بخشیگا اور اس کے سوا دوسرے گناہوں کا معاف ہونا مشیت پر منحصر کیا گیا ہے اس سے اس قول کی غلطی ثابت ہوتی ہے کہ ہر گناہ گار کی مغفرت یقینی ہے اور شرک سے بڑھ کر گناہ بھی ہے یعنی خالق کو معطل کر دینا یا یہ کہ کسی گناہ پر عذاب نہ ہونا جائز ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ مذکور نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ بعض گناہوں کو بخشتے ہیں۔ اور بعض کو نہیں بخشتے۔ اور اگر ہر ظالم بنفسہ توبہ یا گناہوں کو مٹانیوالی نیکیوں کے بغیر بخش دیا جاتا تو یہ مشیت کے ساتھ معلق نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہ کم درجے کے گناہ کو جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اس کی دلیل ہے کہ بعضوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور بعضوں کے نہیں۔ سو اس سے نفی بھی باطل ہو گئی اور عام معافی بھی باطل ہو گئی۔

حقیقت ایمان و کفر کی حقیقت

جب اللہ تعالیٰ کے اولیاء مومن اور متقی ہوئے تو چونکہ لوگ ایمان و تقوے میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اس سے وہ اسی کے مطابق ولایت میں بھی ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ وہ کفر و نفاق میں اسی کے مطابق اللہ کی عداوت میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایمان اور تقوی کی اصل اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ماننا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر تسلیم کرنا ہے سو اُن پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان لانا ہے۔ اور کفر و نفاق کی اصل یہ ہے کہ پیغمبروں اور ان کے لائے

ہوئے احکام سے انکار کر دیا جائے اور یہی وہ کفر ہے جس پر آخرت میں عذاب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ وہ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک کہ اس کے پاس رسالت نہ پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ (پ۱۵ ع۲)

اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دینے کے جب تک پیغمبر نہ بھیج لیں۔

اور فرمایا:۔

اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ (پ۶ ع۲)

ہم نے تمہاری طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح اور دیگر نبیوں کی طرف وحی کی تھی جو ان کے بعد تھے۔ اور جس طرح ہم نے ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ۔ ایوب۔ یونس۔ ہارون۔ سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی۔ اور داؤد کو ہم نے زبور کتاب عنایت کی۔ بعض پیغمبروں کے قصے ہم نے تم سے بیان کر دیئے اور بعض پیغمبروں کے حالات ہم نے تمہارے سامنے بیان نہیں کئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے باتیں کیں اور خوب کیں۔ سب پیغمبر نیکوں کو جنت کی خوشخبری دینے والے اور بدوں کو عذاب خدا سے ڈرانے والے تھے۔ تاکہ پیغمبروں کے آنے پیچھے لوگوں کو خدا پر کسی طرح کا جھگڑا رکھنے کا موقع باقی نہ رہے۔

اہل دوزخ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ۔ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ۔ (پ۲۹ ع۱)

جب اس دوزخ میں ایک جماعت داخل کی جائیگی تو اس کے دربان اس جماعت سے پوچھینگے کیا تمہارے پاس کوئی گناہوں سے ڈرانے والا نہیں آیا کہینگے ہاں آیا لیکن ہم نے اسے جھٹلا دیا۔ اور کہہ دیا کہ خدا نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ضرور بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔

اس آیت نے یہ خبر دی کہ جب ایک جماعت دوزخ میں پھینکی جائیگی تو وہ جماعت اس

۱۸ کا اقرار کریگی کہ اس کے پاس گناہوں سے ڈرانے والا آیا تھا۔ اور انہوں نے اسے جھٹلادیا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دوزخ میں صرف وہ جماعت ڈالی جائیگی جس نے گناہوں سے ڈرانے والے (نبی) کی تکذیب کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ (پ ۲۳ ع ۱۴)۔	میں ضرور جہنم کو تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سے بھروں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو ابلیس کی پیروی کرنے والوں سے بھردیگا۔ اور جب جہنم بھر جائیگا تو اس میں اور کسی کی گنجائش نہ ہوگی۔ اس لئے جہنم میں صرف وہ لوگ داخل ہونگے جو شیطان کی پیروی کرینگے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کوئی گناہ نہ ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس جماعت سے ہوگا جس نے شیطان کی پیروی نہیں کی۔ اور گناہ گار نہیں بنا۔ اور اس سے پہلے یہ ذکر آچکا ہے کہ دوزخ میں صرف وہ لوگ داخل ہونگے جن پر پیغمبروں کے ذریعے سے حجّت پوری ہو چکی ہے۔

ایمانِ مفصّل اور مجمل کی تعریف

بعض لوگ پیغمبروں پر مجمل ایمان لاتے ہیں۔ ایمان مفصل وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ پیغمبر لائے ہوں اس میں سے بہت کچھ اس شخص تک پہنچ جائے۔ اور کچھ نہ بھی پہنچے۔ سو جو کچھ اس کے پاس پہنچ جائے اس پر ایمان لائے۔ اور جو نہ پہنچے اس سے واقف نہ ہو۔ اور اگر اس کے پاس پہنچ جائے تو اس پر ایمان لے آئے۔ لیکن جو کچھ پیغمبر لائے ہوں اس پر مجمل ایمان لائے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ اس پر عمل کرے جسے وہ سمجھ لے کہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اور ایمان و تقوایٰ کے ساتھ عمل کرے۔ تو وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اس کے ایمان و تقوایٰ کے مطابق اس کی ولایت ہوگی۔ اور جس چیز کی حجت اس پر قائم نہ ہوئی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے پہچاننے اور اس پر ایمان مفصل لانے کی تکلیف ہی نہیں دیتا اور نہ اس کے ترک پر عذاب دیتا ہے۔ البتہ اس میں سے جو کمی رہ جاتی ہے اس کے مطابق ولایت الٰہی کے کمال میں بھی اس کے لئے کمی رہتی ہے۔ جو شخص رسول کے لائے ہوئے احکام و شرائع

سے واقف ہو ان پر ایمان مفصل لائے۔ اور ان پر عمل کرے اُس کا ایمان اور اس کی ولایت اس شخص کے ایمان و ولایت کی بہ نسبت زیادہ کامل ہوتی ہے۔ جو ان سے مفصل طور پر واقف نہ ہو اور نہ عمل کرے لیکن ہونگے دونوں ولی اللہ۔ جنّت کے درجے مقرر ہیں۔ بعض درجوں کو دوسرے درجوں پر بڑی فضیلت ہے۔ اور اولیاء اللہ جو کہ مومن و متقی ہوتے ہیں، ان میں اپنے ایمان و تقوای کے مطابق ہونگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ انْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۔

(پ ۱۵ ع ۲)

جو شخص دنیا کا طالب ہو تو ہم جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں اسی دنیا میں سہولت اسکو دے دیتے ہیں۔ مگر پھر آخر کار ہم نے اس کے لئے دوزخ ٹھہرا رکھی ہے جس میں وہ بُرے حالوں راندۂ درگاہ خدا ہو کر داخل ہو گا۔ اور جو شخص طالب آخرت ہو اور آخرت کیلئے جیسی کوشش کرنی چاہئے۔ ویسی اس کیلئے کوشش بھی کرے۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو۔ تو یہی لوگ ہیں جن کی محنت خدا کے ہاں مقبول ہو گی۔ اے پیغمبر اُن کو اور ان کو تیرے پروردگار ہی کی بخشش سے ہم امداد دیتے ہیں اور تیرے پروردگار کی مدد کسی پر بند نہیں۔ دیکھو تو سہی کہ ہم نے دنیا میں بعض لوگوں کو بعض پر کیسی برتری دی ہے اور البتہ آخرت کے درجے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور ویسے ہی اس دن کی برتری بھی بڑھ کر ہے۔

بعض اہلِ جنّت کی بعض پر فضیلت

اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ وہ طالب دنیا کو بھی اور طالب آخرت کو بھی اپنی بخشش سے امداد دیتا ہے۔ اور نیک ہو یا بد کسی پر اس کی بخشش کا دروازہ بند نہیں ہے۔ پھر فرمایا "اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا" اس میں بیان فرمایا کہ آخرت میں لوگوں کو ایک دوسرے پر جو فضیلت ہو گی۔ وہ اس فضیلت کی بہ نسبت بہت زیادہ ہو گی جو دنیا میں ہوتی ہے۔ اور

آخرت کے درجے دنیا کے درجوں سے بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جس طرح تمام بندے ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء بھی ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں فرمایا:۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (پ۳ ع۱)

ان پیغمبروں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے اور وجوہ سے درجے بلند کئے اور عیسیٰ ابن مریم کو کھلے کھلے معجزے دئے اور اس کی تائید روح قدس سے کی۔

اور فرمایا:۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا" (پ۱۵ ع۶)

ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر برتری دی اور داؤد کو ہم نے زبور دی۔

صحیح مسلم میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

۱۹ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ لَكَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ "

مومن قوی مومن ضعیف کی بہ نسبت بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ ہر اچھی چیز کو جو تجھے نفع پہنچائے حاصل کرنے کی کوشش کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ اور عاجز نہ ہو۔ اور اگر تجھے کچھ تکلیف پہنچ جائے تو یہ نہ کہہ کہ "اگر میں کرتا تو ایسا ہوتا" بلکہ یہ کہہ کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی جو چاہا سو کر دیا۔ کیونکہ "اگر" شیطان کی کارستانیوں کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَاَصَابَ فَلَهٗ

جب کوئی حاکم اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست

اَجْرَانِ وَاِذَا اجْتَهَدَ فَاَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ "

نکلے تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ اور جب اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد غلط نکلے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى " (پ ۲۷ ع۱۷)

تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کئے اور دشمنوں سے لڑے وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے پیچھے مال خرچ کئے اور لڑے اور یوں حسن سلوک کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے سب ہی سے کر رکھا ہے۔

اور فرمایا:۔

لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا " (پ ۵ ع۱۰)

جب مسلمانوں کو کسی طرح کی معذوری نہیں اور وہ جہاد سے بیٹھ رہے اور ایسے شریک ہونیکی چنداں ضرورت بھی نہ تھی یہ لوگ درجے میں ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مال و جان سے جہاد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے۔ اور یوں خدا کا وعدہ نیک تو سب ہی مسلمانوں سے ہے اور اللہ نے ثواب عظیم کے اعتبار سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑی برتری دی ہے۔ یہ لوگوں کے مدارج ہیں جو خدا کے ہاں سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بخشش اور مہر ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور فرمایا:۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور ادب

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ " (پ ۱۰ ع ۹)

وحرمت والی مسجد یعنی خانۂ کعبہ کے آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لاتا۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک تو یہ لوگ ایک دوسرے کے برابر نہیں۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھایا کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور دین کے لئے انہوں نے ہجرت کی۔ اور اپنے جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی ہیں جو منزلِ مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی اور ایسے باغوں میں رہنے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ملیگی۔ اور یہ لوگ ان باغوں میں سدا کو اور ہمیشہ ہمیشہ رہینگے بیشک اللہ کے ہاں ثواب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

اور فرمایا:۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔

(پ ۲۳ ع ۱۵)

بھلا جو شخص رات کے اوقات تنہائی میں خدا کی بندگی میں لگا ہے کبھی اس کی جناب میں سجدہ کرتا ہے۔ اور اس کے حضور میں دست بستہ کھڑا ہوتا۔ آخرت سے ڈرتا۔ اور اپنے پروردگار کے فضل کا امیدوار ہے کہیں ایسا شخص بندۂ نافرمان کے برابر ہوسکتا ہے اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی برابر ہوئے ہیں مگر ان باتوں سے وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

اور فرمایا:۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (پ ۲۸ ع ۲)	تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کریگا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی سب خبر ہے۔

مجنون ولی نہیں ہو سکتا

یہ ثابت ہو گیا کہ بندہ اس وقت تک ولی اللہ نہیں ہو سکتا جب تک وہ مومن و متقی نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (پ ۱۱)	سنو! اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور متقی بنے

اور صحیح بخاری میں حدیث مشہور ہے اور اس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے:۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ۔	اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے تا آنکہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

اور اس وقت تک مومن و متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ فرائض ادا کر کے خدا کا قرب حاصل نہ کرے اور جب ایسا کرے تو وہ ابرار اہلِ یمین میں سے ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ نوافل کے ذریعے سے قرب حاصل کرتے کرتے سابقین مقربین میں داخل ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ کفار اور منافقین میں سے کوئی بھی خدا کا ولی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ شخص ولی ہو سکتا ہے جس کا ایمان اور جس کی عبادات درست نہ ہوں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ایسے آدمی پر گناہ کوئی نہیں مثلاً کفار کے چھوٹے بچے اور وہ جن تک دعوت نہیں پہنچی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جب تک ان کے پاس رسول نہ آئے ان کو عذاب نہ ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر صادق رہیگی کہ یہ لوگ اس وقت تک اولیاء اللہ نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ مومن و متقی نہ بن جائیں جو شخص نیکی کرنے کے بغیر اور گناہوں کو ترک کرنے کے بغیر قرب کا طالب ہو وہ بھی اولیاء اللہ میں سے نہیں اور یہی حالت

دیوانوں اور بچوں کی ہے ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَۃٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یُفِیْقَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَحْتَلِمَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ ۔	یہ تینوں گروہ معاف ہیں دیوانہ جب تک ہوش میں نہ آئے بچہ جب تک بالغ نہ ہو اور سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے ۔

اس حدیث کو اہل سنن نے علی و عائشہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے اہل علم اس حدیث کے قابل قبول ہونے میں متفق ہیں البتہ وہ بچہ جس میں تمیز کی قوت پیدا ہو چکی ہو اس کی عبادات درست ہوتی ہیں اور اس کو ثواب بھی ملتا ہے ۔ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے ۔ لیکن مجنون مرفوع القلم کے متعلق علماء کا اتفاق ہے کہ نہ اس کی عبادات درست ہیں نہ کفر و ایمان ۔ نہ نماز وغیرہ ۔ بلکہ عام اہل عقل کے نزدیک وہ تجارت اور صنعت وغیرہ دنیوی معاملات کا بھی اہل نہیں ہے ۔ نہ وہ بزاز ہو سکتا ہے اور نہ عطار ۔ لوہار ۔ یا بڑھئی بہ اتفاق علماء اس کے وعدے بھی درست نہیں ہیں ۔ اس کی خرید و فروخت ۔ نکاح و طلاق ، اقرار و شہادت الغرض ہر طرح کے اقوال غیر معتبر ہیں ۔ اس کے اقوال سارے کے سارے لغو ہیں ۔ اور ان سے کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں ہو سکتا ۔ نہ ان کا ثواب ملتا ہے ۔ اور نہ ان کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے ۔ صاحب تمیز بچے کی حالت اس سے مختلف ہے ۔ بعض جگہوں میں اس کے اقوال نص اور اجماع کے مطابق معتبر ہوتے ہیں اور بعض جگہوں میں ان کے معتبر ہونے میں اختلاف ہے ۔

جب مجنون کا ایمان و تقوای معتبر نہیں اور نہ وہ فرائض و نوافل سے خدا کا قرب حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔ تو اس کا ولی اللہ ہونا ممتنع ہوا اور کسی کو یہ جائز نہیں کہ اس کے متعلق ولی اللہ ہونے کا عقیدہ رکھے ۔ قطعاً جبکہ اس پر اس کی دلیل بھی نہ ہو ۔ رہا یہ سوال کہ مجنون کے بعض مکاشفات و تصرفات سننے یا دیکھنے میں آئے ہیں ۔ مثلاً کسی نے دیکھا کہ اس نے کسی کی طرف اشارہ کیا اور مشارٌ الیہ مر گیا یا گر پڑا ۔ سو یہ ثابت شدہ بات ہے کہ مشرکین و اہل کتاب میں سے بعض کفار و منافقین کو بھی مکاشفات اور شیطانی تصرفات حاصل تھے ۔ کاہن ۔ جادوگر ۔ مشرک پجاری اور اہل کتاب وہ وہ شعبدے دکھاتے تھے کہ

لوگ دنگ رہ جاتے تھے۔ اس لئے کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ صرف اس بات کو کسی شخص کے ولی اللہ ہونے کی دلیل قرار دے۔ خواہ اس نے اس میں کوئی ایسی بات بھی نہ دیکھی ہو جو ولی ہونے کو منافی ہو۔ چہ جائیکہ اس شخص میں ایسی باتیں پائی جائیں جو ولی اللہ ہونے کی منافی ہوں۔

اتباعِ رسولؐ سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں

مثلاً یہ معلوم ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتباع کے واجب ہونے کا ظاہراً و باطناً عقیدہ نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرع ظاہری کے متبع ہیں نہ کہ حقیقت باطنی کے۔ یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اولیاء اللہ کے پاس خدا کی طرف جانے کا طریقہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ سے علاوہ ہے۔ یا یہ کہے کہ انبیاء نے راستہ تنگ کر دیا ہے۔ یا یہ کہ ان کی پیروی عوام کے لئے ہے نہ کہ خواص کے لئے۔ اسی طرح کی اور کئی باتیں ان لوگوں کے عقاید میں داخل ہوگئی ہیں جو ولی ہونے کے مدعی ہوتے ہیں ان لوگوں میں تو یک گونہ کفر ہے۔ جو کہ سرے سے ایمان کا منافی ہے تا بہ ولایت چہ رسد جو شخص اس وجہ سے کسی کو ولی سمجھے کہ اس سے خلاف عادت کوئی کام سرزد ہو گیا ہے وہ یہود و نصاریٰ سے زیادہ گمراہ ہے۔ اسی طرح مجنون کا مجنون ہونا ہی صحت و ایمان و عبادات کا منافی ہے۔ اور ایمان و عبادات ولی اللہ ہونے کی شرطیں ہیں۔ جو شخص کبھی دیوانہ ہو جائے اور کبھی ہوش میں آ جائے اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ جب وہ ہوش کی حالت میں خدا اور رسولؐ پر ایمان لاتا ہو فرائض ادا کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو تو یہ شخص جب مجنوں ہو جائے تو اس کا جنون اس کو مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس ایمان و تقویٰ کا جو کہ وہ بحالت افاقہ حاصل کر چکا ہے ثواب دے اور اسی کے مطابق اسے ولایت بھی حاصل ہو اور جو شخص ایمان اور تقویٰ کے بعد مجنوں ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے ایمان اور تقویٰ کا اجر اور ثواب دیتا ہے۔ اور اس جنون کی وجہ سے جس میں کہ وہ اپنے کسی برے فعل کی وجہ سے مبتلا نہ ہوا ہو ضائع نہیں کرتا جنون کی حالت میں وہ مرفوع القلم رہیگا ان حالات میں جو شخص ولایت کا مدعی ہو اور وہ فرائض ادا

نہ کرتا ہو نہ گناہوں سے بچتا ہو بلکہ ایسے کام کرتا ہو جو ولایت کے منافی ہیں تو ایسے شخص کو ولی اللہ کہنا کسی فرد کے لئے جائز نہیں ہے۔ اگر مجنوں تو نہ ہو لیکن جنوں کے بغیر ہی بیخود سا رہتا ہو یا کبھی جنوں کی وجہ سے اس کی عقل جاتی رہے اور پھر افاقہ ہو جائے لیکن وہ فرائض ادا نہ کرے اور اعتقاد رکھے کہ اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع واجب نہیں ہے تو وہ کافر ہے خواہ وہ ظاہراً اور باطناً مجنوں اور مرفوع القلم ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے شخص کو اگر کافروں جیسا عذاب نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عزت کا بھی مستحق تو نہیں ہے جو کہ اہل ایمان اور تقویٰ کے لئے مخصوص ہے ان دونوں تقدیروں پر کسی شخص کے لئے اس کے بارے میں ولی اللہ ہونے کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں لیکن اگر افاقہ کی حالت میں وہ مومن اور متقی ہو تو اس کے مطابق اس کو ولایت حاصل ہو گی اور اگر وہ افاقہ کی حالت میں کفر و نفاق میں مبتلا ہو۔ پھر اس پر جنوں طاری ہو گیا ہو تو اس کفر و نفاق کی وجہ سے اس کو عذاب ملیگا اور اس کا جنوں اسے اس کفر و نفاق سے دور نہیں کر سکتا جو کہ افاقہ کی حالت میں وہ کما چکا ہے۔

عارف لوگ مخلوق کے اندر ہی چھپے رہتے ہیں

اولیاء اللہ ظاہری مباح امور میں لوگوں سے کسی طرح ممتاز نہیں ہوتے۔ نہ ان کی کوئی خاص وردی ہوتی ہے نہ وہ بال منڈوانے یا بالوں کو چھوٹا کرنے میں بشرطیکہ یہ چیزیں مباح ہوں ان کو کوئی خاص امتیاز حاصل ہوتا ہے چنانچہ کہاوت ہے۔ کم من صدیق فی قباء وکم من زندیق فی عباء

بسا اوقات صدیق فاخرہ قباء میں ملبوس ہوتے ہیں اور بسا اوقات زندیق بے دین گودڑی پہنے ہوتے ہیں۔ع

درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

بلکہ اولیاء اللہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گروہوں میں موجود ہیں بشرطیکہ وہ ظاہری بدعات اور فسق و فجور میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ لوگ اہل تمیز۔ اہل علم۔ اہل جہاد۔ اہل شمشیر۔ اہل تجارت و صنعت اور اہل زراعت سب لوگوں میں پائے جاتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی قسمیں حسب ذیل بیان فرمائی ہیں:۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۔

(پ ۲۹ ع ۱۳)

لے پیغمبر تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور چند لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں۔ کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات نماز میں کھڑے رہتے ہو اور رات اور دن کا ٹھیک اندازہ اللہ ہی کرسکتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ تم وقت کا حفظ نہیں کرسکتے تو اس نے تمہارے حال پر رحم کیا۔ اور وقت کی قید اٹھادی تو اب تہجد میں جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔ اس کو معلوم ہے کہ تم میں سے بعض آدمی بیمار پڑینگے اور بعض خدا کے فضل یعنی معاش کی تلاش میں ادھر ادھر ملک میں سفر کررہے ہونگے۔ اور بعض خدا کی راہ میں دشمنوں سے لڑتے ہونگے۔ دبہرکیف جتنا قرآن تہجد میں آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔

صوفی کی وجہ تسمیہ

سلف صالحین اہل دین وعلم کو قاری کہا کرتے تھے۔ چنانچہ علماء اور عبادت گذار لوگ اسی جماعت میں داخل ہیں بعدہٗ صوفیا اور فقرا کا نام پیدا ہوگیا تھا، ور صوفیا کا نام صوف کے لباس کی طرف منسوب ہے اور یہی صحیح بات ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے فقہار کی برگزیدگی کی طرف اشارہ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نام صوفہ ابن ادبن کی طرف منسوب ہے جو کہ عرب کے ایک قبیلہ کی باورچن تھی اور وہ قبیلہ عبادت گذاری میں مشہور تھا نیز کہا گیا ہے کہ صوفی کا نام اصحاب صُفّہ کی طرف منسوب ہے بعض کہتے ہیں کہ صفا کی طرف منسوب ہے بعض کہتے ہیں کہ صفوت کی طرف منسوب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پہلی صف میں کھڑا ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ قول ضعیف ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا توصفیہ ۲۲

یا صفائی یا صفوی وغیرہ کہا جاتا اور صوفی نہ کہا جاتا اور فقرا کے نام کا اطلاق اہل سلوک پر بھی ہونے لگا اور یہ حال ہی میں مشہور ہوا ہے لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا صوفی کا نام افضل ہے یا فقیر کا۔ اس میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ شکر گزار غنی بہتر ہے یا صبر کرنے والا فقیر اور اس مسئلے میں قدیم سے جھگڑا چلا آتا ہے جنیدؒ اور ابو العباس ابن عطار کے درمیان بھی یہ جھگڑا ہوا احمد بن حنبلؒ سے اس معاملہ میں دو روایتیں ہیں اور صحیح وہی بات ہے جس کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ (پ ۲۶ ع ۱۴)	لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ ورنہ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہ ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔

صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون لوگ افضل ہیں فرمایا جو تمام لوگوں سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ عرض کی گئی کہ ہم یہ نہیں پوچھتے تو فرمایا یوسف نبی اللہ ابن یعقوب نبی اللہ ابن اسحٰق نبی اللہ ابن ابراہیم خلیل اللہ افضل ہیں۔ پھر عرض کی گئی کہ ہم یہ نہیں پوچھتے تو فرمایا کہ معادن عرب کے متعلق پوچھتے ہو؟ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا (لوگوں کی مثال بھی سونے اور چاندی کی کانوں کی ایسی ہے ان میں سے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں سب سے بہتر تھے ان کو جب سمجھ آجائے تو اسلام میں بھی سب سے بہتر ثابت ہوتے ہیں)

فضیلت کا معیار تقویٰ ہے

کتاب وسنت اس پر دال ہیں کہ لوگوں میں سے زیادہ باعزت وہ ہیں جو ان

میں سے زیادہ متقی ہیں۔ سنن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا: لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ وَلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ" (کسی عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضلیت حاصل نہیں ہے اور کرہے تو محض تقواہی کی بنا پر۔ لوگ آدمؑ کی نسل سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنایا گیا ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا" اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ اَلنَّاسُ رَجُلَانِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ" (اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے زمانے کا اترانا اور اس زمانے کا باپ دادوں پر فخر کرنا دور کردیا ہے۔ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں متقی مومن اور بدکار شقی) سو جو شخص ان اقسام میں سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے۔ اور جب دونوں تقوایٰ میں برابر ہوں تو وہ دونوں درجہ میں بھی برابر ہیں۔

لفظ فقر کی تحقیق

لفظ فقر سے شریعت میں مال سے فقیر ہونا مراد ہوتا ہے۔ اور مخلوق کا خلق کی طرف محتاج ہونا بھی مراد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ" (صدقات فقرا اور مساکین کے لئے ہوتے ہیں) اور فرمایا:۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ" (اے لوگو تم خدا کے محتاج ہو۔) اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فقیروں کی دو قسمیں بیان فرما کر دونوں کی تعریف کی ہے ایک اہل الصدقات اور اہل فے۔ پہلی قسم کے متعلق فرمایا:۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ

خیرات ان حاجتمندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ گھر سے بیٹھے ہیں ملک میں کسی طرف کو جانا چاہیں تو جا نہیں سکتے۔ جو شخص ان کے حال سے بے خبر ہے وہ ان کی خودداری کی وجہ سے ان کو غنی سمجھتا ہے لیکن اے مخاطب تو انہیں دیکھے تو ان کی صورت سے ان کو صاف

اِلْحَافًا ۔ (پ۳ ع۵)

پہچان جائے۔ کہ محتاج ہیں مگر ہاں لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔

دوسری قسم کے متعلق جو کہ دونوں میں سے افضل ہے

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ۔ (پ۲۸ ع۴)

وہ مال جو بن لڑے ہاتھ لگا ہے منجملہ اور حق داروں کے محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو کافروں کے ظلم سے اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیے گئے۔ اور اب وہ خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلبگاری میں لگے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں یہی تو سچے مسلمان ہیں۔

٢٣ یہ ان مہاجرین کی صفت ہے جنہوں نے گناہ ترک کر دیے تھے۔ اور خدا کے دشمنوں سے ظاہری و باطنی طور پر جہاد کیا تھا۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ۔

مومن وہ ہے جسے لوگ اپنے مال و جان پر امین سمجھیں اور مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ مہاجر وہ ہے جو خدا کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے اور مجاہد وہ ہے جو خدا کی ذات کے بارے میں اپنے نفس سے جہاد کرے

جہادِ اصغر و جہادِ اکبر

بعض نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں فرمایا:۔

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ۔

ہم چھوٹے جہاد سے واپس لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آ گئے ہیں۔

اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال

کے متعلق علم رکھنے والے لوگوں میں سے کسی نے اسے روایت نہیں کیا۔ کفار سے جہاد کرنا سب سے بہتر کاموں میں سے ہے۔ بلکہ وہ ان تمام اعمال سے جنہیں انسان ثواب کے لئے کرتا ہے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (پ ۵ ع ۱۰)

جن مسلمانوں کو کسی طرح کی معذوری نہیں اور وہ جہاد سے بیٹھ رہے۔ اور ان کے شریک ہونے کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مال و جان سے خدا کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں۔ اللہ نے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے اور یوں خدا کا وعدہ نیک تو سب ہی مسلمانوں سے ہے۔ اور اللہ نے ثواب عظیم کے اعتبار سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑی برتری دی ہے

اور فرمایا:۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَ

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور ادب و حرمت والی مسجد یعنی خانہ کعبہ کے آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں جیسا سمجھ لیا۔ جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا اور اللہ کے رستے میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ لوگ ایک دوسرے کے برابر نہیں۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا جو لوگ ایمان لائے اور دین کے لئے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ میں کہیں بڑھ کر ہیں اور

أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ، يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا، إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ

(پ ۱۰ ع ۹)

یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی اور ایسے باغوں میں رہنے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آشائش ملیگی۔ اور یہ لوگ ان باغوں میں سدا کو اور ہمیشہ ہمیشہ رہینگے۔ بیشک اللہ کے ہاں ثواب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک شخص نے یہ کہا کہ اسلام لانے کے بعد اگر میں حاجیوں کو پانی پلاتا رہوں تو اور کسی عمل کی مجھے کیا ضرورت ہے دوسرے شخص نے کہا کہ اگر اسلام لانے کے بعد میں مسجد الحرام کو آباد کئے رکھوں تو اور کسی عمل کی مجھے کیا ضرورت ہے۔ اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا ان دونوں سے افضل ہے جو کہ تم نے ذکر کئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس زور سے باتیں نہ کرو۔ لیکن جب نماز ادا ہو چکے گی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھوں گا۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا اور اللہ تعالیٰ نے متذکرہ بالا آیت نازل فرمائی۔ صحیحین میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کون عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل ہے۔ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون عمل افضل ہے تو فرمایا کہ والدین سے نیکی کرنا میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔ عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی باتیں پوچھیں اگر میں اور پوچھتا تو اور بھی بتاتے۔ اور صحیحین ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے افضل کونسا عمل ہے؟ فرمایا کہ خدا پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا پھر کون؟ تو فرمایا

کہ حج مقبول۔ صحیحین میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو۔ فرمایا کہ تجھے اس کی برداشت نہ ہوگی (یا استطاعت فرمایا یا طاقت) اس نے عرض کیا کہ بتا ہی دیجئے فرمایا:۔

هَلْ تَسْتَطِيْعُ إِذَا خَرَجْتَ مُجَاهِدًا اَنْ تَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ وَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ۔

کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ جب تم جہاد کے لئے کھڑے ہوتے ہو وہاں یہ بھی کرو کہ روزہ رکھو تو افطار نہ کرو۔ اور نماز پر کھڑے ہو تو کبھی وقفہ نہ کرو۔

معاذ پر انوارِ نبوی کی بارانِ رحمت

سنن میں معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجتے وقت وصیت فرمائی کہ

يَا مُعَاذُ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔

یعنی اے معاذ جہاں کہیں ہو خدا سے ڈرتے رہو گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے بعد جلد نیکی کرو کہ اس گناہ کو مٹادے۔ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤ۔ ۲۴

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں سو ہر نماز کے پیچھے یہ ضرور کہہ دیا کرو کہ

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ،

اے اللہ مجھے توفیق دے کہ تیری یاد اور تیرا شکر ادا کرتا رہوں اور اچھی طرح تیری بندگی انجام دوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر حضرت معاذؓ کے پاس بیٹھے ہوئے فرمایا کہ اے معاذ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اپنے بندوں پر خدا کا کیا حق ہے (معاذ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی اس کو اچھی طرح جانتے

ہیں حضورؐ نے فرمایا ان پر خدا کا حق یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں (پھر فرمایا) کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب بندے یہ حق ادا کر دیں تو خدا پر ان کا کیا حق ہو جاتا ہے معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ اور رسولؐ ہی اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا "بندوں کا حق خدا پر یہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے" یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ ہی سے فرمایا "سب کاموں کی جڑ اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور سب سے بلند عمل جہاد ہے پھر فرمایا میں تمہیں نیکی کے دروازے ہی کیوں نہ بتا دوں۔ روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔ اور اسی طرح آدھی رات کے وقت نماز پڑھنا نیکی کے دروازوں میں سے ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیہ کریمہ پڑھی

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

(پ ۲۱ ع ۱۵)

رات کے وقت ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور عذاب کے خوف اور رحمت کی امید سے اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے اور جو کچھ بھی ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ لوگوں کے نیک عملوں کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پردہ غیب میں موجود ہے یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

پھر فرمایا اے معاذؓ میں تجھے وہی چیز کیوں نہ بتا دوں جس پر ان تمام باتوں کی قبولیت کا مدار ہے۔ حضورؐ نے معاذؓ کی زبان پکڑ کر فرمایا اپنی اس زبان کو قابو میں رکھ۔ معاذؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم جو باتیں کرتے ہیں ان پر بھی ہم سے مواخذہ ہو گا۔ حضورؐ نے فرمایا تجھ پر ماں کی پھٹکار معاذؓ تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آگ میں جو لوگ نتھنوں کے بل اوندھے گرائے جائینگے وہ

اپنی درانتی کی سی زبانوں کے باعث ہی ہلاک ہونگے۔ اس کے بیان میں صحیحین ہی کی ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جو شخص خدا اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔	مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ "

اچھی بات کرنا اس سے بہتر ہے کہ اچھی بات سے خاموشی اختیار کر لی جائے اور بری بات سے خاموش رہنا بری بات کہدینے سے بہتر ہے۔

دائمی خاموشی ممنوع ہے

رہی دائمی خاموشی سو وہ بدعت ہے اور اس کی ممانعت کی گئی ہے اسی طرح روٹی اور گوشت کھانا اور پانی پینا چھوڑ دیا جائے تو یہ بھی بڑی مذموم بدعت ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑا دیکھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے یعنی دھوپ میں کھڑا رہتا ہے سائے سے پرہیز کرتا ہے۔ باتیں نہیں کرتا اور روزہ رکھے رہتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے حکم دیدو کہ بیٹھ جائے۔ اور اپنے اوپر سایہ کرے۔ باتیں کرے۔ اور روزے کو پورا کرے۔ صحیحین میں حضرت انس ؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ چند آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کئے گویا وہ دریافت کرتے تھے کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عبادت گزار ہے۔ جب ان کو بتلایا گیا تو انہوں نے اپنے لئے اس عبادت کو کم سمجھا اور کہنے لگے ہم میں سے کون رسول صلعم کے برابر ہے ہمیں ان سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے کیونکہ ان کے گناہ سب معاف تھے پس ایک نے کہا میں روزہ رکھونگا اور افطار نہیں کرونگا۔ دوسرے نے کہا میں نماز پڑھتا رہونگا تو سوؤنگا نہیں۔ تیسرے نے کہا میں گوشت نہ کھاؤنگا۔ چوتھے نے کہا میں بیبیوں سے نکاح نہیں کرونگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں میں تو روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو سوتا بھی ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں اور بیویاں بھی رکھتا ہوں

پس جو شخص میری سنت سے ہٹیگا وہ مجھ سے نہیں ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص
کسی طریق پر چل کر یہ خیال کرے کہ اس کا طریق بہتر ہے تو وہ اللہ اور رسولؐ سے بیزار ہے ۲۵
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۔ (پ ۱ ع ۱۶) | جو شخص ملت ابراہیم سے ہٹتا ہے وہ آدمی بیوقوف ہے

بلکہ ہر مسلم پر یہ عقیدہ واجب ہے کہ بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ ہر جمعہ کو یہ باتیں خطبہ میں فرمایا کرتے تھے۔

فصل

اولیاء اللہ معصوم نہیں ہوتے

ولی اللہ کے لئے معصوم ہونا یا خطا اور غلطی سے مبرا ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علم شریعت کی بعض باتیں بھی اُسے معلوم نہ ہوں اور دین کے بعض امور میں بھی اسے مغالطہ ہو اور یہ سمجھنے لگے کہ فلاں امور کا خدا نے حکم دیا ہے اور فلاں سے منع کیا ہے حالانکہ دراصل ایسا نہ ہو۔ بعض خوارق عادات کو اولیاء اللہ کی کرامات خیال کرے۔ حالانکہ دراصل وہ شیطانی حرکات ہوں جنہیں شیطان نے اس کا درجہ گھٹانے کے لئے باعث شبہ بنا دیا ہو۔ اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ شیطان کی حرکات ہیں۔ اس کے باوجود ہو سکتا ہے کہ وہ ولایت کے درجے سے خارج نہ ہو کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس اُمت سے خطا۔ نسیان اور ایسی باتوں سے جو ان سے بدرجہ مجبوری سرزد ہوں معاف رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ | اللہ تعالیٰ نے جو کچھ رسول کی طرف نازل کیا اس پر

مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ، لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ "

(پ ۳ ع ۸)

رسول اور مومنین سب ایمان لائے سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں ہم پیغمبروں میں سے کسی ایک کو جدا نہیں سمجھتے اور بول اٹھے کہ ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تسلیم کیا اے ہمارے پروردگار بس تیری ہی مغفرت درکار ہے۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جس کی اٹھانے کی اس کو طاقت ہو۔ جس نے اچھے کام کئے تو ان کا نفع بھی اس کے لئے ہے اور جس نے برے کام کئے ان کا وبال بھی اسی پر ہے۔ اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم کو نہ پکڑ اور اے ہمارے پروردگار جو لوگ ہم سے پہلے ہو گذرے ہیں جس طرح ان پر تو نے بار ڈالا تھا ویسا بار ہم پر نہ ڈال اور اے ہمارے پروردگار اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم کو طاقت نہیں ہم سے نہ اٹھوا اور ہمارے قصوروں سے درگذر اور ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مددگار ہے تو ان لوگوں کے مقابلے میں جو کہ کافر ہیں ہماری مدد کر۔

صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کر لیا اور فرمایا ہے کہ میں نے یہ کر دیا۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی

اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ

اگر تم ظاہر کرو اس چیز کو جو کہ تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپائے رکھو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے ہی لیگا

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ۳ ع)	اور جسے چاہیگا بخش دیگا۔ اور جسے چاہیگا عذاب دیگا اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ قادر ہے۔

تو ان کے دلوں میں کوئی ایسی بات داخل ہوئی جس سے زیادہ سخت اس سے پہلے کبھی داخل نہیں ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہدو۔

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا۔	ہم نے سنا۔ ہم نے مانا اور سر تسلیم خم کر دیا۔

فرمایا کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کا القا کیا اور یہ آیت نازل کی۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا الخ۔ جب انہوں نے کہا اے خدا اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہمیں نہ پکڑ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قد فعلتُ (میں نے ایسا کر دیا یعنی معاف کر دیا) پھر انہوں نے کہا اے اللہ ہم پر ان لوگوں جیسا بوجھ نہ ڈال جو کہ ہم سے پہلے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ فَعَلْتُ یعنی میں نے تمہاری دعا قبول کر لی۔ پھر انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جس کی ہم کو طاقت نہ ہو ہم سے درگذر کر ہمارے گناہوں کو بخش دے ہم پر رحم کر تو ہمارا مددگار ہے اور تو کافروں کی قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔ اس کے جواب میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا اَخْطَأْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ (پ۲۱ ع)	اور نہیں ہے تم پر گناہ اس بات میں کہ جو بھول چوک سے ہو جائے۔ لیکن اس میں گناہ ہے جس کو تمہارے دل جان بوجھ کر کریں۔

صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ابو ہریرہؓ اور عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مرفوع روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔

اِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِنْ اَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ۔	جب حاکم اجتہاد کرے اور اجتہاد درست نکلے تو اس کے دو اجر ہیں اور اگر غلط نکلے تو اس کا ایک اجر ہے۔

خطا کرنے والے مجتہد کو گناہ گار نہیں ٹھیرایا بلکہ اس کے لئے ایک اجر رکھا جو کہ اجتہاد کرنے کا صلہ ہے اور اس کی خطا معاف کر دی لیکن وہ مجتہد جس کا اجتہاد ٹھیک نکلے دو اجر حاصل کرتا ہے اور وہ پہلے سے افضل ہے۔

الہام کی صحت کا معیار

اسی لئے جب ولی اللہ کے لئے غلطی کا امکان ہے تو لوگوں کو اسکی تمام باتوں پر ایمان لانا ضروری نہیں ہاں البتہ نبی ہو تو اور بات ہے اور ولی اللہ کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ان تمام چیزوں پر اعتماد کرے جو کہ اس کے دل پر القا ہوتی ہیں الّا یہ کہ وہ موافق شریعت ہوں اپنے الہام۔ مکالمہ۔ اور مخاطبہ جسے وہ خدا کی طرف سے سمجھے، بھروسا نہ کرے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان سب کو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کی کسوٹی پر پرکھ لے اگر موافق نکلے تو منظور کرے اور اگر مخالف ہو نہ قبول کرے۔ اور اگر اسے معلوم نہ ہو کہ موافق ہے یا مخالف تو اس پر تامل کرے۔

غلط اجتہاد یا غلط الہام ولایت کا منافی نہیں

اس باب میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں دو قسمیں دونوں انتہاؤں پر ہیں ایک وسط میں ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو کہ کسی شخص پر ولی اللہ ہونے کا عقیدہ جما لیتے ہیں پھر جو بات بھی اس کے خیال میں خدا کی القا کی ہوئی بات ہو اس سے موافقت کر لیتے ہیں اور جو کچھ بھی وہ کرتا ہے اسے تسلیم کر لیتے ہیں دوسری قسم اس شخص کی ہے جو کہ کسی شخص کے قول یا فعل کو موافق شرع نہ سمجھے تو اس شخص کو ولایت ہی سے خارج کر دیتا ہے اگرچہ وہ مجتہد مخطی ہی کیوں نہ ہو لیکن بمصداق خیار الامور اوساطہا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ تو ولی اللہ کو معصوم سمجھا جائے اور نہ گنہگار۔ جب اجتہاد میں خطا کرے تو اس کی ہر بات کا اتباع نہ کیا جائے اور نہ اس کے اجتہاد کے ساتھ کفر وفسق کا حکم لگایا جائے۔ لوگوں پر واجب وہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کے ذریعے بھیجی ہے لیکن جب بعض فقہاء کے قول کا خلاف کرے اور بعض سے موافقت کرے تو کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اسے قول مخالف سے الزام دے اور کہے کہ یہ مخالفت شرع ہے۔ اور صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ نے فرمایا:۔

قَدْ كَانَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ يَكُنْ فِيْ أُمَّتِيْ أَحَدٌ فَعُمَرُ مِنْهُمْ"	تم سے پہلی امتوں میں محدث ہو گذرے ہیں اور اگر میری امت میں بھی محدث ہیں تو عمر ان میں سے ہے

ترمذی وغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

لَوْ لَمْ اُبْعَثْ فِیْکُمْ لَبُعِثَ فِیْکُمْ عُمَرُ رض ۔	اگر میں تم میں سے مبعوث نہ ہوتا تو عمرؓ مبعوث ہوتے

ایک اور حدیث میں ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ ضَرَبَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِہٖ وَ فِیْہِ لَوْ کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ لَکَانَ عُمَرُ "	اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان دل اور منہ کو حق سے معمور کر دیا ہے اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔

علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے ہم یہ خیال کرنے لگ جاتے تھے کہ عمرؓ کی زبان سے تسلی برس رہی ہے ۔شعبیؒ کی روایت سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے ثابت ہے کہ آپنے فرمایا کہ جب کبھی حضرت عمرؓ یہ فرماتے تھے کہ میری رائے یہ ہے تو ایسا ہی ہوتا تھا جیساکہ وہ کہتے تھے۔ قیسؓ ابن طارق سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں ہم کہا کرتے تھے کہ عمرؓ کی زبان سے فرشتہ باتیں کر رہا ہے اور عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ فرمانبردار لوگوں کے منہ سے قریب ہوکر باتیں سنا کرو۔کیونکہ ان پر سچی باتیں کھلتی ہیں اور وہی سچی باتیں جن کے متعلق حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ فرمانبردار لوگوں پر منکشف ہوتی ہیں اولیاء اللہ کے لئے بھی اللہ کی طرف سے منکشف ہوتی ہیں۔پس ثابت ہوگیا کہ اولیاء اللہ سے مخاطبہ اور مکاشفہ ہوتا ہے اور ان لوگوں میں سب سے افضل امت محمدیہ میں ابوبکرؓ کے بعد عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بڑا درجہ ابوبکرؓ کا ہے پھر عمرؓ کا۔صحیحین میں حضرت عمرؓ کے متعلق محدث ہونے کی تعیین ثابت ہے جو محدث اور مخاطب امت محمدیہ میں ہوگا حضرت عمرؓ اس سے افضل ہونگے ۔اس کے باوجود عمرؓ وہی کرتے تھے جوکہ ان پر واجب ہوتا تھا اور جو کچھ ان پر القا ہوتا تھا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے سامنے پیش کرتے تھے کبھی وہ موافق نکلتا تھا۔اور یہ حضرت عمرؓ کے فضائل میں داخل ہے جیساکہ ایک سے زیادہ مرتبہ فرمان باری یعنی قرآن کریم کی آیت حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل

۲۷

ہوئی۔ اور کبھی ان کا الہام شریعت کے مخالف بھی ہو جاتا تھا اس صورت میں وہ اس سے رجوع کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے یوم حدیبیہ میں رجوع کیا تھا جب کہ حضرت عمرؓ کی یہ رائے تھی کہ مشرکین کے ساتھ جنگ کی جائے اور بخاری وغیرہ میں مشہور حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ ہجری میں عمرہ کے لئے سفر کیا اور ان کے ساتھ قریباً چودہ سو مسلمان تھا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اور مشرکین سے اس شرط پر مصالحت کر لی تھی کہ حضور اس سال واپس چلے جائینگے اور آئندہ سال عمرہ کرینگے اور ان کے لئے ایسی شرطیں رکھیں جن میں مسلمانوں پر بظاہر کمزوری کا شائبہ نظر آتا تھا بہت سے مسلمانوں کو یہ بات ناگوار گذری حالانکہ اللہ اور رسول زیادہ اچھا جانتے تھے اور اس کی مصلحتوں سے آگاہ تھے حضرت عمرؓ بھی ان لوگوں میں تھے جن کو یہ معاہدہ ناپسند تھا۔ حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اے رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں کیا ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضور نے فرمایا بیشک۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین دوزخ میں نہ جائینگے؟ حضور نے فرمایا بیشک جائینگے کہا۔ تو پھر ہم کیوں دین کے معاملے میں بیٹھے رہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں وہ میرا مددگار ہے۔ اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا، پھر عرض کی کیا آپ ہم سے یہ نہ کہتے تھے ہم بیت اللہ میں داخل ہونگے اور اس کا طواف کرینگے، فرمایا بیشک۔ لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا اسی سال داخل ہوگے؟ عرض کی کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر تم بیت اللہ میں داخل ہو کر رہو گے اور اس کا طواف کرو گے۔ اس کے بعد عمر ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی طرف گئے اور وہی باتیں کیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھیں۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہی جواب دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب حضرت ابو بکرؓ نے نہیں سنا تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ بہ نسبت حضرت عمرؓ کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بلحاظ موافقت کامل تر تھے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے رجوع کیا اور اپنی خطا کے کفارہ میں کئی اعمال بجالائے۔ اسی طرح جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عمرؓ نے آپ کی موت سے پہلے تو انکار کر دیا پھر جب حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ حضور بیشک

فوت ہو گئے ہیں تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کیا اسی طرح زکوٰۃ نہ دینے والوں کے ساتھ جہاد کے مسئلے میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ کیسے لوگوں کے ساتھ جہاد کریں گے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میں اس پر مامور ہوں کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک کہ وہ خدا کے ایک ہونے کی شہادت نہ دیدیں اور مجھے رسول اللہ نہ تسلیم کر لیں اور جب وہ ایسا کر دیں تو ان کے مال وجان مجھ سے محفوظ ہیں الا یہ کہ وہ مال وجان کے بدلے ہیں لیئے جائیں ابوبکرؓ نے فرمایا کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب یہ لوگ اسلام کا حق دبائیں تو ان کے مال وجان کا لینا جائز ہے۔ سو زکوٰۃ اسلام کا حق ہے مجھے اللہ کی قسم ہے کہ اگر وہ بکری کا وہ بچہ بھی جو کہ وہ رسول اللہ کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں گے تو میں اس کے بدلے ان سے جہاد کروں گا۔ عمرؓ نے کہا قسم ہے اللہ کی مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کا سینہ جہاد کے لئے کھول دیا ہے مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ حق پر ہیں۔

حدیث کے پورے الفاظ یہ ہیں۔ قَالَ عُمَرُ لِاَبِیْ بَکْرٍ کَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّھَا فَقَالَ لَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ رض اَلَمْ یَقُلْ اِلَّا بِحَقِّھَا فَاِنَّ الزَّکٰوۃَ مِنْ حَقِّھَا وَاللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِنَاقًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَھَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِھَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰہِ مَا ھُوَ اِلَّا اَنْ رَاَیْتُ اللّٰہَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ رض لِلْقِتَالِ فَعَلِمْتُ اَنَّہُ الْحَقُّ۔

صدیق کو محدث پر کیوں ترجیح حاصل ہے؟

۲۸ اس کی کئی نظیریں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ترجیح حاصل ہے۔ حالانکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محدث ہیں کیونکہ صدیق کا مرتبہ محدث کے مرتبہ سے بلند تر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صدیق جو کچھ بھی کہتا ہے یا کرتا ہے تو وہ رسول معصوم سے سیکھتا ہے۔ اور محدث بعض باتیں

اپنے دل سے حاصل کرتا ہے۔ اور اس کا دل معصوم نہیں ہے اس کو ضرورت ہے کہ وہ اپنے دل کے الفاظ ات کو نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی کسوٹی پر پرکھے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کرتے۔ اور ان سے مناظرہ کیا کرتے بعض امور میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے۔ اور بعض میں ان سے اختلاف فرمایا کرتے تھے آپ ان کو اور وہ آپ کو کتاب وسنت سے دلائل سنایا کرتے تھے مناظرہ کر کے اپنی بات منوایا کرتے۔ لیکن یہ کبھی نہ کہتے تھے کہ میں محدث ہوں۔ ملہم ہوں۔ اور مجھ سے خطاب ہوتا ہے۔ اسی لئے تم لوگوں کو میری بات مان لینی چاہئے اور مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ جو شخص ولی اللہ ہونے کا دعویٰ کرے یا اس کے دوست اس کو ولی اللہ کہیں اور یہ سمجھیں کہ اس سے خطاب ہوتا ہے اس لئے اس کے پیروؤں پر اس کی ہر بات مان لینا ضروری ہے۔ اس سے مناظرہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور کتاب وسنت ملحوظ رکھنے کے بغیر ہی اس کا حال تسلیم کر لینا چاہئے۔ تو یہ مدعی اس کے دوست جو اس دعوای میں شریک ہیں خطا کار ہیں اور ایسے لوگ گمراہ ترین لوگوں میں سے ہیں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے افضل ہیں آپ امیر المومنین ہیں۔ تاہم مسلمان ان سے جھگڑتے تھے۔ اور کتاب وسنت کے مطابق آپ لوگوں پر اور لوگ ان پر اعتراض کرتے تھے۔

انبیاءؑ اور اولیاءؒ میں فرق

امت کے تمام سلف صالحین اور ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی کوئی شخص بھی کیوں نہ ہو اس کے بعض قول قبول کئے جا سکتے ہیں اور بعض ترک کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہ انبیاءؑ اور غیر انبیاء کا فرق ہے۔ انبیاء صلوات اللہ علیہم اللہ عزوجل سے جو باتیں لائیں ان سب پر ایمان لانا ضروری اور ان کے حکم کی اطاعت واجب ہے۔ اولیاءؒ کے ہر حکم کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ اور نہ ان کی ہر خبر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ بلکہ ان کا حکم اور ان کی خبر کتاب وسنت کے سامنے پیش کی جائیگی جو کتاب وسنت کے موافق نکلا وہ مان لیا جائیگا۔ اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہوا

وہ رد کر دیا جائیگا۔ اگرچہ اس مخالف کتاب وسنت بات کے کہنے والا اولیاء اللہ ہی میں سے کیوں نہ ہو اور وہ مجتہد ہی کیوں نہ ہو جس کی خطا معاف کر دی گئی ہو۔ اور اسے اجتہاد کا اجر بھی دے دیا گیا ہو۔ لیکن جب اس کا قول کتاب وسنت کے مخالف ہوگا۔ تو اس میں وہ خطاکار سمجھا جائیگا۔ اور جو شخص حسب استطاعت خدا سے ڈرتا رہے۔ اس کی خطا معاف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تغابن)	جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور یہ تفسیر ہے اللہ کے اس قول کی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ۔ (پ ع)	اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہیئے۔

ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ فرماتے ہیں کہ اس سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے، اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کی یاد کی جائے اور اس کو فراموش نہ کیا جائے۔ اس کا شکر کیا جائے اور ناشکری نہ کی جائے۔ اور یہ سب کچھ حسب استطاعت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (پ ع)	اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو کام وہ کریگا اس کا ثواب ہوگا تو اسی کے لئے اور عذاب ہوگا تو اسی کو ہوگا۔

اور فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (پ ۸ ع ۱۲)	اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے مقدور بھر نیک عمل بھی کئے اور ہم تو کسی شخص پر اس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ ڈالا ہی نہیں کرتے یہی لوگ جنتی ہونگے۔ کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے۔

اور فرمایا:۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ (پ ۸ ع ۱۹)

انصاف کے ساتھ پوری پوری ماپ کرو۔ اور پوری پوری تول۔ ہم کسی شخص پر اس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے۔

اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ اس کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ انبیاء جو کچھ لائے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ (پ ۱ ع ۱۶)

۲۶ مسلمانو تم یہود و نصاریٰ کو یہ جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور قرآن جو ہم پر اترا اس پر اور صحیفے جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اترے ان پر اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو کتاب ملی اس پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا۔ اس پر۔ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کی جدائی نہیں سمجھتے۔ اور اسی ایک خدا کے فرمانبردار ہیں

اور فرمایا:۔

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (پ ۱ ع ۱)

الم۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔ پرہیز گاروں کی رہنما ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے۔ اس میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں اور اے پیغمبر جو کتاب تم پر اتری اور جو تم سے پہلے اتریں۔ ان سب پر ایمان لاتے اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی آخرت میں من مانی مرادیں پائیں گے

اور فرمایا۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (پ ۲ ع ۶)

مسلمانو نیکی یہی نہیں کہ نماز میں اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو۔ یا مغرب کی طرف کرلو۔ بلکہ اصل نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال عزیز اللہ کی حب پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا۔ اور غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی گردنوں کے چھڑانے میں دیا۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ جب کسی بات کا اقرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگدستی اور ہلاچلی کے وقت میں ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ ہیں جو دعوای اسلام میں سچے نکلے۔ اور یہی ہیں جن کو پرہیزگار کہنا چاہئے۔

اس سب مذکور سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے کتاب وسنت کی پابندی لازمی ہے اور اولیاء اللہ میں کوئی ایسا معلوم نہیں ہو سکتا جو کتاب وسنت کو ملحوظ رکھنے کے بغیر ہر اس بات کو جو اس کے دل میں القا ہو واجب الاتباع سمجھ لے۔ یا کوئی اور اس کی پیروی کرے۔ اس پر اولیاء اللہ کا اتفاق ہے۔ جو شخص اس کا خلاف کرے وہ ان اولیاء اللہ سے نہیں ہے۔ جن کی اتباع کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بلکہ ایسا شخص یا تو کافر ہوگا۔ یا حد سے زیادہ جاہل ہوگا۔

مشائخ کے اقوال اور پابندیٔ کتاب و سنت

سلیمانؒ دارانی کا قول

مشائخ کے کلام میں اس طرح کی مثالیں بہت موجود ہیں۔ شیخ ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے اِنَّہٗ لَیَقَعُ فِیْ قَلْبِی النُّکْتَۃُ مِنْ نُکَتِ الْقَوْمِ فَلَا اَقْبَلُہَا اِلَّا بِشَاھِدَیْنِ اَلْکِتٰبِ وَالسُّنَّۃِ یعنی میرے دل میں قوم کے نکتوں میں سے نکتہ وارد ہوتا ہے۔ تو میں کتاب و سنت کی شہادت کے بغیر اسے قبول نہیں کرتا۔

حضرت جنیدؒ کا قول

ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ علمنا ھذا مقید بالکتٰب والسنۃ فمن لم یقرء القرآن و یکتب الحدیث لا یصلح لہ ان یتکلم فی علمنا یعنی ہمارا یہ علم (علم ولایت) کتاب و سنت کا پابند ہے۔ جو شخص قرآن نہ جانے اور حدیث نقل نہ کرے وہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ ہمارے علم کے بارے میں بات تک بھی کرے۔ (یا یہ فرمایا کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے کہ اس کی پیروی کی جائے)

ابو عثمان نیشاپوری کا قول

ابو عثمان نیشاپوریؒ فرماتے ہیں" من امر السنۃ علی نفسہ قولا و فعلا نطق بالحکمۃ و من امر الھوی علی نفسہ قولا و فعلا نطق بالبدعۃ لان اللہ یقول وان تطیعوہ تھتدوا" جو شخص قولاً و فعلاً اپنے نفس پر سنت کو حاکم بنائے، وہ حکمت کی بات کرتا ہے اور جو قولاً و فعلاً اپنے نفس پر خواہش کو حاکم بناتا ہے وہ بدعت کی بات کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں فرمایا ہے: وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا" (پ۱۸ ع۱۳) | اگر رسول کے کہے پر چلو گے تو راہ سر جا لگو گے۔

ابو عمرو بن عبید فرماتے ہیں کہ ہر وہ وجد جس کی شہادت کتاب و سنت سے نہ ہو باطل ہے۔ اور اس مقام پر بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں۔ وہ کسی آدمی کو ولی اللہ سمجھ لیتے ہیں اور ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ولی اللہ کی ہر بات قابل قبول اور اس کا ہر فعل قابل تسلیم ہوتا ہے خواہ وہ کتاب و سنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا شخص اس

کی موافقت کرنے لگتا ہے۔ اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر تمام لوگوں پر فرض قرار دی ہیں جن کی خبروں کی تصدیق جن کے احکام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور جو باتیں اہل جنت واہل دوزخ سعید وشقی کے مابین وجہ امتیاز ہیں ان کی مخالفت کرتا ہے۔ جو شخص ایسے لوگوں کی اتباع کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہے زیاں کار اور مجرم ہے۔

۳۰۔ رسول کی مخالفت اور اس شخص کی موافقت ایسے شخص کو پہلے تو بدعت اور گمراہی کی طرف اور پھر کفر ونفاق کی طرف گھسیٹ لے جاتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق بن جاتا ہے۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا۔ (پ ۱۹ ع ۱)

اور جس دن نافرمان اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ دین کے رستے لگ لیتا ہائے میری کمبختی کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اس نے تو نصیحت کے آئے پیچھے بھی مجھے اس سے بہکا دیا۔ اور شیطان کا تو قاعدہ ہے کہ وقت پڑے پر انسان کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا۔ (پ ۲۲ ع ۵)

یہ وہ دن ہوگا جب کہ ان کے منہ آگ میں الٹ پلٹ کئے جائینگے۔ اور افسوس کے طور پر کہینگے کہ اے کاش ہم نے دنیا میں اللہ کا حکم مانا ہوتا۔ اور اے کاش ہم نے رسول کا کہا مانا ہوتا۔ اور یہ بھی کہینگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا اور انہوں نے ہی ہم کو گمراہ کیا تو اے ہمارے پروردگار ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر بڑی سی بڑی لعنت کر

اور فرمایا:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۔ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ

(پ ۲ ع ۴)

اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو بھی شریک خدا ٹھہراتے اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیئے۔ ویسی محبت ان سے رکھتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو تو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے اور جو بات ان ظالموں کو عذاب کے دیکھنے پر سوجھ پڑیگی۔ اے کاش اب سوجھ پڑتی کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کو ہے۔ اور نیز یہ کہ اللہ کا عذاب بھی سخت ہے۔ یہ ایسا ٹیڑھا وقت ہو گا۔ کہ اس وقت گرو اپنے چیلے چانٹوں سے دست بردار ہو جائینگے اور عذاب آنکھوں سے دیکھ لینگے۔ اور ان کے آپس کے تعلقات سب ٹوٹ ٹاٹ جائینگے۔ اور چیلے بول اٹھینگے کہ اے کاش ہم کو ایک دفعہ دنیا میں پھر لوٹ کر جانا ملے تو جیسے یہ لوگ آج ہم سے دست بردار ہوگئے اسی طرح ہم بھی ان سے دست بردار ہو جائیں۔ یوں اللہ ان کے اعمال ان کے آگے لائیگا۔ کہ ان کو اعمال سرتاسر موجب حسرت دکھائی دینگے۔ اور اس پر بھی انکو دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہو گا۔

یہ لوگ ان نصاریٰ سے مشابہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے علما اور درویشوں کو خدا کے علاوہ پروردگار بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی خدا بنالیا حالانکہ وہ مامور اس کے تھے کہ ایک خدا کی پرستش کرتے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہ جو شرک کرتے ہیں اس سے وہ پاک ہے اور مسند میں ہے اور ترمذی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ عدی ابن حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہوں نے ان لوگوں کی بندگی تو نہیں کی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں

نے ان کے لئے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا انہوں نے ان کی یہ بات مان لی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے انہوں نے ان کی عبادت کی اس لئے ان لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے اصول کو ضائع کر کے وصول کو حرام بنا دیا کیونکہ اصل الاصول اس چیز پر ایمان لانا ہے جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لائے اللہ پر رسولؐ پر اور اس کی شریعت پر ایمان لانا لابدی ہے اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں۔ جنوں۔ عربوں عجمیوں۔ عالموں۔ عابدوں۔ بادشاہوں اور رعیتوں الغرض تمام لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے اللہ عزوجل کی راہ کسی مخلوق پر اس وقت تک نہیں کھلتی جب تک وہ ظاہراً و باطناً رسول اللہ کا اتباع نہ کرے حتیٰ کہ موسیٰ عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء بھی حضور کو پا لیتے تو ان پر حضور کا اتباع واجب ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۔

(پ ۳ ع ۱۷)

اور اے پیغمبرؐ ان کو وہ وقت یاد دلاؤ جبکہ اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ ہم جو تم کو اپنی کتاب اور عقل سلیم دیں اور پھر کوئی پیغمبر تمہارے پاس آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق بھی کرے تو دیکھو ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کر لیا اور ان باتوں پر جو ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا ہے اس کو تسلیم کیا پیغمبروں نے عرض کیا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں خدا نے فرمایا اچھا تو آج کے قول و اقرار کے گواہ رہو اور تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ ہم بھی ہیں۔ تو بات کے اس قدر پکے ہوئے پیچھے جو کوئی قول سے منحرف ہو تو وہی لوگ نافرمان ہیں

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ خدا نے کوئی نبی ایسا نہیں پیدا

کیا جن سے یہ عہد نہ لیا ہو کہ اگر اس کی زندگی میں محمدؐ مبعوث ہو جائیں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ (۳۱) نے ہر نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی امت سے یہ عہد لے کہ اس امت کی زندگی میں حضرت محمدؐ مبعوث ہو جائیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ، وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ، فَكَيْفَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا ۢ بَلِيْغًا ، وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ، فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى

(اے پیغمبر) کیا تم نے ان منافق مسلمانوں کے حال پر نظر نہیں کی جو منہ سے تو یہ کہتے ہیں کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر اتارا گیا ہے اور ان آسمانی کتابوں پر بھی جو تم سے پہلے اتاری گئی ہیں اور چاہتے ہیں یہ کہ اپنا مقدمہ ایک شریر کے پاس لیجائیں حالانکہ ان کو حکم دیا جا چکا ہے کہ اس کی بات نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بھٹکا کر راہ راست سے بڑی دور لے جائے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ نے جو حکم اتارا ہے اس کی طرف اور رسولؐ کی طرف رجوع کریں تو تم ان منافقوں کو دیکھتے ہو کہ وہ تمہارے پاس آنے سے رکتے ہیں تو اس وقت ان کی کیسی کچھ رسوائی ہوگی جب ان ہی کے اپنے کرتوت کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آ پڑے تو تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے دوڑے آئیں کہ بخدا ہماری غرض تو سلوک اور میل ملاپ کی تھی یہ ایسے لوگ ہیں کہ جو فساد ان کے دلوں میں ہے بس خدا ہی کو خوب معلوم ہے۔ تو اے پیغمبر ان کے پیچھے نہ پڑو اور ان کو سمجھا دو اور ان سے ایسی باتیں کرو کہ اچھی طرح ان کے ذہن نشین ہو جائیں اور جو رسول ہم نے بھیجا اس کے بھیجنے سے ہمارا مقصود یہی رہا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کا کہا مانا جائے اور جب ان لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اگر اس وقت یہ لوگ تمہارے پاس آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسولؐ ان کی معافی چاہتے تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان

يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (پ ۵ ع ۶)

ہے ۔پس لے پیغمبر تمہارے ہی پروردگار کی قسم ہے کہ جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ فیصلہ کردو اس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں۔ بلکہ قبول کر لیں۔ جب تک ایسا نہ کریں یہ مومن نہیں ہو سکتے

غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں اس وقت تک ان کو ایمان سی بہرہ نہیں اور جس نے ذرا بھی رسول کی شریعت کی مخالفت کی اور جسے وہ ولی اللہ سمجھتا رہا ۔ اس کا مقلد بنا رہا اس نے اپنی بات کی بنا اس پر رکھی کہ وہ ولی اللہ ہے اور ولی اللہ کی کسی بات کی مخالفت نہ کی جائے۔ حالانکہ اگر یہ شخص سب سے بڑے اولیاء اللہ میں سے ہو جیسے کہ صحابہ کرام اور تابعین تھے ۔ تو جب بھی اس کی وہ بات نہ مانی جائیگی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ چہ جائیکہ ان سے کم درجے کے اولیا کی باتیں مانی جائیں اور بسا اوقات تو ایسا دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص کو محض اس بنا پر ولی اللہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس سے بعض خوارق عادات اور بعض عجیب تصرفات ظاہر ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی طرف اشارہ کر دے اور وہ مر جائے ۔ یا ہوا میں اڑ کر مکے وغیرہ پہنچ جائے ۔ یا کبھی کبھی پانی پر چلے یا ہوا سے لوٹا بھر لے یا بعض اوقات غیب سے خرچ کرے یا کبھی کبھی لوگوں کی آنکھوں سے روپوش ہو جائے ۔ یا بعض لوگ اس کے پاس دادخواہی کریں وہ غائب یا مُردہ ہو اور اس کے باوجود وہ اسے دیکھیں کہ وہ آیا اور حاجت پوری کر دی یا وہ لوگوں کو گم شدہ چیزوں کی خبر دے ۔ کسی گم شدہ آدمی یا مریض کا حال بتائے وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ ان باتوں میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے ۔ جو اس کی دلیل ہو کہ ان اوصاف والا آدمی ولی اللہ ہے بلکہ اولیاء اللہ اس پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑے یا پانی پر چلے تو اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ جب تک کہ یہ نہ دیکھ لیا جائے کہ وہ کہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتا اور امرونہی میں ان کے موافق چلتا ہے ۔

اور اولیاء اللہ کی کرامات اِن خوارق العادات سے بہت بڑی ہوتی ہیں ۔ ان خوارق عادات والا آدمی ولی اللہ بھی ہو سکتا ہے ۔ اور عدو اللہ بھی کیونکہ خوارق عادات کفار، مشرکین۔ اہل کتاب۔ منافقین۔ اہل بدعت اور شیاطین میں بھی ہوتی ہیں ۔ اس لئے یہ خیال کرنا جائز نہیں ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کچھ باتیں ہوں وہ ولی اللہ ہے ۔ بلکہ اولیاء اللہ کا اعتبار ان کی صفات ان کے افعال اور

ان کے ان حالات سے ہوتا ہے جو کتاب و سنت کے تابع ہوں اور ان کی پہچان ایمان و قرآن کی روشنی سے اور شریعت ظاہری اور یقین باطنی کے حقائق سے ہوتی ہے۔

مجذوب نجاستوں اور کتوں سے پرہیز نہیں کرتے

(۲۲) مثال کے طور پر غور کیجئے کہ اس طرح کی خلاف عادت باتیں بعض اوقات ایسے لوگوں میں بھی پائی جاتی ہیں جو وضو بھی نہیں کرتے۔ فرض نمازیں بھی ادا نہیں کرتے۔ نجاستوں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ کتوں کی محفل میں بیٹھے رہتے ہیں۔ حماموں۔ قبرستانوں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر پڑے رہتے ہیں۔ ان سے بدبو آتی ہے شرعی غسل و وضو نہیں کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں جنبی یا کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے اور ان عادات کے متعلق فرمایا کہ یہ شیطان کی سیرگاہیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص ان دو خبیث درختوں سے پھل کھائے گا وہ ہماری اس مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ جن چیزوں سے بنی آدم کو تکلیف ہوتی ہے۔ ان چیزوں سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ان ہی کو پسند کرتا ہے۔ جو پاک صاف اور ستھرے رہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شائستہ ہے اور شائستگی کو پسند کرتا ہے نیز فرمایا "پانچ چیزیں بری ہیں جو حل اور حرم دونوں میں قتل کی جائیں۔ سانپ۔ چوہا۔ کوا۔ چیل۔ کاٹنے والا کتا"۔ ایک روایت میں سانپ؛ در بچھو کا لفظ آیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے! اور فرمایا جس نے کتا رکھا۔ اور وہ کتا حالانکہ اسے کھیتی اور دودھ دینے والی چیزوں کی حفاظت کر کے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ تو اس کے عمل میں سے ہر روز قیراط[1] بھر کمی ہوتی رہتی ہے۔ اور فرمایا اُن لوگوں کے ساتھ فرشتے نہیں رفاقت کرتے جن کے ساتھ کتا ہو اور فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال جائے تو اُسے سات مرتبہ دھونا چاہیئے جس میں سے ایک مرتبہ مٹی بھی مل جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ

اور میری رحمت ہر چیز تک وسیع ہے میں ان لوگوں کے لئے رحمت لکھ دوں گا جو کہ ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں کو مانتے ہیں اور اس رسول کا اتباع کرتے ہیں جو وہ نبی اُمّی ہے جسے وہ اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہُوا پاتے ہیں۔ اور جو ان کو نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں

[1] بقدر تین رتی کے ایک وزن ہوتا ہے۔

وَيَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔ (پ ۹ ع ۹)

سے منع کرتا ہے۔ پاک چیزوں کو اُن کے لئے حلال کرتا ہے۔ اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اُن کے بوجھ ان سے اتارتا ہو اور جن پھانسیوں میں جکڑے ہوئے تھے اُن سے نجات دلاتا ہے پس جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کا ساتھ دیتے ہیں اُس کی مدد کرتے ہیں اور جو نور اس کے ساتھ نازل ہوا اس کا اتباع کرتے ہیں وہی لوگ کامیاب ہیں۔

جب وُہ شخص اُن ناپاک اور خبیث چیزوں کے ساتھ ملا جلا رہے جو شیطان کو پسند ہیں۔ یا حماموں اور کوڑے کرکٹ کے گندے ڈھیروں میں پڑا رہے جہاں شیطان موجود رہتے ہیں یا سانپوں بچھوؤں اور بھِڑوں کو اور کتّے کے کانوں کو جو کہ پلید اور خبیث چیزیں ہیں کھا جائے یا پیشاب یا دوسری نجاستیں جنہیں شیطان پسند کرتا ہو پی جائے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے دعا کرے اور مخلوقات سے داد خواہی کرے اور اُن کی طرف توجہ کرے یا اپنے پیر کی جانب سجدہ کرے اور خالص رب العالمین کا مطیع نہ ہو یا کتوں اور آگ کے ساتھ میل جول رکھے یا ڈھیروں اور پلید جگہوں میں پڑا رہے۔ یا قبرستانوں اور یہود نصارٰی یا مشرکین کفّار کی قبروں کی طرف مقام کرے قرآن سننے کو پسند نہ کرے اور اس سے نفرت کرے اور اس پر سُرودوں اور شعروں کے سُننے کو ترجیح دے اور شیطانی آلاتِ طرب کے سننے کو رحمانی کلام سُننے پر ترجیح دے تو یہ سب شیطان کے دوستوں کی علامتیں ہیں نہ کہ رحمان کے دوستوں کی۔

(۴۴) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے نفس کے متعلق سوال کرے تو قرآن سے کرے اگر وہ قرآن سے محبّت رکھتا ہو گا۔ تو خدا سے محبّت ہو گی۔ اور اگر قرآن سے بغض رکھتا ہو تو خدا و رسول سے بغض رکھتا ہو گا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر ہمارے دل پاک ہوں تو اللہ عزّ و جل کے قرآن سے کبھی سیر نہ ہوں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی دل میں ایمان کو اس طرح اگاتا ہے جس طرح پانی سبزی کو اور گانا نفاق کو دل میں اس طرح اگاتا ہے جیسے پانی سبزی کو اگاتا ہے اور اگر وہ شخص ایمان کے باطنی حقائق سے آگاہ ہو۔ احوال رحمانی اور احوال شیطانی میں فرق کر سکتا ہو تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل میں نور ڈال دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ

اے ایمان والو خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان

اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پ ع)	لاؤ تاکہ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے بخشے اور تمہارے لئے ایسا نور پیدا کرے جسکے ذریعے تم چلو پھرو اور تمہیں معاف کردے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۔

اور فرمایا:-

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۔ (پ۲۵ ع)	اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے تو نہ جانتا تھا کہ کتاب اور ایمان کیا ہے۔ لیکن ہم نے اُسے ایک نُور بنایا ہے۔ اُس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ پر لاتے ہیں۔

یہ شخص اُن مومنین میں سے ہے جن کے بارے میں وُہ حدیث آئی ہے جسے ترمذی نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے اور اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس سے پہلے اس حدیث کا ذکر آچکا ہے جسے بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبّت کرنے لگ جاتا ہوں۔ جب اس سے محبّت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وُہ سُنتا ہے اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وُہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وُہ چلتا ہے۔ چنانچہ مجھی سے سنتا ہے۔ مجھی سے دیکھتا ہے۔ مجھی سے پکڑتا ہے اور مجھی سے چلتا ہے۔ اگر مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُسے دے دیتا ہوں۔ اگر مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دے دیتا ہوں۔ اور جو کچھ بھی مجھے کرنا ہو۔ اس میں سے کسی چیز پر مجھے اس درجہ تردد نہیں ہوتا جتنا اس بندۂ مومن کی روح قبض کرنے کے وقت ہوتا ہے۔ جو موت کو ناپسند کرتا ہو جس کی دل آزاری مجھے ناپسند ہو۔ حالانکہ یہ لابدی امر ہے۔ جب کوئی بندہ ایسے بندوں میں سے ہو تو وہ اولیاء رحمٰن اور اولیاء شیطان کے درمیان اسی طرح فرق کرتا ہے جس طرح صرّاف کھرے اور کھوٹے درہم میں تمیز کرتا ہے۔ اور جس طرح گھوڑوں کو پہچاننے والا اچھے اور خراب گھوڑے میں فرق پہچان لیتا ہے۔ اور جس طرح اچھا شاہسوار بہادر اور ڈرپوک کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے۔ اور جس طرح سچّے نبی اور متنبی

(متنبی جھوٹے نبی کو کہتے ہیں) کے درمیان فرق کرنا واجب ہے۔ اور محمد صادق وامین رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ موسیٰ۔ مسیح اور دیگر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی۔ طلحہ اسدی حرث دمشقی اور بابائے رومی وغیرہ جھوٹوں میں فرق کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کے متقی اولیاء اور شیطان کے گمراہ دوستوں میں بھی فرق ہے۔

تمام انبیاء کا دین واحد ہے

حقیقت یعنی دین رب العالمین کی حقیقت تو وہ چیز ہے جس پر انبیا و مرسلین کا اتفاق ہے۔ اگرچہ ان میں ہر ایک کے لئے جدا گانہ راہ و منہاج ہے۔ یعنی فروعات مختلف ہیں۔ راہ کے لئے قرآن کریم میں شرعۃ کا لفظ آیا ہے جس سے مراد شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۳۴) لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (پ ۶ ع ۱۱)

تم میں سے ہر ایک فریق کے لئے ہم نے ایک شریعت ٹھہرائی اور طریقہ خاص۔

اور فرمایا:۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (پ ۲۵ ع ۱۸)

پھر اے پیغمبر ہم نے تم کو دین کی ایک شریعت یعنی اسلام سے لگا دیا ہے۔ تو تم اس سڑک پر چلے جاؤ۔ اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جن کو ان باتوں کا علم نہیں۔ اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ اور نافرمان لوگ ایک کا ساتھی ایک اور پرہیزگاروں کا ساتھی اللہ ہے۔

منہاج راستے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۱)

اور اے پیغمبر ان لوگوں کو کہو کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ اہل مکہ دین کے سیدھے رستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کرتے تاکہ اسے کی نعمت میں ان کی شکر گزاری کا امتحان کریں۔ اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کریگا۔ تو وہ اس کو عذاب سخت میں لے جا کر داخل کریگا۔

شرعت بمنزلہ دریا کے ہے۔ اور منہاج اس وادی کو کہتے ہیں جس میں وہ بہتا ہے۔ اور منزل مقصود

دین کی حقیقت ہے۔ یعنی خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت ہے۔ یہ دین اسلام کی حقیقت ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بندہ خدائے رب العالمین کے سامنے گردن نہاد ہو جائے۔ اور اس کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکائے۔ جو شخص خدا کے سوا کسی کے سامنے گردن نہاد ہوتا ہے وہ مشرک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو نہیں بخشتا جو اس سے شرک کرے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے گردن نہاد نہ ہو۔ اور اس کی عبادت سے بر سبیل تکبر روگردانی کرے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (پ ۲۴ ع ۱۱)

جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں۔ عنقریب مرے پیچھے ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔

دین اسلام پہلے اور پچھلے نبیوں اور مرسلوں کا مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۔ (پ ۳ ع ۱۷)

اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی مذہب تلاش کرے تو اس کی یہ سعی کبھی قبول نہ ہوگی۔

یہ آیت ہر زمانہ کے لئے عام ہے۔ اور ہر جگہ کے لئے صادق ہے۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ یعقوبؑ۔ ان کی اولاد۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور ان کے حواری سب کا مذہب اسلام تھا۔ اور وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے۔

يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ، فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ، اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ، وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

(پ ۱۱ ع ۱۳)

اے میری قوم اگر میرا رہنا اور خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سمجھانا تم پر گراں گزرتا ہے تو میرا بھروسہ اللہ ہی پر ہے۔ پس تم اور تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرا لو۔ پھر تمہاری وہ بات تم میں کسی پر مخفی نہ رہے۔ تاکہ سب اس تدبیر کی تکمیل میں شریک ہو سکیں۔ پھر جو کچھ تم کو کرنا ہے۔ میرے ساتھ کر چلو۔ اور مجھے مہلت نہ دو۔ پھر اگر تم میرے سمجھانے سے منہ موڑ بیٹھے تو میں نے تم سے کچھ مزدوری تو مانگی نہ تھی۔ میری مزدوری تو بس خدا پر ہے۔ اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں اس کے فرمانبرداروں کے زمرے میں ہوں

اور فرمایا:۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ (پ ۱ ع ۱۶)

اور کون ہے جو ابراہیم کے طریقے سے انحراف کرے مگر وہی جس کی عقل ماری گئی ہو۔ اور بیشک ہم نے ان کو دنیا میں بھی انتخاب کر لیا تھا۔ اور آخرت میں بھی وہ نیکوں کے زمرے میں ہونگے جب ان سے ان کے پروردگار نے کہا کہ ہماری ہی فرمانبرداری کرو تو جواب میں عرض کیا کہ میں سارے جہاں کے پروردگار کا فرمانبردار ہُوا۔ اور اس طریقے کی نسبت ابراہیم اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے۔ اور یعقوب بھی کہ بیٹا اللہ نے تمہارے اس دین کو تمہارے لئے پسند فرمایا ہے۔ پس تم مسلمان ہی مرنا۔

اور فرمایا:

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ پ ۱۱ ع ۹

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اے میری قوم اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو تو اس پر بھروسہ کرو۔ اگر تم مسلم ہو۔

اور جادوگروں نے کہا:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۔ (پ ۹ ع ۴)

اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر کی پیالیں انڈیل دے اور فرمانبرداری کی حالت میں ہمیں دنیا سے اٹھا لے۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (پ ۱۳ سورہ یوسف)

مجھے بحالت اسلام دنیا سے اٹھا اور نیک لوگوں کے ساتھ میرا ساتھ کر۔

بلقیس نے کہا:

اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

میں سلیمان کے ساتھ پروردگار کے سامنے جھک گئی۔ (نمل)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ پ ۶ ع ۱۱

فرمانبردار انبیاء اسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے چلے آئے ہیں اور مشائخ و علماء بھی

اور حواریوں نے کہا۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران) | ہم خدا کے ساتھ ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔

پس انبیا کا دین ایک ہے۔ خواہ شریعتیں مختلف النوع ہوں۔ جیسا کہ صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:۔

اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ دِيْنُنَا وَاحِدٌ۔ | ہم انبیا کی جماعت ہیں، ہمارا دین ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ۔ (پ ۲۵ ع ۳)

تمہارے لئے خدا نے دین کا وہی رستہ ٹھہرایا ہے جس کی وصیت اس نے نوح کو کی تھی اور اسپر چلنے کا حکم اے پیغمبر ہم نے تمہاری طرف بھی بھیجا ہے۔ اور اس پر چلنے کا حکم ہم نے ابراہیم۔ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا۔ اور وہ رستہ یہ ہے کہ دین کو قائم کرو۔ اس میں تفرقہ نہ ڈالو اے پیغمبر جس بات کی طرف تم دعوت دیتے ہو وہ مشرکین کو شاق گزرتی ہے۔

اور فرمایا:۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ پ ۱۸ ع ۴

اے گروہ پیغمبراں اچھی چیزیں کھاؤ۔ نیک کام کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں واقف ہوں۔ تمہاری یہ جماعت ایک جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس مجھی سے ڈرو۔ پھر لوگوں نے آپس میں پھوٹ کر کے اپنا اپنا دین جدا جدا کر لیا۔ اب جو دین جس فرقے کے پاس ہے۔ وہ اسی سے خوش ہے۔ (۳۵)

سلف صالحین، ائمہ مجتہدین اور تمام اولیاء اللہ کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ انبیا ان اولیاء سے افضل ہیں جو انبیا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن سعادت مندوں پر انعام فرمایا ہے۔ ان کے چار مراتب قرار دیئے ہیں۔ فرمایا

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (پ ۵ ع ۶)

جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں انہیں ان لوگوں کا ساتھ حاصل ہوگا۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیا۔ صدیق۔ شہدا اور صالحین۔ اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

اور حدیث میں ہے کہ نبیوں اور مرسلوں کے بعد کسی ایسے شخص پر سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب جو کہ ابو بکر سے افضل ہو۔ اور تمام اُمتوں سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (پ ۴ ع ۳)	لوگوں کی رہنمائی کے لئے جس قدر اُمتیں پیدا ہوئیں۔ ان سب میں سے تم بہتر ہو۔

اور فرمایا:۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۔ (فاطر)	پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جن کا ہم نے انتخاب کیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنْتُمْ تُوفُوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ	تم ستر امتوں میں سے آخری امت ہو۔ اور ان سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عزیز بھی ہو۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں بھی قرن اول افضل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی وجوہ سے ثابت ہے کہ حضور نے فرمایا تمام قرون میں سے وہ قرن افضل ہے جس میں میں مبعوث ہوا۔ پھر وہ لوگ جو اس قرن والوں سے متصل ہیں۔ اور پھر ان کے بعد آنے والے لوگ۔ اور یہ صحیحین میں کئی وجوہ سے ثابت ہے صحیحین ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا "میرے صحابیوں کو گالی نہ دو۔ کیونکہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی کوہ احد کے برابر سونا بھی خرچ کر ڈالے تو ان صحابیوں کے سیر یا آدھ سیر کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا"۔ سابقون الاولون یعنی مہاجرین وانصار تمام صحابہ میں افضل ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۔ (سورہ حدید)	تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے قبل مال خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ تم سے برابر نہیں۔ بلکہ وہ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ کر رکھا ہے۔

اور فرمایا:۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ	مہاجرین وانصار میں سے جن لوگوں نے سبقت کی اور سب سے پہلے ایمان

وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (پ۱۱ ع۲)	لائے۔ اور جو لوگ نیکی کرنے میں ان کے قدم بقدم چلے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

سابقون الاولون وُہ ہیں جنہوں نے فتح سے قبل مال خرچ کئے۔ اور لڑائیاں لڑیں۔ اور فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ کیونکہ وُہ مکّہ کی اولین فتح ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ	اے پیغمبر ہم نے کھُلم کھُلا تمہاری فتح کرا دی تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ مُعاف کرے۔ (پ۲۶ ع۹)

لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ سابقین اولین میں سے بھی خلفاء اربعہ افضل ہیں۔ اور ان چاروں میں ابو بکر افضل ہیں۔ پھر عمرؓ افضل ہیں۔ صحابہؓ۔ ان کے مخلص تابعین۔ ائمہ کرام اور جمہور امت کا اسی پر اتفاق ہے۔ اس کے دلائل بسط و تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی ایک اور کتاب (منہاج اھل السنۃ النبویہ فی نقض کلام اھل الشیعہ) میں بیان کر دئے ہیں۔ اور یہ حقیقت تو اہلِ سُنت اور اہل تشیع کی تمام جماعتوں کے نزدیک مُسلّم ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امّت کی افضل ترین شخصیت خلفا ہی میں سے ہے۔ صحابہؓ کے بعد آنے والی کوئی ہستی صحابہؓ سے افضل نہیں ہو سکتی۔ اور اولیاء اللہ میں سے افضل وہی ہے جسے رسولؐ کی لائی ہُوئی شریعت کا سب سے زیادہ علم ہو۔ اور اس کی پیروی میں سب سے آگے ہو۔ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے سمجھنے (۳۶) اور اس کی پیروی کرنے میں تمام اُمّت میں سب سے کامل ہیں۔ اور ابو بکر صدیق علم و عمل کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں۔

خاتم النبیّین اور خاتم الاولیاء

ایک غلط رو جماعت نے خاتم الانبیا کے قیاس پر یہ کہدیا ہے کہ خاتم الاولیأ افضل الاولیأ ہے حالانکہ خاتم الاولیأ کا ذکر تک بھی مشائخ متقدمین میں سے بجز محمد بن علی الحکیم ترمذی کے کسی نے نہیں کیا۔ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی اور اس میں کئی جگہ غلطیاں کی ہیں۔ پھر متاخرین میں سے ایک گروہ ایسا پیدا ہُوا جس میں سے ہر ایک شخص اس کا مدعی ہُوا۔ کہ وہ خاتم الاولیا ہے۔ ان میں سے بعض کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ علم باللہ کے لحاظ سے خاتم الاولیأ خاتم الانبیا سے افضل ہے۔ اور انبیاؑ اس کے ذریعہ سے علم باللہ حاصل کرتے ہیں۔ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ نے اپنی کتاب الفصوص میں یہی لکھا ہے۔ اور اس میں انہوں نے

شریعت اور عقل کا بھی خلاف کیا ہے۔ اور انبیأ اولیأ کا بھی۔ یہ کہنا کہ علم باللہ کے لحاظ سے خاتم الاولیأ خاتم الانبیا سے افضل ہے۔ اور انبیا خاتم الاولیاء سے علم باللہ حاصل کرتے ہیں۔ عقل و قرینہ سے ایسا ہی بعید ہے جیسا یہ کہنا کہ "ان کے نیچے سے چھت گر کر آ پڑی"۔

انبیأ اولیأ سے افضل ہیں

اپنے اپنے زمانہ کے انبیأ علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس اُمّت کے اولیأ سے افضل ہیں۔ اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ تمام انبیأ اور اولیأ اس شخص سے علم باللہ حاصل کریں جو ان کے بعد آئے اور خاتم اولیاء ہونے کا مدعی ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہ جو ولی تمام اولیاء سے بعد میں آئے۔ وُہ تمام پر فضیلت بھی رکھے آخری نبی کا افضل ہونا البتہ نصوص سے ثابت ہے۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ" (میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور یہ کہنا بطور فخر نہیں) نیز حضور فرماتے ہیں کہ میں جنّت کے دروازے کے پاس آؤں گا۔ اور اس کے کھولنے کا مطالبہ کروں گا۔ خازن کہیگا۔ آپ کون ہیں۔ میں کہونگا محمد۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔ شب معراج کو اللہ تعالیٰ نے آپ کا درجہ تمام انبیأ سے بلند کر دیا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ (پ۳ ع۱)	ہم نے بعض انبیأ کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں اور بعض کے درجے بلند کر دیتے ہیں۔

اس آیت کے سب سے زیادہ مستحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خاتم النبیینؐ اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوّت کا مُقابلہ

اس کے علاوہ اور بہت سے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہو۔ اور خصوصاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت میں کسی اور کے محتاج نہیں ہو سکتے۔ ان کی شریعت کسی سابق و لاحق کی محتاج نہیں ہوتی۔ بخلاف مسیح علیہ السلام کے جنہوں نے اپنی شریعت میں اکثر تورات کا حوالہ دیا ہے۔ اور خود صرف شریعت موسوی کی تکمیل کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ نصاریٰ مسیح علیہ السلام سے پہلے کی نبوتوں تورات و زبور اور چوبیس کے چوبیس نبیوں کے محتاج تھے۔ ہم سے پہلی اُمتیں مُحدّثین ملہمین کی محتاج ہوتی تھیں۔ لیکن اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے

اس سے مستغنی کر دیا ہے۔ ان کو نہ کسی نبی کی ضرورت باقی ہے اور نہ کسی محدث کی۔ بلکہ ان کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے وُہ تمام فضائل و معارف اور اعمال صالحہ جو کہ دیگر انبیا میں متفرق طور پر موجود تھے جمع کر (۳۷) دیئے ہیں۔ آپ کو جو فضیلت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ وہ اس سبب سے ہوئی ہے کہ آپ کی طرف وحی بھیجی گئی ہے۔ اور آپ پر احکام و شرائع نازل ہوئی ہیں۔ اور تنزیل و تشریع میں کسی دوسرے بشر کی وساطت وقوع میں نہیں آئی۔ بخلاف اولیاء کے جن کو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہنچ چکی ہو۔ تو وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے ولی اللہ بن سکتے ہیں۔ اور جب بھی ان کو ہدایت یا راہ حق حاصل ہو گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے حاصل ہو گا۔ علیٰ ہذا القیاس جس شخص کو کسی رسول کی رسالت بھی پہنچی ہو۔ وہ اس رسول کے اتباع کے بغیر ولی نہیں بن سکتا۔ اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ بعض اولیا ایسے بھی ہیں جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہنچی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے بعض رستے ان کے پاس ایسے ہیں جن میں وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ شخص کافر اور بے دین ہے

وہ مدعیانِ اسلام جو یہود و نصاریٰ سے بدتر ہیں

اور جو شخص یہ کہے کہ میں علم ظاہر میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہوں۔ لیکن علم باطن میں نہیں ہوں۔ علم شریعت میں محتاج ہوں اور علم حقیقت میں ان سے مستغنی ہوں۔ وہ شخص ان یہود و نصاریٰ سے بدتر ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ناخواندہ لوگوں کی طرف رسولؐ بنا کر بھیجے گئے ہیں نہ کہ اہل کتاب کی طرف۔ یہود و نصاری رسالت کے ایک حصّہ پر ایمان لائے، اور ایک سے انکار کیا۔ اس وجہ سے کافر قرار پائے۔ اسی طرح وُہ شخص جو کہتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم، علم ظاہر لائے ہیں نہ کہ علم باطن، ایک حصّہ پر ایمان لاتا ہے۔ اور دوسرے سے انکار کرتا ہے۔ اس وجہ سے کافر ہے۔ شخص یہود و نصاریٰ سے بدتر کافر اس وجہ سے ہے کہ علم باطن دلوں کے ایمان۔ اور دلوں کے معارف و احوال کا علم ہے۔ ایمان کے حقائق باطنہ کا علم ہے۔ اس لئے اسلام کے صرف ظاہری اعمال کے علم سے اشرف و افضل ہے۔ جب یہ شخص یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ظاہری امور سے واقف ہیں نہ کہ حقائق ایمان سے۔ اور وہ ان حقائق کو کتاب و سنت سے اخذ نہیں کرتا۔ وہ اس امر کا دعویدار ہے کہ جو حصّہ اسے رسول کی وساطت سے حاصل ہُوا ہے۔ وہ دوسرے حصّے سے کمتر

ہے۔ اور یہ اس شخص سے بدتر ہے۔ جو کہتا ہے کہ "میں بعض پر ایمان لاتا ہوں اور بعض کا انکار کرتا ہوں" لیکن یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ جس حصّہ پر میں ایمان لاتا ہوں۔ وہ دونوں حصوں میں سے کمتر حصہ ہے ان مدعیانِ اسلام ملاحدہ کا یہ دعویٰ ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ شعر پڑھتے ہیں۔

مقام النبوة فی برزخ فویق الرسل دون الولی

آنحضرت صلعم کی ولایت کی حیثیت

او[ر] کہتے ہیں کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولایت میں جو کہ ان کی رسالت سے بزرگتر ہے شریک ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کا یہ دعویٰ ان کی عظیم ترین گمراہی پر مبنی ہے کیونکہ ولایت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام تک نہ ہو سکے۔ تو یہ ملحد کس باغ کی مولی ہیں۔ ہر رسول نبی اور ولی ہوتا ہے۔ رسالت میں نبوت اور نبوت میں ولایت شامل ہوتی ہے۔ اگر وہ یہ قیاس کریں کہ رسول صرف نبی ہوتا ہے ولی نہیں ہوتا۔ تو یہ قیاس ممتنع ہے کیونکہ اگر وہ صرف نبی ہوتا تو اولیاء اللہ کا وجود ہی نہ ہوتا۔ رسول کی نبوت اس کی ولایت سے خالی نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ خالی ہے تو کوئی شخص رسولؐ کی ولایت میں اس کا مثیل نہیں ہو سکتا۔

فلسفیانہ الحاد مکاشفہ کے رنگ میں

(۳۸) صاحب الفصوص ابن عربی کی طرح ان لوگوں کا بھی یہی قول ہے کہ وہ ولایت کی دولت اسی کان سے حاصل کرتے ہیں۔ جس سے وہ فرشتہ حاصل کرتا ہے۔ جو رسول کی طرف وحی لاتا ہے اس طریق پر وہ اہل فلسفہ کے عقیدے کو مکاشفہ کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔ اہل فلسفہ کا عقیدہ ہے کہ افلاک قدیم اور ازلی ہیں۔ ان کی ایک علت ہے جس سے وہ تشبیہ رکھتے ہیں۔ ارسطو اور اس کے پیروؤں کا یہی قول ہے۔ متاخرین فلسفہ کا جن میں ابن سینا اور ان کی طرح کے افراد شامل ہیں۔ یہ قول ہے کہ ان میں سے اول موجب بذاتہٖ ہے۔ یہ لوگ پروردگار عالم (جل شانہ وعز اسمہ) کے متعلق یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اور نہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اس نے اشیا کو اپنی مشیئت و قدرت سے پیدا کیا ہے۔ وہ اس کے بھی قائل نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم ہے۔ بلکہ وہ یا تو ارسطو کی طرح مطلقاً اس کے علم ہی کے منکر ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ وہ امور متغیرہ میں سے صرف کلیّات

کا علم رکھتا ہے۔ جیسا کہ ابن سینا کا قول ہے۔ اور یہ قول بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے علم سے انکار کا مرادف ہے۔ کیونکہ جو چیز بھی خارج میں موجود ہے۔ وہ معیّن جزئی ہے۔ افلاک وہ کل ہیں جن سے جزئی معیّن ہے یہی حال تمام اعیان اور ان کے افعال وصفات کا ہے۔ پس جو شخص کلیات کے بغیر کسی چیز کا عالم نہ ہو اس کو حقیقت میں موجودات کا کچھ بھی علم نہیں ہوسکتا۔ کلیات کا وجود تو صرف ذہنوں میں ہوتا ہے ان کی کوئی معیّن صورت نہیں ہوتی۔ اس طرح کے فلسفیوں کے متعلق تفصیل کے ساتھ گفتگو دوسرے مقام پر کی جاچکی ہے۔ جہاں تعارض عقل ونقل کے رد اور دیگر مباحث کا تذکرہ ہوا ہے۔ ان لوگوں کا کفر یہود ونصاریٰ کے کفر سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ بلکہ یہ تو مشرکین عرب سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ وہ تمام لوگ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ نیز وہ مانتے تھے کہ اُس نے مخلوقات کو مشیئت وقدرت سے پیدا کیا۔ ارسطو اور اس کی طرح کے یونانی فلسفی ستاروں اور بتوں کو پوجتے تھے۔ فرشتوں اور پیغمبروں سے ناآشنا تھے۔ چنانچہ ارسطو کی کتابوں میں اس کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ان لوگوں کا علم زیادہ تر امور طبیعیہ میں ہے۔ الٰہیات میں جب وہ قدم رکھتے ہیں تو زیادہ غلطی کرتے ہیں۔ اور کمتر درستی کی طرف آتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں یہود ونصاریٰ نسخ وتبدیل کے بعد بھی ان کی بہ نسبت علوم الٰہیات کے بہت زیادہ واقف ہیں۔

عقول عشرہ کی حقیقت

لیکن ابن سینا کی طرح کے متاخرین اہل فلسفہ نے ان قدیم فلسفیوں اور پیغمبروں کی تعلیمات کو باہم ملا کر ایک معجون سا بنا دینا چاہا۔ ان لوگوں نے کچھ اصول جہمیہ کے اور کچھ معتزلہ کے لئے اور ایک ایسا مذہب طیار کیا جس سے اہل مذہب فلسفی آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اس مذہب کی خرابیوں اور تناقضات کا ذکر ایک حد تک ہم نے کسی دوسری جگہ پر کردیا ہے۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کمان چڑھتی چلی جارہی ہے۔ سا ی دنیا پر ان کی تعلیم کو غلبہ حاصل ہورہا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ان تمام مشنوں پر فوقیت حاصل کرچکا ہے۔ جنہوں نے معمورۂ عالم میں گونج پیدا کی ہے۔ بعد ازاں جب انہوں نے دیکھا کہ انبیا ملائکہ اور جنّوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ تو انہوں نے اس تعلیم اور اپنے ان یونانی اسلاف کی تعلیم کو جمع کردینا چاہا۔ جو اللہ تعالیٰ کے۔ اس کے فرشتوں۔ اس کی کتابوں اس کے پیغمبروں اور یوم آخرت کے علم سے اس درجہ دور ہیں کہ ان کی بے علمی کی نظیر ساری مخلوقات

میں اور کہیں نہیں ملتی۔ ان لوگوں نے دس عقل ثابت کرنے کی کوشش کی جن کا نام انہوں نے مجردات اور مفارقات رکھا۔ اس کی اصل بدن اور روح کی جدائی ہے۔ انہوں نے ان مفارقات کا یہ نام اس لئے قرار دیا۔ کہ وہ مادہ سے جدا اور اس سے خالی (متجرد) ہیں۔ انہوں نے ہر فلک کے لئے روح بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اکثر فلسفی افلاک کو اعراض قرار دیتے ہیں۔ اور بعض ان کو جواہر کہتے ہیں۔ یہ مجردات جن کو ثابت کرنے کے لئے ان لوگوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ بروئے تحقیق محض ذہنی چیز ہیں ہیں۔ جن کا کوئی معین وجود نہیں ہے۔ چنانچہ اصحاب افلاطون نے بھی اشیاءِ افلاطونیہ کو مجرد ثابت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ مجرد ہیولے ہیں۔ جن کی کوئی صورت کوئی لمبائی اور خلا نہیں ہے۔ ان میں جو بھی حاذق فلسفی تھے انہوں نے اعتراف کیا کہ یہ ذہنوں میں متحقق ہوتا ہے۔ نہ کہ اعیان میں۔ (۲۹)

نبوت کی فلسفیانہ تشریح

ابن سینا جیسے متاخرین فلاسفہ نے تعلیمات نبوت کو اپنے فاسد اصول کے مطابق ثابت کرنا چاہا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ نبوت کے تین خصائص ہیں جو شخص ان تین خصائص سے متصف ہوگا۔ وہ نبی ہوگا۔ ایک یہ کہ اس میں قوت علمی ہو جسے وہ قوت قدسی کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے وہ بغیر سیکھے علم حاصل کرسکے دوسرے اس میں قوت تخیلی ہو۔ کہ جو کچھ وہ اپنے دل میں سمجھے اس کو تخیل کے قالب میں اس طرح ڈھالے کہ اس کو اپنے دل میں اس طریق پر صورتیں نظر آئیں، اور آوازیں سنائی دیں۔ جیسے کوئی خواب کی حالت میں دیکھتا اور سنتا ہے۔ اور اس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ یہی صورتیں خدا کے فرشتے ہیں۔ اور یہ آواز اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ تیسرے یہ کہ اس شخص میں قوت فعالہ ہو۔ جس سے وہ ہیولئے عالم میں تاثیر پیدا کرے۔ یہ لوگ انبیاؑ کے معجزات اولیاء کی کرامات اور جادوگروں کے خوارق عادات کو نفسانی قوتیں قرار دیتے ہیں۔ اور ان میں سے جو کچھ ان کے اصول کے موافق ہو۔ اس کا اقرار کرلیتے ہیں۔ اور عصائے موسوی کے اژدھا بن جانے۔ چاند کے ٹوٹ جانے اور اسی قسم کے دیگر معجزات کے منکر ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہم کئی جگہ پر تفصیل کے کے ساتھ کلام کر چکے ہیں اور بیان کر چکے ہیں کہ ان کی یہ باتیں بدترین باتیں ہیں۔ اور جو خصائص ان لوگوں نے نبوت کے لئے قرار دئے ہیں۔ اس سے بڑے خصائص عام لوگوں کو اور انبیاؑ کے کمترین پیرؤوں کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور جن فرشتوں کے متعلق انبیاؑ نے خبر دی ہے۔ وہ زندہ ہیں۔

باتیں کرتے ہیں۔ خدا کی مخلوقات میں سب سے بڑے ہیں۔ اور کثیر التعداد ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے :-

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ - (مدثر)	اور تیرے پروردگار کی فوجوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا

نہ تو وہ دس ہیں۔ اور نہ اعراض ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ صادر اوّل عقل اوّل ہے۔ اور اسی سے وہ سب کچھ نکلا ہے۔ جو کہ اس کے سوا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک یہی عقل اوّل سب ماسوی اللہ کی پروردگار ہے۔ اور اسی طرح ہر ایک عقل اپنے ماتحت کی پروردگار ہے۔ اور عقل فعّال یعنی دسویں عقل ان سب چیزوں کی پروردگار ہے جو کہ چاند والے آسمان کے نیچے ہیں۔ ان سب باتوں کی خرابی عیاں ہے۔ اور دین پروردگار سے ان عقائد کا بُعد انحراف کھُلی ہوئی حقیقت ہے۔ حقیقت میں کوئی فرشتہ سب ماسوی اللہ کا پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ یہ لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس عقل کا مذکور اس حدیث میں ہے :-

إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْعَقْلَ فَقَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ فَقَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ فَقَالَ وَعِزَّتِي مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ فَبِكَ آخُذُ وَبِكَ أُعْطِي وَلَكَ الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ -	سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ سامنے آ تو وہ سامنے آ گئی تو پھر اس سے فرمایا کہ پیچھے جا تو پیچھے آ گئی۔ اس پر فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ تو مجھے اپنی تمام مخلوقات سے زیادہ عزیز ہے۔ تیرے ہی ذریعہ میں لونگا۔ تیرے ہی ذریعہ دُونگا۔ ثواب تیرے لئے ہے۔ اور عذاب کا معیار تو ہی ہے۔

اس عقل کو قلم بھی کہتے ہیں کیونکہ ایک روایت یہ بھی ہے :-

إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمُ -	سب سے اوّل اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔

یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اور عقل کے متعلق جو حدیث مذکور ہے وہ ان لوگوں کے نزدیک جو کہ حدیث کا علم رکھتے ہیں کذب موضوع ہے۔ جیسا کہ ابو حاتم بستی۔ دار قطنی اور ابن جوزی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ روایت حدیث کی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں ہے۔ بایں ہمہ اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جاتی جب بھی اس کے الفاظ خود انہی کے خلاف دلیل ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

"أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ تَعَالَى الْعَقْلَ قَالَ لَهُ" اور یوں بھی روایت ہے۔ "لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ" (۴۰)

پس حدیث کا معنی یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کرنے کی ابتدائی ساعات ہی میں اس سے خطاب فرمایا۔ اس حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں کہ عقل سب سے پہلی مخلوق ہے۔ لفظ اول بنا بر ظرف منصوب ہے۔ جیسا کہ روایت ثانیہ کا لفظ لمّا ہے اور پوری حدیث پر غور کیا جائے تو معنی اور بھی واضح ہو جاتے ہیں۔

ما خلقت خلقا اکرم علی منك ۔	میں نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو مجھے تجھ سے زیادہ عزیز ہو،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بھی کچھ چیزیں پیدا کی ہیں پھر فرمایا فَبِكَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِي وَلَكَ الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ یہاں اعراض کے چار انواع بیان کئے۔ حالانکہ ان فلسفیوں کی یہ رائے ہے کہ عالم علوی و عالم سفلی کے تمام جواہر عقل سے صادر ہوئے ہیں۔ ع ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا !

اہلِ فلسفہ کیونکر گمراہ ہوئے ؟

متاخرین اہل فلسفہ نے ٹھوکر اس وجہ سے کھائی کہ لفظ عقل کا مفہوم اہل اسلام کی زبان میں اور تھا اور یونانی فلسفیوں کی زبان میں اور۔ مسلمانوں کی زبان میں لفظ عقل عَقَلَ يَعْقِلُ عَقْلًا کا مصدر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :۔

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ (ملک)	اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں نہ ہوتے۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۔ (نحل)	اس امر میں سمجھنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۔ (حج)	کیا وہ زمین میں سیر نہیں کرتے کہ ان کے دل ہوں جن کے ذریعہ وہ سمجھیں اور کان ہوں جن سے وہ سنیں۔

عقل سے مراد وہ قوّت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اس غرض سے رکھی ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے سمجھے۔ اور فلسفیوں کے نزدیک عقل ایک جوہر ہے جو بنفسہٖ

قائم ہے۔ مثلاً عاقل۔ اور یہ مفہوم پیغمبروں اور قرآن کی زبان کے مطابق نہیں ہے۔ عالم خلق بھی ان کے نزدیک جیسا کہ ابو حامد نے ذکر کیا ہے اجسام کا عالم ہے اور عقل اور نفوس کو وہ عالم الامر سے تعبیر کرتا ہے۔ اور کبھی عقل کو عالم جبروت اور نفوس کو عالم ملکوت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اجسام کو عالم الملک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں وہ شخص جو پیغمبر کی زبان سے واقف نہ ہو۔ کتاب وسنت کے معنی نہ جانتا ہو وہ یہ گمان کر بیٹھتا ہے کہ کتاب وسنت میں ملک۔ ملکوت اور جبروت کا جو ذکر آیا ہے اس کا مفہوم وہی ہے۔ جو یونان کے فلسفیوں کی زبان میں ہے۔ حالانکہ نفس الامر اس کے خلاف ہے۔ یہ لوگ اہل اسلام کو شبہ میں ڈالنے کے لئے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ملک محدث یعنی معلول ہے۔ حالانکہ وہ اسے قدیم بھی مانتے ہیں۔ اور محدث وہی ہوتا ہے۔ جو پیدا ہونے سے پہلے معدوم رہ چکا ہو۔ نہ تو عرب کی زبان اور نہ کسی اور زبان میں قدیم ازلی کو محدث سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ اور ہر مخلوق محدث ہے۔ اور ہر محدث نیست سے ہست ہوا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ اہل کلام یعنی جہمیہ و معتزلہ نے مختصر سا مناظرہ کیا ہے جس میں نہ تو انہوں نے پیغمبر کی بتائی ہوئی بات کو پہنچوایا ہے اور نہ مقتضیات عقل کو ثابت کر سکے۔ سو نہ تو وہ اسلام کے لئے باعث نصرت ہوئے اور نہ دشمنوں کو شکست دے سکے۔ بلکہ بعض فاسد آراء میں وہ فلسفیوں کے ہم نوا ہو گئے۔ اور بعض درست باتوں میں ان سے اختلاف کرتے رہے۔ سو ان جہمیہ اور معتزلہ کا علوم نقل وعقل میں قاصر ہونا اہل ملاحدہ کی گمراہی کے لئے باعث تقویت بن گیا۔ جیسا کہ کسی دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔

فلسفی صوفی اور اسلامی صوفی

اہل فلسفہ کبھی یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ جبریل محض ایک خیال ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس میں شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور خیال عقل کے تابع ہوتا ہے۔ سو جن بے دین فلسفیوں نے ان کی اس رائے میں شرکت اختیار کی وہ یہ دعویٰ کرنے لگے کہ ہم اولیاء اللہ ہیں۔ نیز اولیاء اللہ انبیاء سے افضل ہیں۔ اور وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتے ہیں

ابن عربی صاحب "فتوحات" و "فصوص" کا قول ہے کہ ولی اللہ اسی کان سے دولتِ علم حاصل کرتا ہے جس سے وہ فرشتہ حاصل کرتا ہے جو رسول کی طرف وحی لاتا ہے۔ اس کی رائے ہیں وہ (۴۱) معدن عقل اور فرشتہ خیال ہے۔ اور خیال عقل کے تابع ہے۔ اور وہ بزعم خود اس سے علم حاصل کرتا ہے جو خیال کی بھی اصل ہے۔ اور خود رسول خیال سے علم حاصل کرتا ہے اس لئے وہ اپنے عقیدے میں نبی پر فائق بن جاتا ہے۔ اگر نبی کے خواص وہ ہوں جو کہ انہوں نے ذکر کئے ہیں۔ تو وہ ولی سے افضل ہونا تو درکنار اس کا ہم جنس بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب وہی خواص افراد مسلمین میں پائے جائیں تو اس کی کیا تعبیر کی جائیگی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ نبوت اس سے برتر حقیقت ہے۔ ابن عربی اور اس کی طرح کے لوگ مدعی تو اس امر کے ہیں کہ وہ صوفی ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ صوفیہ ملاحدہ فلاسفہ میں سے ہیں۔ وہ اہل علم صوفیہ میں سے بھی نہیں ہیں چہ جائیکہ وہ ان مشائخ میں سے ہوں جو کتاب وسنت کے پابند ہیں۔ فضیل ابن عیاض۔ ابراہیم ابن ادھم۔ ابوسلیمان دارانی معروف کرخی۔ جنید بن محمد اور سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہم اور ان کی طرح کے مشائخ اہل حق میں سے ہیں۔

مسئلۂ شفاعت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرشتوں کی جو صفات بیان فرمائی ہیں، وہ بھی ان لوگوں کے قول کی مخالف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ، لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ۔ (سورۂ انبیاء)	کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد بھی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جن کو وہ اولاد سمجھتے ہیں وہ اولاد نہیں بلکہ باعزت بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تجاوز نہیں کرتے اور اسی کے حکم کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو ان کے روبرو ہو چکا ہے یا اُن سے پہلے ہؤا ہے۔ اور اسی کی سفارش کرتے ہیں جن کیلئے سفارش اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور وہ اُسکے ڈر سے دبکے رہتے ہیں۔

پھر فرمایا:۔

وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ (انبیاء)	اور جو شخص ان میں سے یہ کہہ دے کہ میں اس کے علاوہ معبود ہوں۔ اسے ہم جہنم کی سزا دیتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا کرتے ہیں

اور فرمایا:۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى۔ (پ ۲۷ ع ۶)	آسمانوں میں کتنے فرشتے بھرے پڑے ہیں۔ لیکن کسی کی سفارش اس وقت تک کارگر نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اور پسند کرے سفارش کی اجازت نہ دے۔

اور فرمایا:۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ۔ پ ۲۲ ع ۹)	کہو کہ جن لوگوں کو تم خدا کے سوا کچھ سمجھتے ہو ان کو بلاؤ۔ ان کو آسمانوں اور زمینوں میں ذرہ بھر اختیار حاصل نہیں ہے نہ تو ان دونوں میں ان کا کچھ ساجھا ہے اور نہ ان کی تخلیق میں وہ خدا کے مددگار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی سفارش سود مند نہیں ہوتی مگر جس کے لئے وہ خود اجازت دے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ۔ (پ ۱۷ ع ۲)	آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی ہے اور جو فرشتے اس کے پاس ہیں اس کی عبادت سے نہ تو ازراہ تکبر منہ موڑتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ دن رات تسبیحیں کرتے رہتے ہیں۔ اور ذرا سست نہیں پڑتے۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی صورت میں آئے اور فرشتہ مریم علیہا السلام کے سامنے ٹھیک بشر کی صورت میں سامنے ہوا۔ اور جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دحیہ کلبی کی صورت میں اور اعرابی کی صورت

میں ظاہر ہُوا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی ایسا ہی دکھائی دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی یہ وصف بیان کی ہے۔ کہ وہ صاحب قوت ہے۔ اور ربّ عرش کے ہاں بڑے مرتبہ والا ہے فرشتوں کا افسر اور بڑا امانتدار ہے۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آسمانوں کے مطلع صاف میں دیکھا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ "اس کی روحانی جسمانی طاقتیں بڑی زبردست ہیں۔ کہ جس وقت آسمان کی ایک اچھی اونچی جگہ میں تھا سامنے کا سارا پیغمبرؐ کے سامنے آکھڑا ہُوا۔ پھر نزدیک ہُوا، اور اس قدر جھکا کہ دو کمان کی قدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ اس وقت خدا نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنی تھی سو کی پیغمبر نے جو کچھ دیکھا تھا دل نے اس میں کچھ جھوٹ نہیں ملایا۔ کیا تم اس کے ساتھ جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے جبرئیل کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جسکے نزدیک ہی جنۃ الماویٰ ہے ایک دفعہ اور بھی دیکھا تھا۔ جبکہ سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ اس وقت بھی پیغمبر کی نگاہ نہ بہکی اور نہ اُچٹی۔ بے شک پیغمبرؐ نے اس وقت اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ کہ انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک افق اعلیٰ میں اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ نیز دوسری جگہ پر جبرئیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ روح امین ہے۔ اور وہی روح قدس ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری صفات بتا رہی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بلند ترین۔ ذی حیات اور ذی عقل مخلوقات میں سے ہے۔ وہ جوہر قائم بنفسہٖ ہے۔ نہ کہ نبی کے نفس میں ایک خیال جیسا کہ ان بے دین فلاسفہ کا ولایت کے مدعیوں کا اور نبیؐ سے زیادہ عالم ہونے کا دعویٰ رکھنے والوں کا عقیدہ ہے۔ ان لوگوں کی حقیقت نمائی یہ ہے کہ وہ اصول ایمان یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں اس کے پیغمبروں اور روز قیامت کے منکر ہیں۔ حقیقت میں وہ خالق کے منکر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مخلوق کے وجود ہی کو خالق کا وجود قرار دے دیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ وجود ایک ہی ہے۔ وہ واحد بالیقین اور واحد بالنوع میں امتیاز نہیں کرتے۔ کیونکہ موجودات وجود کے مسمّی میں اسی طرح شریک ہیں جس طرح تمام لوگ (اناسی) انسان کے مسمّٰی میں اور حیوانات حیوان

(۴۲)

کے مسمّٰی میں شریک ہیں۔ لیکن یہ مشترک کلی صرف ذہن میں مشترک کلی ہے۔ جو حیوانیت انسان کے ساتھ قائم ہے وہ اس حیوانیت کی عین نہیں ہے جو کہ گھوڑے کے ساتھ قائم ہے۔ اور آسمانوں کا وجود بعینہ انسان کا وجود نہیں ہے۔ پس خالق جل جلالہٗ کا وجود اپنی مخلوقات کے وجود کی طرح نہیں ہے۔ ان بے دینوں کا عقیدہ وہی ہے جو فرعون کا عقیدہ تھا جس نے صانع کو معطّل قرار دیا۔ وہ اس موجود و مشہود کا منکر نہیں تھا۔ لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ موجود بنفسہٖ ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اس امر میں اس کی موافقت کی لیکن اس پر یہ دعویٰ مستزاد ہوا کہ وہی اللہ ہے۔ چنانچہ وہ اس سے زیادہ گمراہ ٹھہرے اگرچہ اس کا یہ قول بہ ظاہر ان کے قول سے زیادہ موجب فساد ہے ان لوگوں کے قول کے مطابق بتوں کو پوجنے والے بھی حقیقت میں خدا ہی کو پوجتے ہیں۔ جب فرعون کے ہاتھ میں حکومت اور تلوار تھی تو اس نے کہا تھا کہ میں تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں۔ عرف عام میں یہ کہنا جائز ہے۔ اگر تمام لوگ کسی نہ کسی نسبت سے رب ہوں تو فرعون یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تم سب سے بلند تر ہوں۔ کیونکہ ظاہراً میں تم پر حکمران ہوں۔ لیکن ان بے دین متکلموں نے فرعون کے ان الفاظ سے بھی اپنے عقائدِ فاسدہ کا اُلّو سیدھا کرنے کی کوشش کر ہی دی۔ اور کہا کہ جب جادوگروں نے اپنے قول کے متعلق فرعون کی سچائی معلوم کر لی تو انہوں نے اس مسئلہ میں اس کے قول کو مان لیا۔ اور کہا

اِقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ۔ (پ ۱۶ ع ۱۲)	تو جو چاہتا ہے کر گزر تو اسی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے

ان لوگوں نے اس واقعہ سے یہ دلیل اخذ کی کہ فرعون کا یہ قول صحیح ہوا کہ:۔

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔	میں تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں۔

اور فرعون عین حق تھا۔ پھر ان لوگوں نے روز قیامت کی حقیقت سے بھی انکار کیا۔ اور کہہ دیا کہ اہل النار بھی اہل جنت کی طرح نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونگے۔ اللہ تعالیٰ، روز قیامت خدا کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں سے اس صریح انکار کے باوجود ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کے خاص الخاص اولیاء کے بھی خلاصہ ہیں۔ انبیاؑ سے افضل ہیں اور انبیاؑ

بھی انہی کے چراغ کے ذریعہ خدا کو پہچانتے ہیں"۔ یہ موقعہ ان لوگوں کی بے دینی کی تفصیل کا نہیں ہے لیکن اولیاءُ اللہ کے متعلق تذکرہ تھا اور اولیا رحمٰن اور اولیا شیطان کے درمیان فرق واضح کرنا مقصود تھا اس لئے ہم نے ضمناً یہ باتیں کہ دیں۔ چونکہ اس قسم کے لوگ کہلانے کو تو اکابر اولیاءُ اللہ ہیں۔ مگر حقیقتہً شیطان کے دوست ہیں۔ لہذا ہم نے بطور تنبیہ کچھ ذکر کر دیا۔

الغرض ان کا کلام زیادہ تر شیطانی حالات میں ہوتا ہے۔ اور صاحب "فتوحات" کی طرح (۴۴) کہتے ہیں کہ ارضی حقیقت ارضی خیال ہی ہے۔ یہ تو ظاہر بات ہے کہ جس حقیقت میں وہ کلام کرتا ہے وہ خیال ہے اور شیطان کے تصرف کا محل۔ کیونکہ شیطان انسان کے خیال میں خلاف واقعہ صورتیں بنا کر ظاہر کرتا ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ، حَتّٰى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ، وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ (پ ۲۵ ع ۱۱)

اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے اغماض کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور باوجودیکہ شیاطین گناہگاروں کو راہ خدا سے روکتے رہتے ہیں تاہم گناہگار اپنے آپ کو راہ راست پر سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب گناہگار ہمارے حضور میں حاضر ہوگا تو وہ اپنے ساتھی شیطان کو دیکھ کر کہیگا۔ اے کاش مجھ اور تجھ میں پورب اور پچھم کا فاصلہ رہا ہوتا۔ سو بہت ہی برا ساتھ ہے۔ اور جبکہ تم نے نافرمانیاں کی ہیں تو آج یہ بات تمہارے کچھ کام نہ آئیگی کہ تم ایک ساتھ عذاب میں ہو

اور فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا

اللہ تعالیٰ یہ تو معاف نہیں کرتا کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک گردانا جائے۔ البتہ اس سے کم جس کو چاہے معاف کرے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک گردانا وہ دور بھٹک گیا یہ خدا کے سوا تو بس عورتوں ہی کو پکارتے ہیں اور شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں جس کو خدا نے پھٹکار دیا۔ اور

لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ (پ ۵ ع ۱۵)

وہ لگا کہنے کہ میں تو تیرے بندوں سے ایک حصہ ضرور لیا کروں گا۔ اور ان کو ضرور ہی بہکاؤں گا۔ اور ان کو امیدیں ضرور دلاؤں گا۔ اور ان کو ضرور سمجھاؤں گا اور وہ جانوروں کے کان ضرور چیرا کرینگے۔ اور ان کو سمجھاؤنگا۔ تو وہ خدا کی بنائی ہوئی صورتوں کو ضرور بدلا کرینگے۔ اور جو شخص خدا کے سوا شیطان کو دوست بنائے تو وہ صریح گھاٹے میں آگیا۔ شیطان ان کو وعدے دیتا اور ان کو امیدیں دلاتا ہے۔ اور شیطان ان سے جو وعدہ کرتا ہے نرا دھوکا ہے۔

اور فرمایا:۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (پ ۱۳ ع ۱۶)

اور جب فیصلہ ہو چکیگا تو شیطان کہیگا کہ خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور وعدہ تو تم سے میں نے بھی کیا تھا۔ مگر میں نے تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی۔ اور تم پر میری کچھ زبردستی تو تھی نہیں بات اتنی ہی تھی کہ میں نے تم کو بلایا اور تم نے میرا کہنا مان لیا تو اب مجھے الزام نہ دو بلکہ اپنے آپ کو الزام دو۔ نہ تو میں تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں۔ اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو۔ میں تو مانتا ہی نہیں کہ تم مجھ کو پہلے شریک بناتے تھے اس میں شک نہیں کہ جو لوگ نافرمان ہیں ان کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

اور فرمایا:۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ

اور جب شیطان نے ان کی حرکات ان کو عمدہ کر دکھائیں اور کہا کہ آج لوگوں میں کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں۔ پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں اپنے اُلٹے پاؤں چلتا بنا اور لگا کہنے کہ مجھ کو تم

وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ (پ۱۰ ع۲)

سے کچھ سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم کو نہیں سوجھ پڑتی۔ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کی مار بڑی سخت ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اور صحیح حدیث ہے کہ حضور نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کی قیادت فرما رہے تھے اور جب شیطان نے فرشتوں کو دیکھا تو وہ ان سے بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے فرشتوں کے ذریعہ مدد دیتا ہے۔ فرمایا

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ (پ۹ ع۱۷)

اے پیغمبر اس وقت کو یاد کرو جب تمہارا پروردگار فرشتوں کی طرف وحی بھیج رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس مسلمانوں کو جمائے رکھو۔

اور فرمایا:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۔ (احزاب)

اے مسلمانو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ تمہارے پاس فوجیں آئیں تو ہم نے اُن پر طوفانی ہوا بھیجا اور وہ فوجیں بھیجیں جنہیں تم نے دیکھا۔

اور فرمایا:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ۔ (پ۱۰ ع۱۲)

جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوست ابو بکرؓ سے کہہ رہے تھے کچھ فکر نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر تسلی نازل کی اور اُسے ان فوجوں کے ذریعہ مدد دی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

اور فرمایا:۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ

اے پیغمبر جنگ بدر کا وہی واقعہ یاد کرو۔ جب تم مسلمانوں

اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ۔ بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ - (پ ۴ع)	سے کہ رہے تھے کہ کیا تم کو اتنا کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے۔ بلکہ اگر تم ثابت قدم رہو۔ اور تقوٰی اختیار کئے رکھو۔ اور دشمن ابھی اسی دم تم پر چڑھ آئیں۔ تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار ایسے فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے گا۔ جو جنگی نشان سے آراستہ ہونگے۔

شیطانی وحی

ایسے لوگوں کے پاس روحیں آکر باتیں کرتی ہیں۔ اور ان کے سامنے معین صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ارواح جن اور شیطان ہوتے ہیں جنہیں یہ نادان فرشتے سمجھ بیٹھتے ہیں۔ بتوں اور ستاروں کے پجاریوں سے بھی اسی طرح کی ارواح مخاطب ہوتی ہیں۔ ظہور اسلام کے بعد سب سے پہلے جن لوگوں نے یہ دھوکا کھایا۔ ان میں ایک مختار ابن عبید تھا جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ مسلم میں صحیح حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَیَكُوْنُ فِیْ ثَقِیْفٍ كَذَّابٌ وَّ مُبِیْرٌ۔	بنی ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا اور ایک مفسد۔

کذاب مختار ابن عبید تھا اور مفسد حجاج ابن یوسف۔ ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ مختار کا دعوٰی ہے کہ اس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اس پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ (پ ۱۹ ع۱۵)	کیا میں تمہیں بتاؤں کن لوگوں پر شیطان اترا کرتے ہیں (۴۴) وہ جھوٹے بدکردار پر اترا کرتے ہیں

ابن عباس سے جب کہا گیا کہ مختار کو اپنی طرف وحی آنے کا دعوٰی ہے۔ تو اس نے کہا:۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ (اعراف)	شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں

انہی ارواح شیطانیہ میں سے وہ روح بھی ہے جس کے متعلق صاحب "فتوحات" کا دعویٰ ہے کہ اس نے اس کی طرف اس کتاب کا القا کیا ہے۔ اسی لئے وہ قسم قسم کے میٹھے کھانوں کا ذکر کرتا ہے جو کہ یہ ارواح اپنے ساتھ لایا کرتی ہیں۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس شخص کا جن و شیاطین کے ساتھ تعلق ہے۔ وہ یہ گمان کر لیتے ہیں کہ یہ اولیاء کی کرامتیں ہیں۔ حالانکہ وہ شیطانی حالات ہیں مجھے ان لوگوں میں سے بعض سے شناسائی بھی حاصل ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ہوا میں دور تک اُڑے چلے جاتے ہیں اور پھر واپس آجاتے ہیں بعض ایسے ہیں جن کو شیاطین چرایا ہوا مال لا کر دیتے ہیں۔ اور بعض کی چوری کا سراغ شیاطین کے ذریعہ ملتا ہے چونکہ لوگ اپنے مسروقہ اموال کا پتہ معلوم کرنے کے عوض انہیں رشوت یا کوئی عطیہ پیش کر دیتے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں چونکہ ان لوگوں کے احوال شیطانی ہیں اس لئے وہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص کرتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب "فتوحات مکی" و "فصوص" اور اس کی طرح کے دوسرے مصنفین کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ قوم نوحؑ، قوم ہودؑ اور آل فرعون وغیرہ کفار کی مدح کی گئی ہے اور نوحؑ، ابراہیم، موسیٰؑ اور ہارون علیہم السلام جیسے انبیاؑ کی تنقیص بیان کی گئی ہے۔ ان مسلمان شیوخ کی مذمت کی گئی ہے جو اہل اسلام کے نزدیک محمود و محترم ہیں۔ مثلاً جنید بن محمدؒ اور سہل بن عبداللہ تستریؒ اور مدح کی جاتی ہے تو ان لوگوں کی جن کو مسلمان برا سمجھتے تھے۔ مثلاً حلاج اور اس قماش کے دوسرے لوگ۔ اگر ان باتوں کی شہادت مطلوب ہو تو اس کی "تجلیات" خیالیہ و شیطانیہ موجود ہے۔

ابن عربی اور حضرت جنیدؒ

جنید قدس اللہ تعالیٰ روحہ، ائمہ ہدایت میں سے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ توحید کیا چیز ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ حدوث کو قدم سے علٰحدہ ماننا۔ آپ نے بیان فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ قدیم اور محدث اور خالق و مخلوق میں امتیاز کیا جائے۔ صاحب "فصوص" نے اس کا انکار کیا اور اپنے خیالی و شیطانی مخاطبہ میں کہا "اے جنید محدث و قدیم میں امتیاز تو وہی کر سکتا ہے جو نہ محدث ہو نہ قدیم۔ جنید کا یہ قول غلط ہے کہ محدث کو قدیم سے جدا قرار

دینا توحید ہے کیونکہ محدث کا وجود بعینہٖ قدیم کا وجود ہے"۔ کتاب "فصوص" میں اس نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے علی (بلند) ہے۔ کس سے بلند؟ حالانکہ اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں اور کس چیز سے بلند حالانکہ جو کچھ ہے وہ خود ہی ہے۔ بس اس کی بلندی خود اس کے اور عین موجودات کے لئے ہے۔ اور مسمّٰی محدثات اس کی ذات کے لئے بلند ہیں۔ اور اس کے سوا وہ موجود ہی نہیں"۔ آگے چل کر لکھتا ہے: "جو کچھ بھی پوشیدہ ہے اور جو کچھ بھی ظاہر ہے اس تمام کائنات کی عین وہی ہے۔ وہاں تو کوئی دوسرا موجود ہی نہیں جو اسے دیکھے۔ اس کے سوا کوئی بھی نہیں جو اس کے متعلق کوئی بات کرے۔ اور وہ ابو سعید خراز اور دیگر اسماء کا مسمّٰی ہے"۔ اس ملحد کو معلوم ہونا چاہئے کہ دو چیزوں کے درمیان امتیاز کرنے والے کے لئے عملاً و قولاً یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ وہ ان دو چیزوں میں سے نہ ہو اور کوئی تیسرا وجود ہو۔ ہر آدمی اپنے آپ اور دوسرے شخص کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔ حالانکہ وہ ثالث نہیں ہوتا۔ بندے کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بندہ ہے۔ اور وہ اپنے نفس اور اپنے خالق کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔ اور خالق جل جلالہٗ اپنے آپ اور اپنی مخلوقات کے مابین امتیاز کرتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ وہ ان کا پروردگار ہے اور وہ اس کے بندے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں کئی جگہ اس نے فرمایا ہے۔ لیکن قرآن سے اہل ایمان استشہاد کرتے ہیں جو ظاہراً و باطناً اس کو مانتے ہیں

فلسفی صوفیوں کی افسوسناک بے باکی

(۴۵) رہے یہ ملاحدہ سو ان کا دعویٰ ہے جو تلسانی کا ہے وہ ان کے اتحاد میں سب سے زیادہ ماہر ہے جب اس کے سامنے "فصوص" پڑھی گئی اور اس سے کہا گیا کہ قرآن تمہارے "فصوص" کا مخالف ہے۔ تو اس نے کہا قرآن سارے کا سارا شرک ہے۔ اور توحید ہمارے کلام میں ہے۔ اس سے کہا گیا کہ اگر وجود ایک ہے تو بیوی سے جماع کیوں جائز اور بہن کے ساتھ کیوں حرام ہے، کہا کہ "ہمارے نزدیک سب حلال ہے۔ لیکن چونکہ یہ محجوبین حرام کہتے ہیں اس لئے ہم بھی کہہ دیتے ہیں کہ تم پر حرام ہے"۔ یہ قول کفر عظیم ہونے کے علاوہ

اپنی تردید آپ کر رہا ہے۔ کیونکہ جب وجود ہی ایک ہو۔ تو حاجب کون ہے اور محجوب کون؟ ان لوگوں کے ایک شیخ نے اپنے مرید سے کہا: "جس نے تم سے یہ کہا ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور وجود ہے تو اُس نے جھوٹ کہا ہے" مرید نے کہا "جھوٹ کہنے والا کون ہے"؟ دوسروں نے کہا "یہ مظاہر ہیں" تو ان سے کہا "مظاہر مظاہر کے غیر ہیں یا وہی ہیں۔ اگر غیر ہیں تو تم یہ لحاظ نسبت[۱] کہتے ہو۔ اور اگر وہی ہیں تو کوئی فرق نہ ہوا"۔ کسی دوسرے مقام پر ہم تفصیل کے ساتھ ان لوگوں کے اسرار و رموز کا پول کھول چکے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے قول کی حقیقت بیان کر چکے ہیں۔ صاحب فصوص کہتا ہے کہ معدوم ایک چیز ثابت تھی اور اس پر وجود حق کا فیضان ہوا۔ سو وہ وجود و ثبوت کے درمیان فرق کرتا ہے۔ معتزلہ بھی کہتے ہیں کہ معدوم ایک چیز ثابت تھی۔ لیکن یہ لوگ باینہمہ ضلالت صاحب "فصوص" سے بہتر ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے جو عدم میں ثابت تھیں۔ اور ان کا وجود پروردگار کا وجود نہیں ہے۔ بخلاف اس کے صاحب "فصوص" کا دعوٰے ہے کہ ان چیزوں پر بعینہٖ پروردگار کے وجود کا فیضان ہوا! اس کے نزدیک مخلوق کا وجود ہی نہیں جو خالق کے وجود سے علیحدہ ہو۔

صدر قونوی کی نئی چال

ازبسکہ صاحب "فصوص" کا دوست صدر قونوی زیادہ رنگین فلسفی ہے۔ اس لئے اُس نے نئی چال اختیار کی۔ یعنی مطلق و معین کا فرق تسلیم کر لیا۔ اُس نے اس بات کا اقرار نہیں کیا کہ معدوم کوئی چیز ہے۔ لیکن حق کو وجود مطلق قرار دیا۔ اور ایک کتاب لکھی جسکا نام "مفتاح غیب الجمع والوجود" ہے۔ یہ قول خالق کو اور بھی زیادہ معطل اور معدوم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ مطلق بشرط اطلاق کلی عقلی ہے، اس لئے محض ذہنی ہے نہ کہ بصورت معین۔ اور مطلق بدون کسی شرط کے کلی طبیعی ہے۔ اگر یہ کہا

---

[۱] جب نسبت لازم آئی تو دو وجود ثابت ہو گئے۔ اور اگر نسبت اٹھا دی جائے تو جھوٹ کہنے والا (معاذاللہ) خدا کا جزو ہوا۔ (مترجم)

جائے کہ وہ خارج میں موجود ہے۔ تو وہ خارج میں صرف بصورت معیّن ہو سکتا ہے
چنانچہ جو شخص اسکا قائل ہے کہ وہ خارج میں ثابت ہے۔ اِس کے مذہب
میں وہ معیّن کی جزو ٹھہرا۔ پس اِس سے لازم آتا ہے کہ یا تو پروردگار کا وجود خارج
میں محال ہے یا مخلوقات کے وجود کا جزو ہے۔ یا مخلوقات کے وجود کا عین ہے۔
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جزو کل کو پیدا کر سکتی ہے؟ یا کوئی چیز اپنے آپ کو
پیدا کر سکتی ہے؟ یا عدم وجود کا خالق ہو سکتا ہے؟ یا کسی چیز کا ایک حصہ اسکے
تمام جسم کا خالق ہو سکتا ہے؟۔

حلول اور اتحاد

یہ لوگ حلول کے لفظ سے اِس لئے بھاگتے ہیں کہ وہ حال اور محل کا مقتضی ہے
اتحاد کے لفظ سے اِس لئے گریزاں ہیں کہ وہ دو چیزوں سے مستلزم ہے۔ جن میں
سے ایک دوسرے سے متحد ہو گئی ہو۔ حالانکہ ان کے نزدیک وجود صرف ایک کا ہے۔
کہتے ہیں کہ نصاریٰ اس لئے کافر ہو گئے ہیں کہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ مسیح
کو خدا قرار دیا۔ اگر وہ ہر چیز کو خدا کہہ دیتے تو کافر نہ ہوتے۔ علیٰ ہذا القیاس وہ بت
پرستوں کی بھی یہ غلطی بتاتے ہیں کہ وہ بعض مظاہر کی پرستش کرتے ہیں۔ اور بعض
کی نہیں کرتے۔ اگر تمام مظاہر کی پوجا کرتے تو ان کے نزدیک خطا کار نہ ٹھہرتے۔
ان کے نزدیک عارف محقق کیلئے بتوں کی پوجا مضر نہیں ہے۔ قطع نظر اِس سے کہ
یہ عقیدہ کفر عظیم ہے۔ اِس میں وہ علّت تناقض بھی موجود ہے۔ جو ہمیشہ ان گمراہوں
کے گلے کا ہار رہتی ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ خطا کار نصاریٰ اور خطا کار بت
پرست آخر کون ہیں؟ خدا ہیں یا اِس سے کوئی جدا چیز ہیں؟ لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ (۴۶)
پروردگار میں وہ تمام نقائص موجود ہیں جو مخلوق میں ہوتے ہیں۔ اور مخلوقات میں بھی
وہ تمام کمالات موجود ہیں جن سے ذاتِ خالق متّصف ہے۔ اور صاحب "فصوص"
کے اِس قول کے حامی ہیں کہ "عَلِیٌّ لِنَفْسِہٖ وہ ہوتا ہے جسکا کمال تمام وجودی اور
عدمی اوصاف کا جامع ہو۔ خواہ وہ اوصاف رواج، عقل اور شرع کے نزدیک

اچھے ہوں یا بُرے - اور یہ صرف خدا کے مسمّا کا خاصہ ہے"۔ علاوہ کفر کے ان لوگوں کے قول کا تناقض بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ حس و عقل دونوں کے نزدیک اِن کا دعویٰ باطل ہے - یہ لوگ تلمسانی کے اِس قول کے بھی حامی ہیں - کہ "ہمارے نزدیک کشف کے ذریعہ ایسی چیزیں ثابت ہوتی ہیں جو صریح عقل سے متناقض ہوتی ہیں" - وہ کہتے ہیں کہ جو شخص تحقیق کا طالب ہو یعنی اُنکی تحقیق کا اُسے چاہیئے کہ عقل و شرع کو خیرباد کہہ دے - میں نے ایک ایسے اعتقاد رکھنے والے شخص سے ایک مرتبہ کہا بھی تھا کہ یہ یقینی امر ہے کہ انبیاء کا کشف دوسروں کے کشف سے زیادہ بڑا اور زیادہ کامل ہے - اور ان کی دی ہوئی خبر دوسروں کی خبر سے صادق تر ہوتی ہے - انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسی چیزوں کی خبر دیتے ہیں - جن کی معرفت سے لوگوں کی عقلیں عاجز ہوتی ہیں - ایسی خبر نہیں دیتے جسے لوگ اپنی عقل کے ذریعے معلوم کرلیں کہ وہ ممتنع ہے - ان کا تحیّر ان کی عقل کی محدود ہونے کی دلیل ہے نہ کہ مخبرات انبیاء کے محال عقلی ہونے کی - بلکہ یہ ممتنع ہے کہ رسول کی دی ہوئی خبریں عقل صریح کے مناقض ہوں - یہ بھی ممتنع ہے کہ دو قطعی دلیلوں میں تعارض ہو - خواہ وہ دونوں عقلی ہوں یا سمعی یا ان میں سے ایک عقلی ہو اور دوسری سمعی - پس اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اس کا مدعی ہو کہ اِس کا کشف عقل و شرع صریح کا مناقض ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں کہتے - لیکن بعض چیزیں جو ان کے نفس میں ہوتی ہیں خیالی صورت بن کر ان کے سامنے آتی ہیں اور وہ خیال کرلیتے ہیں کہ وہ خارج میں موجود ہیں - کبھی وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو خارج میں موجود ہوتی ہیں - لیکن وہ انہیں کرامات صالحین میں سے شمار کرتے ہیں - حالانکہ وہ تلبیسات شیاطین میں سے ہوتی ہیں - وحدت الوجود کے قائل کبھی اولیاء کو انبیاء پر ترجیح دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوّت منقطع نہیں ہوئی - جیسا کہ ابن سبعین وغیرہ سے مذکور ہے --

معصیت کی غلط تعریف

یہ لوگ شہود کے تین مراتب قرار دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بندے کو پہلے طاعت و معصیت کا شہود حاصل ہوتا ہے۔ پھر طاعت بلا معصیت کا۔ اور آخر کار اُس درجہ کا شہود ہوتا ہے جہاں نہ طاعت ہو نہ معصیت۔ شہود اوّل صحیح شہود ہے اور وہ طاعات و معاصی کے درمیان فرق کرتا ہے۔ رہا شہود ثانی سو اِس سے وہ شہود قدر مراد لیتے ہیں۔ جیساکہ ان لوگوں میں سے بعض کہتے ہیں میں اُس پروردگار کا منکر ہوں جو کہ نافرمانی کرے۔ ایسے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ معصیت اِس ارادے کی مخالفت سے عبارت ہے جو کہ مشیئت ہے۔ اور ساری مخلوقات مشیئت کے حکم کے ماتحت ہے۔ ان کا شاعر کہتا ہے ؎

اصبحت منفعلا لما تختارہٗ
منّی ففعلی کلہ طاعات

(مجھ سے وہی فعل سرزد ہوجاتا ہے جس کا مجھ سے سرزد ہونا تجھے پسند ہو۔ اسلئے میرے تمام کام عبادات ہیں)

معصیت کی صحیح تعریف

ظاہر ہے کہ یہ پیغمبروں کے شرائع کے سراسر خلاف اور خدا کی کتابوں کے بالکل منافی ہے۔ وہ معصیت جو کہ مذمت کی مستحق اور عذاب کی موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اور اسکے رسول کے حکم کی مخالفت سے عبارت ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ

یہ خدا کی حدود ہیں جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ اُسے وہ ایسے باغات میں داخل کریگا۔ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہونگی۔ ایسے لوگ ان باغوں میں سدا رہینگے۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔ اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے

نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (پ ۴ ع ۱۳)	اُسے وہ دوزخ میں داخل کریگا۔ جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اور اس کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

(۴۷) عنقریب ہم ارادہ کونیّہ و دینیّہ اور امر کونیہ و دینیہ کے درمیان فرق بیان کرینگے۔ صوفیہ کی ایک جماعت کو اس مسئلے میں اشتباہ ہُوا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ جو شخص اس مسئلے میں جنید کی پیروی کریگا وہ سیدھی راہ پر ہوگا۔ اور جو اسکی مخالفت کریگا گمراہ ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام امور خدا کی قدرت و مشیئت سے ہوتے ہیں۔ اور اسی وحدت کے شہود میں ہوتے ہیں اِس کا نام وہ "جمع اوّل" رکھتے ہیں۔ جنید نے ان سے بیان کیا ہے کہ فرق ثانی کا شہود لابدّی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گو تمام اشیا خدا کی مشیئت و قدرت اور اس کی مخلوق ہونے میں مشترک ہیں۔ لیکن جس چیز کا وہ حکم کرتا ہے۔ جس چیز کو وہ پسند کرتا اور راضی ہوتا ہے اس میں اور اُس چیزمیں جسے اُس نے ممنوع، مکروہ اور موجب ناراضی قرار دیا ہے فرق کرنا ضروری ہے۔ اور خدا کے دوستوں اور دشمنوں کے مابین فرق کرنا بھی لازمی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے:۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۔ (سورۂ نون)	کیا ہم مسلمین کو مجرموں کی طرح قرار دینگے؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم کیسے کیسے فیصلے گھڑتے ہو؟۔

اور فرمایا:۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔ (پ ۲۳ ع ۱۲)	کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ اور کام بھی اچھے کرتے ہیں۔ ان لوگوں جیسا کر کے رکھینگے جو زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یا ہم ایسا کر دینگے کہ متقین کے ساتھ اِس طرح کا برتاؤ کریں۔ جو ہم گناہگاروں کے ساتھ کرینگے؟۔

اور فرمایا:۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ (پ ۲۵ ع ۱۸)

کیا جن لوگوں نے بُرے کام کئے ہیں ان کو ہم ان لوگوں جیسا کر کے رکھینگے جو ایمان بھی لائے اور کام بھی اچھے کرتے تھے۔ کیا ان دونوں جماعتوں کا جینا مرنا ایک برابر ہوگا! یہ لوگ کیا ہی برے حکم لگایا کرتے ہیں۔

اور فرمایا:۔

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (پ ۲۴ ع ۱۱)

اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا۔ اور مومن و نیکو کار کے ساتھ بدکردار کی برابری نہیں ہو سکتی۔ مگر تم لوگ بہت کم غور کرتے ہو۔

اسی لئے امت کے ائمہ اور سلف صالحین کا مذہب یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا، اُس کا پالنے والا اور اُس کا مالک ہے، جو کچھ وہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اُس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ اِس کے ساتھ ہی اُس نے طاعت کا حکم دیا اور نافرمانی سے منع کیا ہے۔ وہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اپنے بندوں کیلئے کفر پسند نہیں کرتا۔ بُری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ گو اس کی مشیئت کے ساتھ کیوں نہ واقع ہوں۔ مگر وہ اسے محبوب و مرغوب نہیں ہو سکتیں بلکہ مبغوض ہیں۔ اور ان کا مرتکب لائق مذمت اور سزاوار عذاب ہے۔

رہا تیسرا مرتبہ جس میں نہ طاعت کا شہود ہے اور نہ معصیت کا۔ اِن لوگوں کے نزدیک ایک ہی وجود ہوتا ہے اور بس۔ اور اُسے وہ تحقیق و لائت کی انتہا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ خدا کے اسماء و آیات میں رخنہ اندازی اور اللہ تعالےٰ سے دشمنی کی اِنتہا ہے۔ اِس مرتبہ والا آدمی یہود و نصاریٰ اور تمام کفار کو دوست قرار دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔ (پ ۶ ع۱۲)

تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا۔ وہ ان ہی میں سے ہوگا۔

شرک اور بت پرستی سے نہیں بچتا۔ اور ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت سے خارج ہو جاتا ہے:۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (پ ۲۸ ع۷)

تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں کا اچھا نمونہ پیش ہو چکا ہے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور خدا کے سوا جن چیزوں کی تم پوجا کرتے ہو۔ اُن سے بیزار ہیں۔ تمہارے عقیدوں کو ہم نہیں مانتے۔ تم میں اور ہم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور دشمنی قائم ہو گئی ہے۔ جتیٰ کہ تم اکیلے اللہ کے ساتھ ایمان لے آؤ۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم مشرکین سے کہا:۔

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

تمہیں کچھ خبر بھی ہے۔ جن چیزوں کو تم اور تمہارے اگلے آباؤ اجداد پوجتے چلے آئے ہیں وہ میرے دشمن ہیں۔ ہاں میرا دوست ہے تو پروردگار عالم ہے۔ (پ ۱۹ ع۹)

اور فرمایا:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ (پ ۲۸ ع۳)

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کو تم ایسے لوگوں سے یارانہ گانٹھے ہوئے کبھی نہ پاؤ گے۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں۔ خواہ وہ ان کے باپ دادا، بیٹے بیٹیاں، بھائی بہن اور ان کے کنبے ہی کے کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضان غیبی سے ان کی تائید کی ہے۔

اُن لوگوں میں سے بعض نے اپنے مذہب پر کتابیں اور قصیدے لکھے ہیں۔ ابن الفارض نے ایک قصیدہ "نظم السلوک" کے نام سے لکھا ہے۔ جس میں وہ کہتا ہے ؎

لَہَا صلاتی بالمقام اقیمھا ۔ واشھد فیھا انھا لی صلت (۴۸)

کسی مقام پر میں اپنی نماز اس کی طرف قائم کرتا ہوں۔ تو مجھ پر شہود ہوتا ہے۔ کہ اس نے میری طرف نماز ادا کی

کلانا مصل واحد ساجد الی ۔ حقیقتہ بالجمع فی کل سجدۃ

ہم دونوں ایک نمازی ہیں۔ جو ایک ہی ذات کی طرف ہر سجدے میں اکٹھے ہو کر سجدہ گزار ہوتے ہیں۔

وما کان لی اصل سوائی ولم تکن ۔ صلاتی لغیری فی ادا کل رکعتہ

مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں اپنے سوا کسی اور کی نماز ادا کروں حالانکہ جو رکعت ادا کرتا ہوں وہ میرے غیر کیطرف نہیں ہوتی

آگے چل کر کہتا ہے :۔

وما زلت ایاھا وایای لم تزل ۔ ولا فرق بین ذاتی لذات صلت

میں ہمیشہ سے اس ذات کا عین ہوں اور میری ذات ہمیشہ سے اس ذات کی عین ہے۔ اور میری ذات اور ذات مصلیہ کے درمیان کسی قسم کا فرق نہیں

انی رسولا کنت منی مرسلا ۔ وذاتی بآیاتی علی استدلت

میں اپنی ہی طرف سے اپنی طرف رسول بھیجنے والا تھا۔ اور میری ہی ذات میری ہی آیات کے ساتھ مجھ پر دلیل لائی۔

فان دعیت کنت المجیب وان اکن ۔ منادًا اجابت من دعانی ولبت

اگر اسے بلایا گیا تو میں جواب دونگا۔ اور اگر مجھے پکارا گیا تو خود بلانے والی اسے جواب دیگی۔ اور لبیک کہے گی۔

اِس طرح اور بہت سی باتیں کرتا ہے۔ اسی لئے مرتے وقت وہ یہ شعر کہہ رہا تھا ؎

ان کان منزلتی فی الحب عندکم ۔ ما قد لقیت فقد ضیعت ایامی

اگر راہ و رسم محبت میں تمہارے ہاں ہماری یہی قدر و منزلت ہے جو کہ مجھے مل چکی ہے تو میں نے اپنی عمر ضائع کر ڈالی۔

امنیۃ ظفرت نفسی بھا زمنا ۔ والیوم احسبھا اضغاث احلام

جس آرزو میں میرا نفس ایک عرصہ تک با مراد رہا۔ لیکن آج اسے میں خواب پریشاں سمجھ رہا ہوں۔

وہ یہ خیال کرتا رہتا تھا کہ وہ اللہ ہے۔ لیکن جب خدا کے فرشتے اسکی روح قبض کرنے کے لئے آموجود ہوئے۔ تو اُس پر اپنے خیالات کا باطل ہونا منکشف ہوا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (پ۲۷ ع۱۷)	جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جو مخلوقات زمین میں ہے۔ سب اللہ تعالےٰ کی تسبیح وتقدیس میں لگی ہوئی ہے اور وہ زبردست دانا ہے۔

تو جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔ وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ وہ خود اللہ نہیں ہے۔ اور فرمایا :۔

لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (پ۲۷ ع۱۷)	آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی اسی کی ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہ اول ہے وہ آخر ہے وہ ظاہر ہے وہ باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

صحیح مسلم میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ وہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے :۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی مُنْزِلَ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ۔	اے سات آسمانوں اور عرش عظیم کے مالک۔ ہمارے پروردگار اور ہر چیز کے پالنے والے، بیج اور گٹھلی کے پھاڑنے والے، تورات، انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے، میں ہر اس جاندار کی شر سے جسکی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔ تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی نہیں، تو آخر ہے تجھ سے بعد کوئی نہیں، تو ظاہر ہے تجھ سے بلند تر کوئی نہیں، تو باطن ہے تجھ سے پرے کوئی نہیں، مجھ سے قرضہ ادا کرادے اور مجھے فقر سے چھوڑا کر غنی کردے۔

اور فرمایا :-

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ (پ ۲۷ ع ۱۷)

وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا - جو چیز زمین میں داخل ہوتی، جو چیز زمین سے باہر آتی، اور جو چیز آسمان سے اترتی، اور جو چیز آسمان کیطرف چڑھتی ہے اُسے وہ جانتا ہے - اور تم لوگ جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے - اور جو کچھ تم کیا کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے -

سو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ آسمان اور زمین، اور دوسرے مقام پر یہ بھی آیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے مابین جو کچھ بھی ہے، وہ مخلوق ہے اور اسکی تسبیح کہتی ہے - اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے -

لفظ مَعَ کا منطوق -

رہا اللہ تعالیٰ کا قول وَهُوَ مَعَكُمْ سو اس میں لفظ مَعَ لغت عرب میں اس کا مقتضی نہیں ہے کہ ایک چیز دوسری سے ملی ہوئی ہو - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ)

اللہ تعالیٰ سے ڈرو - اور سچوں کے ساتھ رہو

اور فرمایا :-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ۔ (پ ۲۶ ع ۱۲)

محمد اللہ کا رسول ہے - اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں -

اور فرمایا :-

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ۔ (انفال)

جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا - وہ تم میں سے ہیں -

لفظ مَعَ قرآن میں عام اور خاص دونوں معنوں میں آیا ہے - عام اِس

آیت میں آیا ہے۔ اور آیۂ مجادلہ میں ہے:۔

(۴۹) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (پ ۲۸ ع ۲)

کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ سب کے حال سے واقف ہے۔ جب تین آدمی کا صلاح و مشورہ ہوتا ہے۔ تو ضرور۔ اُن کا چوتھا وہ ہوتا ہے، اور اگر پانچ کا ہوتا ہے تو ضرور ان کا چھٹا وہ ہوتا ہے۔ اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور کہیں بھی ہوں وہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے دن وہ ان کو جتا دیگا۔ اللہ ضرور ہر ایک چیز سے واقف ہے۔

اِس آیت کی ابتدا بھی علم سے فرمائی۔ اور اسے ختم بھی علم کے ساتھ کیا۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ ضحاک۔ سفیان ثوری اور احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اُن کے ساتھ ازروئے علم ہے'۔ دوسری معیّت خاصہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ (پ ۱۴ ع ۲۲)

اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور احسان کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالےٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے:۔

اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰى۔ (پ ۱۶ ع ۱۱)

میں یقیناً تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

اور فرمایا:۔

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (پ ۱۰ ع ۱۲)

جب وہ اپنے دوست سے کہہ رہا تھا۔ ڈرو مت۔ اللہ ضرور ہمارے ساتھ ہے۔

یہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ سو اللہ تعالےٰ فرعون کے ساتھ نہیں بلکہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ ہے۔ اور ابوجہل اور اپنے دوسرے دشمنوں کے ساتھ نہیں بلکہ محمدؐ اور اُن کے دوست ابو بکرؓ کے ساتھ ہے۔ اور ان

لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں۔ اور اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔ نہ کہ ظالم اور تعدّی پیشہ ہیں۔ اگر معیت کے معنی یہ ہوں کہ وہ بذاتہٖ ہر جگہ ہوتا ہے تو اس سے خبرِ خاص و خبرِ عام کا تناقض لازم آتا ہے۔ اِس لئے صحیح معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالےٰ ازروئے نصرت و تائید اِن لوگوں کے ساتھ ہے اور اُن لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔ اور فرمایا :۔

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۔ (زخرف)	اللہ تعالےٰ وہ ذات ہے کہ آسمان میں بھی معبود ہے۔ اور زمین میں بھی معبود ہے ۔

یعنی اُس مخلوقات کا بھی معبود ہے جو آسمانوں میں ہے۔ اور اس کا بھی الٰہ ہے جو زمین میں ہے۔ چنانچہ فرمایا :۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ (پ ۲۱ ع ۴)	آسمانوں اور زمینوں میں عمدہ سے عمدہ باتیں اسکی شان کے شایاں ہیں۔ اور وہ زبردست ہے۔ صاحب حکمت ہے ۔

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الآیہ کی تفسیر امام احمد اور دیگر ائمہ علم نے اِس طرح کی ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں معبود ہے، اُمت کے سلف اور اس کے اماموں کا اِس پر اتفاق ہے کہ رب تعالےٰ اپنی مخلوقات سے جُدا ہے۔ اُس کے اوصاف وہی ہیں جو کہ اُس نے خود بیان کئے ہیں اور جو کہ اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں۔ اِن میں کسی طرح کی تحریف ۔ تعطیل ۔ تمثیل یا چگونگی جائز نہیں۔ وہ صفات نقص سے نہیں بلکہ صفات کمال سے متصف ہے۔ اور یہ معلوم ہی ہے کہ اسکی مثل کوئی نہیں۔ اور اسکی صفات کمال میں سے کوئی اُس کا ہمسر نہیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمادیا ہے :۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۔ (اخلاص)	اے پیغمبر کہو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اور نہ کوئی اِس کے برابر کا ہے ۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ الصمد اُس علیم سے عبارت ہے جو اپنے علم میں کامل ہو۔ اُس بزرگ سے عبارت ہے جو اپنی بڑائی میں کامل ہو۔ اُس قدیر سے عبارت ہے جو اپنی قدرت میں کامل ہو۔ اُس حکیم سے عبارت ہے جو اپنی حکمت میں کامل ہو۔ اور اُس سردار سے عبارت ہے جو اپنی سروری میں کامل ہو۔ ابن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جس کا جوف (کھوکھلاپن) نہ ہو۔ اور احد وہ ہے جسکی نظیر نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کے نام صمد سے صفاتِ کمال سے متصف ہونا اور نقائص سے مبرّا ہونا مراد ہے۔ اور احد اُس صفت کو مستلزم ہے کہ اسکی مثل کوئی نہیں۔ اِس مسئلے پر ہم سورۂ اخلاص کی تفسیر[1] اور اِس سورہ کے ثلث قرآن کے برابر ہونے کے مسئلہ کی توضیح کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ بحث کر چکے ہیں۔

حقائق دینیہ وکونیہ

بہت سے لوگ حقائق امریہ اور حقائق خلقیہ کے مابین امتیاز نہیں کر سکتے۔ اول الذکر دین وایمان کے ساتھ اور ثانی الذکر تقدیر وتکوین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور خلق وامر دونوں اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

(۵۰)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ	بے شک تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے۔ جس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔ وہی رات کو دن کا پردہ پوش بناتا ہے۔ جو اِس کے پیچھے لپکی چلی آتی ہے۔ اُسی نے آفتاب وماہتاب اور ستاروں کو پیدا کیا۔ کہ یہ سب زیر فرمان الٰہی ہیں۔ سن رکھو کہ خدا ہی کی خلق ہے اور خدا ہی کا حکم۔ اللہ جو دنیا جہان کا پالنے

[1] شیخ الاسلام کی تفسیر سورہ اخلاص کا اردو ترجمہ ایک دیدہ زیب اور ضخیم کتاب کی صورت میں طبع ہو چکا ہے۔ جو حافظ محمد شریف وعبدالغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور سے مل سکتا ہے (مترجم)

خاکسار نے اس کتاب کے ترجمہ کرنے کی تکلیف بھی مولانا غلام ربانی صاحب کو ہی دی تھی۔ (محمد حنیف ندوی)

(پ ۸ ع) | والا ہے ۔ بابرکت ہے ۔

سو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے ۔ اور اس کا پروردگار اور مالک ہے ۔ اِس کے سوا کوئی خالق نہیں ۔ اِس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں ۔ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا ۔ جو حرکت و سکون معرض وجود میں آتی ہے اُسی کے حکم ۔ اُسی کی تقدیر ۔ اُسی کی مشیئت ۔ اُسی کی قدرت اور اُسی کے پیدا کرنے سے آتی ہے ۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرا اور میرے پیغمبروں کا کہا مانو ۔ میری اور میرے پیغمبروں کی نافرمانی سے باز آؤ ۔ اللہ تعالیٰ نے توحید و اخلاص کا حکم دیا ۔ اور خدا کے ساتھ شرک کرنے سے منع کیا ہے ۔ کیونکہ سب سے بڑی نیکی توحید اور سب سے بڑی بدی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (پ ۵ ع)

اللہ تعالیٰ یہ نہیں بخشتا کہ اِس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے ۔ اور اِس سے کم جسکو چاہتا ہے ۔ بخشتا ہے ۔

اور فرمایا :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (پ ۲ ع)

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اور لوگوں کو اُس کا شریک بناتے ہیں اور اپنے اُن معبودوں سے وہ ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ تعالیٰ کیساتھ ہونی چاہیے ۔ اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں ۔

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ آپ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے حضور نے فرمایا " یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے ۔ حالانکہ تجھے پیدا خدا نے کیا ہے " ۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا ؟ فرمایا " یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائیگی " ۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا ؟ فرمایا " یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری

کرے۔" اللہ تعالیٰ نے اسکی تصدیق اِس آیت سے فرمائی ہے:۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (پ ۱۹ ع ۴)

اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں۔ اور ناحق نارواکسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ جسے خدانے حرام کر رکھا ہے۔ اور نہ زنا کے مرتکب ہوں، اور جو مذکورہ بالا گناہوں کا ارتکاب کریگا۔ وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتیگا۔ قیامت کے دن اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ اور ذلیل وخوار اُسی حال میں ہمیشہ رہیگا مگر جس نے توبہ کی۔ ایمان لایا۔ اور نیک کام کئے۔ اُس کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عدل واحسان اور اقارب کو مالی امداد دینے کا حکم فرمایا۔ اور بے حیائی، ناشائستگی اور ایکدوسرے پر زیادتی کرنے سے منع کیا ہے۔ اُس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ متقی۔ محسن۔ عادل۔ بہت توبہ کرنے والے۔ پاک صاف رہنے والے لوگوں اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُسکی راہ میں صف بہ صف کھڑے ہوکر جہاد کرتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ جس چیز سے اُسنے منع کر دیا ہے اُس کا ارتکاب اُسے بہت ناپسند ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۔ (پ ۱۵ ع ۴)

ان سب باتوں میں جو بری باتیں ہیں وہ تیرے پروردگار کو ناپسند ہیں۔

شرک سے اور والدین کی نافرمانی کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اور قرابت والوں کو اُن کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا۔ اِسراف سے بھی روکا اور بخل سے بھی۔ ہاتھ کو اس درجہ سکیڑ لینا کہ گویا گردن سے بندھا ہُوا ہے۔ اور پھیلانا تو انتہا پر جا پہنچنا دونوں اِسے ناپسند ہیں۔ بغیر کسی شرعی حق کے کسی کو جان سے مار ڈالنا۔ زنا کرنا۔ مال یتیم کے پاس

تک پھٹکنا الا یہ کہ بطریق احسن ہو یہ ساری باتیں ممنوع ہیں۔ اِنہی کے ذکر کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا۔ (پ۱۵ ع۴)	ان سب باتوں میں بری ہی باتیں خدا تعالےٰ کو ناپسند ہیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ وہ اس میں راضی ہے کہ کفر اس کے بندوں سے لپٹ جائے۔ بندے کو حکم ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ توبہ کیا کرے۔ چنانچہ فرمایا:۔

تُوبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (مومنون)	اے مومنو سب اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ تاکہ تم کو نجات ملے۔

صحیح بخاری میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

اَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا اِلٰى رَبِّكُمْ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً۔	اے لوگو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے معافی مانگتا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

صحیح مسلم میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِي وَاِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةً۔	یعنی میرے دل پر پردہ سا آجاتا ہے۔ اور میں دن میں سو بار خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ (۵۱)

سُنن میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "کہ ہم گِنا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں سو مرتبہ (یا یہ کہا کہ سو سے زیادہ مرتبہ) کہا کرتے تھے" رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ"" اے میرے پروردگار میرے گناہوں کو بخش دے۔ میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ اعمال صالحہ کو استغفار پر ختم کیا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تھے تو تین مرتبہ استغفار پڑھا کرتے

تھے اور کہا کرتے تھے :۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔	اے اللہ تو سلام ہی اور تجھی سے سلامتی ہے اے بزرگ اور بخشش والے تو بابرکت ہے ۔

یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (پ ع) میں رات کو نماز پڑھنے اور سحری کے وقت استغفار کرنے کا حکم فرمایا ہے ۔
سورہ مُزّمّل جو کہ حقیقت میں قیام شب کی سورت ہے ۔ حکم استغفار ہی پر ختم ہوتی ہے ۔ فرمایا :۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔	اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو ۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔

حج کے متعلق فرمایا :۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (پ ۲ ع ۹)	پھر جب عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام میں ٹھہر کر خدا کی یاد کرو اور اس کی یاد اس طریق پر کرو جو خدا نے تم کو بتایا ہے اور اس سے پہلے تم ضرور گمراہوں میں سے تھے ۔ پھر جس جگہ سے لوگ چلیں تم بھی وہیں سے چلو اور اللہ سے مغفرت چاہو ۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں بھی اس مضمون کی آئت نازل فرمائی ۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی آخری لڑائی تبوک میں کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آئت نازل فرمائی :۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ	البتہ خدا نے پیغمبر پر بڑا ہی فضل کیا اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے تنگدستی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا ۔ جبکہ ان میں سے بعض کے دل ڈگمگا چلے تھے ۔ پھر اسی نے ان پر اپنا فضل کیا ۔ اس میں شک نہیں کہ خدا ان سب پر نہائت درجے مہربان اور رحیم ہے ۔ اور ان تین پر

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

بھی جو ملتوی رکھے گئے تھے - یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے تھے - اور سمجھ گئے کہ خدا سے خود اسی کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں - پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کی - تاکہ وہ توبہ کئے رہیں - بے شک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے - (پ ۱۱ ع ۳)

قرآن کی یہ آیت سب سے آخر نازل ہوئی - بعض یہ بھی کہتے ہیں - کہ سب سے آخر یہ سورت نازل ہوئی :-

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا - (پ ۳۰ ع ۳۵)

جب خدا کی مدد آ پہنچی - اور مکہ فتح ہو گیا - اور تم نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ دین خدا میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں - تو تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جاؤ - اور اس سے گناہوں کی معافی مانگو - بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے -

سو اللہ تعالٰے نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ وہ اپنے کام کو تسبیح و استغفار پر ختم کرے - صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق یہ پڑھا کرتے تھے :-

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ -

اے اللہ ہمارے پروردگار میں تیری تسبیح و تقدیس بیان کرتا ہوں - اور تیری حمد بیان کرتا ہوں - اے اللہ مجھے بخش دے -

صحیحین میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے :-

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ - اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ هَزْلِيْ وَجِدِّيْ وَخَطَئِيْ وَعَمْدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ - اَللّٰهُمَّ

اے اللہ میری خطا معاف کر - اور میری جہالت اور میرے اسراف سے درگذر فرما - اور اس بات سے درگذر فرما - جو کہ تجھے میری بہ نسبت زیادہ اچھی طرح معلوم ہے - اے اللہ میری ہنسی مذاق کی باتوں اور بے سوچے سمجھے ہوئے کاموں - میری بھول چوک کے قصوروں - اور میرے دیدہ و دانستہ گناہوں کو بخش دے - اے اللہ

غْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔	میرے اُن تمام گناہوں کو بخش دے۔ جو کہ میں نے پہلے کئے ہیں۔ اور جو پیچھے کئے ہیں اور جو پوشیدگی میں کئے ہیں۔ اور جو کھلم کھلا کئے ہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور صحیحین ہی میں آیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وہ دعا سکھا دیجئے جو میں نماز میں پڑھا کروں؟ فرمایا۔ یہ پڑھا کرو:۔

(۵۲) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔	اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ اپنی خاص مغفرت سے میرے گناہ بخش دے۔ اور مجھ پر رحم فرما۔ بے شک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

سُنن[۵] میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ دعا سکھائیے۔ جو میں صبح و شام پڑھا کروں؟ فرمایا۔ یہ پڑھا کرو:۔

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَّمَلِیْکَہٗ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطٰنِ وَشِرْکِہٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ۔	اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے غیب اور آشکارا کے جاننے والے، ہر چیز کے پروردگار و مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں اپنے نفس کی شر سے اور شیطان کی شر اور اس کے شرک سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔ اور اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے خلاف برائی حاصل کر لوں یا کسی دوسرے مسلمان کیطرف برائی کھینچ لے جاؤں۔

حضورؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ یہ دعا صبح و شام اور سونے کیوقت پڑھا کرو۔

اِن آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کیلئے یہ خیال کرنا جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے اور گناہوں کی معافی مانگنے سے مستغنی ہے۔ بلکہ ہر شخص ہمیشہ کیلئے توبہ و استغفار کا محتاج ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا	اور اس بار امانت کو انسان نے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اکھڑ اور

[۵] مثلاً سنن ترمذی سنن ابی داؤد وغیرہ یعنی حدیث کی وہ کتابیں جو بخاری مسلم کے سوا ہیں۔

جَهُوْلًا لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَ الْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (پ۲۲ ع۷)	بے سمجھ ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰے منافق مردوں منافق عورتوں۔ مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دیگا۔ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ منظور کریگا۔ اللہ تعالٰے بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

سو انسان ظالم اور جاہل ہے اور مومنین و مومنات کی غایت توبہ ہے۔ اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب میں اپنے نیک بندوں کے توبہ کرنے اور ان کو بخش دینے کا ذکر فرمایا ہے صحیح بخاری میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائیگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ بھی؟ فرمایا میں بھی جنت میں داخل نہ ہوسکونگا الّا یہ کہ اللہ تعالٰے اپنے فضل و رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔ یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کی منافی نہیں ہے:۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (سورہ الحاقہ)	گذشتہ ایام میں تم نے جو اعمال کئے ہیں۔ اُن کے سبب مزے سے کھاؤ اور پیو۔

کیونکہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ و معاوضہ کی (باء) کی نفی کی ہے۔ نہ (باء) سببیّہ کی۔ اور قرآن نے (باء) سببیّہ کا اثبات کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ "اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا لَمْ تَضُرَّهُ الذُّنُوْبُ" (جب اللہ تعالٰے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو گناہ اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتے) اِس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالٰے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اِس کے دل میں توبہ و استغفار کرنے کا خیال پیدا کردیتا ہے۔ اور وہ گناہوں پر اصرار نہیں کرتا۔ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ گناہ اُس شخص کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو ان پر اصرار کرے۔ وہ گمراہ ہے۔ کتاب وسنت اور اجماع سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا مخالف ہے۔ بلکہ امر واقع یہ ہے کہ جو شخص ذرہ برابر نیکی کریگا۔ اسے دیکھ لیگا۔ اور جو ذرہ برابر بُرائی کریگا اُسے بھی دیکھ لیگا۔ اور خدا کے جن بندوں کی مدح کی گئی ہے۔ وہ اللہ تعالٰے کے اس قول مبارک میں مذکور ہیں:۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ	اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کیطرف لپکو۔ جس کا

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ (پ۴ ع۵)

پھیلاؤ آسمانوں اور زمین جتنا بڑا ہے۔ ان پرہیزگاروں کے لئے تیار ہے جو خوش حالی اور تنگدستی میں خرچ کرتے ہیں۔ اور غصے کو روکتے ہیں۔ اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں۔ اور نیکی کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنا نقصان کر لیتے ہیں تو خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اور اور خدا کے سوا گناہوں کا معاف کرنے والا اور ہے ہی کون؟ اور جو کام کر بیٹھتے ہیں تو دیدہ و دانستہ اُس پر اصرار نہیں کرتے۔

مسئلہ تقدیر

جس شخص کا یہ خیال ہے کہ تقدیر گناہگاروں کے لئے حجت ہے۔ تو وہ اُن مشرکین کی جنس سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۔ (پ۸ ع۵)

مشرکین ممکن ہے یہ حجت پیش کریں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ اور نہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے۔ اور نہ ہم کسی حلال چیز کو حرام کرتے۔

اللہ تعالےٰ نے ان کے جواب میں فرمایا:۔

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ۔ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ (پ۸ ع۵)

جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں جھٹلاتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے عذاب کا مزا چکھا۔ اے پیغمبر ان سے پوچھو کہ تمہارے پاس کوئی سند بھی ہے کہ اس کو ہمارے لئے نکالو۔ نرے وہموں پر چلتے اور نری اٹکلیں ہی دوڑاتے ہو۔ اے پیغمبر ان سے کہو کہ اللہ کی حجت کامل ہے۔ وہی چاہتا تو تم سب کو رستہ دکھا دیتا۔

(۵۳) اگر تقدیر کسی کے لئے حجت ہو سکتی تو اللہ تعالے پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کو عذاب نہ دیتا۔ اور قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون عذاب الٰہی سے ہلاک نہ ہوتیں۔ اور زیادتی کرنے والوں پر حدیں قائم کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ تقدیر کو حجت وہی بنا سکتا ہے جو اپنی خواہش کا پیرو ہو۔ اور اللہ تعالے کی بتائی ہوئی راہ سے منحرف ہو۔ جو شخص تقدیر کو گناہگاروں کے لئے حجت سمجھتا ہے وہ ان سے مذمت اور عذاب کو اٹھا دیتا ہے۔ اسکو چاہیئے کہ جب اس پر کوئی شخص تعدی کرے۔ تو وہ اس کی نہ مذمت کرے اور نہ اس کو تکلیف پہنچائے۔ بلکہ اس کے نزدیک لذت دینے والی اور دکھ پہنچانے والی چیز برابر ہونی چاہیئے۔ اس کے ساتھ کوئی بُرائی کرے یا نیکی اس کے نزدیک کوئی فرق نہیں۔ اور یہ امر طبعًا عقلاً اور شرعًا محال ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:- اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔ (پ ۲۳ ع ۱۲)

کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو ان لوگوں کی طرح کر کے رکھینگے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا ہم متقین کو گناہگاروں کی طرح قرار دینگے۔

پھر فرمایا:-

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (نون)

کیا ہم مسلمین کو مجرمین کی طرح کر کے رکھینگے۔

نیز فرمایا:-

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاۗءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ (پ ۲۵ ع ۱۸)

کیا جن لوگوں نے برے افعال کا ارتکاب کیا انہیں ہم ان لوگوں کی طرح کر کے رکھینگے۔ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے۔ کیا ان کا جینا مرنا برابر ہو سکتا ہے! یہ لوگ کیا ہی برے حکم لگاتے ہیں!۔

اور فرمایا:-

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ (پ ۱۸ ع ۶)

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے تمہیں بغیر کسی مصرف کے پیدا کر دیا ہے اور کیا تم ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے

اور فرمایا:-

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی۔ (پ ۲۹ ع ۱۸)	کیا انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔ (سدی سے مراد مہمل چیز ہو۔ جو امر و نہی کی مکلف نہ ہو)

صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمؑ و موسیٰؑ کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ اور آدم کو غلبہ حاصل ہوا۔ اس طرح کہ موسیٰؑ نے کہا اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپکو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور آپ میں روح پھونکی۔ اپنے فرشتوں سے آپکے لئے سجدہ کرایا۔ بایں ہمہ آپنے اپنے آپ کو اور ہم کو جنت سے نکالا۔ آدم علیہ السلام نے جواب دیا۔ آپ وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ نے صفت کلیمی سے برگزیدہ فرمایا۔ اپنے ہاتھ سے آپکے لئے تورات لکھی۔ ذرا یہ تو فرمایئے کہ میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے آپنے یہ آئت لکھی ہوئی دیکھی۔ وَعَصٰی آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔ پ رکوع ۱۶۔ (آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی پس وہ بھٹک گیا) موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چالیس سال پہلے- فرمایا تو پھر آپ مجھے ایک ایسی بات پر کیوں ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میری تقدیر میں لکھ دی تھی۔ حضور انور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غالب آگئے۔

اِس حدیث کے بارے میں دو گروہ گمراہ ہوئے ہیں۔ ایک گروہ نے اِس حدیث سے اِس بنا پر انکار ہی کر دیا کہ ان کے خیال میں یہ حدیث نافرمانیوں کا ارتکاب کرنے والوں کو مذمت اور عذاب سے بربنائے تقدیر بری قرار دیتی ہے۔ دُوسرا گروہ پہلے گروہ سے بھی بدتر ہے وہ تقدیر کو حجت قرار دیتے ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ تقدیر ان اہل حقیقت کے لئے حجت ہے۔ جن کو اس کا شہود حاصل ہے۔ یا ان لوگوں کے لئے جنکی رائے یہ ہے کہ وہ فعل پر قادر ہی نہیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام پر اعتراض اس وجہ سے کیا کہ وہ ان کے باپ ہیں۔ یا اس لئے کہ وہ توبہ کر چکے تھے۔ یا اس لئے کہ گناہ ایک شریعت کے زمانے میں ہوا تھا اور ملامت دوسری شریعت کے دور میں۔ یا اس لئے کہ یہ دنیا میں ہوگا نہ کہ قیامت میں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب تاویلات باطل ہیں۔ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے باپ کو محض اس وجہ سے ملامت کیا کہ شجرہ ممنوعہ سے اُسکے پھل کھانے کی وجہ سے اس کی آئندہ نسلوں کو تکلیفیں پہنچیں۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو کیوں جنت سے نکال دیا۔ یہ ملامت محض اس وجہ سے نہیں تھی کہ آدم علیہ السلام نے گناہ کیا اور توبہ کی۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا مستحق ملامت نہیں ہوتا۔ انہوں نے بھی توبہ کی تھی۔ اگر آدم علیہ السلام کا یہ عقیدہ ہوتا کہ تقدیر کی وجہ سے وہ ملامت سے بری ہو گئے ہیں تو وہ یہ نہ کہتے:۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (پ ۸ ع ۹)	اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تو مغفرت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے۔ تو ہم زیاں کاروں میں سے ہو جائینگے۔

مومن کو حکم ہے کہ مصائب آئیں تو صبر کرے اور راضی برضا ہو جائے۔ گناہ سرزد ہو جائیں تو معافی مانگے۔ توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (روم)	صبر کر اللہ کا وعدہ سچا ہے۔
وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ۔ (محمدؐ)	اور اپنے گناہوں سے معافی مانگ۔

سو مصائب پر صبر کرنے اور گناہوں پر استغفار کرنے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ (پ ۲۸ ع ۱۶)	جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ کے حکم سے آتی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ خدا اس کے دل کو ٹھکانے سے لگا۔ [illegible] رکھیگا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ وہ شخص ہوتا ہے جسے مصیبت پہنچے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ اللہ کا حکم ہے۔ پس وہ راضی ہو جاتا ہے۔ اور سر نہاد ہو جاتا ہے۔ جب مومن [illegible] بر بیمار [illegible] افا [illegible] کہ مصیبت آجا [illegible]

تو وہ خدا کے حکم پر صبر کرتے ہیں۔ اگر یہ مصیبت کسی اور کے گناہ کے باعث ہو۔ مثلاً کسی کے باپ نے گناہوں میں مال خرچ کر ڈالا۔ اور اسکی اولاد اس وجہ سے محتاج ہوگئی۔ تو اولاد کو مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے۔ اور جب وہ اپنی قسمتوں کے لئے باپ کو ملامت کرنے لگیں تو ان کے لئے تقدیر کا ذکر کیا جائے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صبر واجب ہے۔ اور اس سے بھی اعلیٰ خدا کے حکم کے ساتھ راضی ہونا ہے۔ بعض کے نزدیک رضا بھی واجب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور اس سے بھی بلند تر مقام اِس امر کا ہے کہ انسان مصیبت کے موقع پر شکر کرے۔ اور مصیبت کو اس بنا پر نعمت الٰہی سمجھے کہ اس مصیبت کی وجہ سے اس کے گناہ دور ہوتے ہیں۔ اور اس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ وہ خدا کی طرف جھکتا ہے۔ اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے۔ مخلوقات سے امیدیں قطع کر کے خالص باری تعالےٰ کی ذات پر توکل کر لیتا ہے۔ رہے گمراہ اور سرکش لوگ سو وہ تو گناہ کرنے اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے وقت تقدیر کو حجّت بناتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے نیکیاں سرزد ہونے لگیں تو وہ انہیں اپنی فضیلت کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کسی عالم نے کہا ہے کہ تو طاعت کے وقت تو قدری[1] ہے اور نافرمانی کے وقت جبری[2]۔ جو مذہب تیری خواہش کے موافق ہو جائے تو اسی کا ہو رہتا ہے۔" اچھے لوگ اور ہدایت یافتہ لوگ جب نیکی کرتے ہیں تو ان کو یہ شہود ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ نیکی کرائی ہے۔ وہی ہے جس نے ان پر انعام فرمایا۔ ان کو مسلمان بنایا۔ ان کو پابند نماز کیا۔ ان کے دل میں تقویٰ ڈالا۔ اس کے سوا کسی کو طاقت و توانائی نہیں ہے۔ ان اہل ہدایت و ارشاد کو اللہ تعالےٰ تقدیر کے شہود[3] کے ذریعے سے خود پسند لوگونکو

---

[1] قدری جو یہ کہے کہ جو کام ہوتا ہے تقدیر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ [2] جبری وہ ہوتا ہے جو کہے کہ میں برائی کرنے پر مجبور ہوں ۔

[3] جب وہ کسی کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ امر تقدیر میں لکھ رکھا تھا کہ ہم فلاں شخص کے ساتھ یہ نیکی کرینگے۔ اس وجہ سے ان کے دل میں فخر نہیں پیدا ہوتا اور نہ احسان جتانے کے فعل مذموم کا ارتکاب کرتے ہیں ۔

احسان جتلانے، اور دکھ دینے، جیسی رذیل عادتوں سے بچاتا ہے۔ اور جب ایسے لوگ کوئی بُرا کام کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور اسکی بارگاہ میں اس گناہ سے توبہ کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا استغفار یہ ہے :۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔	اے اللہ تو میرا پروردگار ہے تو نے مجھے پیدا کیا۔ میں تیرا بندہ ہوں۔ جہانتک مجھ میں طاقت ہے۔ میں تیرے عہد و وعدہ پر قائم ہوں۔ اپنے کئے کی برائی سے میں تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔ تیرے فضل و کرم سے جو کہ مجھ پر ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ تو مجھے معاف کرے۔ کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں۔ جو گناہوں کو معاف کرے ۔

جو شخص یقین کے ساتھ صبح کے وقت یہ دعا پڑھے۔ اور اسی رات مرجائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر دیا ہے اور تمہارے مابین بھی ظلم کی تحریم کر دی ہے۔ اس لئے ایکدوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! دن رات تم سے خطائیں سرزد ہوتی ہیں۔ اور میں سارے گناہ معاف کر دیتا ہوں اور پرواہ نہیں کرتا۔ سو مجھ سے مغفرت طلب کرو۔ میں تمہیں معاف کر دوں۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو۔ مگر وہ بھوکا نہیں جسے میں کھانا کھلا دوں۔ اس لئے مجھ سے کھانا مانگو کہ میں تمہیں کھانا دوں۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر وہ ننگا نہیں جسے میں کپڑا پہنا دوں۔ اس لئے مجھ سے ہی کپڑا مانگو۔ کہ میں تمکو کپڑا پہنا دوں۔ اے میرے بندو! تم سب رستہ بھول جانے والے ہو۔ مگر وہ گمراہ نہیں جسے میں رستہ بتا دوں۔ مجھ سے رستہ معلوم کرنے کے لئے

.عادرو ۔یں ۔یں رستہ بتادوں۔ اے میرے بندو! تم مجھے نفع یا نقصان پہنچانے
کے لئے ہرگز توانا نہیں ہو سکو گے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارا پہلا اور تمہارا آخری فرد
اور تمہارا انسان اور تمہارا جن یعنی ساری کی ساری مخلوقات بدرجۂ اتم متقی اور پاکیزہ (۵۸
دل ہو جائے تو اس سے میری بادشاہی میں کوئی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ اے میرے بندو!
اگر تم سب کے سب انتہا درجے کے بدکردار اور سیاہ کار بن جاؤ۔ تو میری بادشاہی میں
کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور تمہارے آخری
اور تمہارے انسان اور تمہارے جن سب کے سب کسی ایک میدان میں جمع ہو کر مجھ سے
مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو اسکی منہ مانگی مرادیں دے ڈالوں۔ تو میرے
خزانوں میں اسی طرح کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ جس طرح ایک سوئی کو سمندر میں ایک دفعہ
ڈبو کر نکال لینے سے سمندر کی حیثیت آبی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اے میرے بندو!
بجز ایں نیست کہ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو میں نے گن رکھا ہے۔ اور پھر پورے
طور پر تمہیں ان کی جزا دونگا۔ سو جو شخص نامۂ اعمال میں نیکی دیکھے۔ وہ اللہ تعالےٰ
کی حمد بیان کرے۔ اور جو شخص اس کے سوا کچھ دیکھے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔"
پس اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر بندہ بھلائی دیکھے تو اللہ تعالےٰ کی حمد کہے۔ اور اگر
برائی دیکھے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ بہت سے لوگ حقیقت پر بحث تو
کرتے ہیں لیکن اس قدر امتیاز نہیں کر سکتے کہ ایک حقیقت کونیّہ قدریہ ہے جس کا
تعلق تخلیق اور مشیئت کے ساتھ ہے۔ اور ایک حقیقت دینیّہ امریّہ ہے۔ جو اللہ
تعالےٰ کی خوشنودی اور اس کی محبت سے تعلق رکھتی ہے۔ جو شخص اس حقیقت دینی کا
پابند ہو۔ جس کا حکم اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبروں کی زبان سے فرمایا ہے۔ اس میں
اور اس دوسرے شخص میں جو کہ اپنے ذوق و وجدان کی پابندی کرتا اور کتاب و سنت
کا لحاظ نہیں کرتا فرق کرنا لازمی ہے۔ لیکن بہت سے متکلمین اس اہم امر کو نظر انداز
کر جاتے ہیں۔ یہی حال لفظ شریعت کا ہے۔ بہت سے لوگ اس پر بحث تو کرتے
ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہونے والی شریعت اور حاکم کے مابین فرق نہیں کرتے

حالانکہ اول الذکر کتاب وسنت کی بتائی ہوئی شریعت ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے ذریعے سے بھیجی ہے۔ اس سے کسی مخلوق کو خروج جائز نہیں۔ اور اس سے وہی خروج کرتا ہے جو کافر ہو۔ آخر الذکر وہ ہے جسکی صحت وسقم یقینی امر نہیں ہے۔ کیونکہ حاکم کبھی ٹھیک فیصلہ کرتا ہے کبھی خطا کرتا ہے۔ یہ بھی اُس وقت جب کہ وہ عالم و وعادل ہو۔

مجسٹریٹوں کی تین قسمیں

ورنہ سنن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا قاضیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے دو دوزخی ہیں اور ایک جنتی جس آدمی کو حق معلوم ہوگیا اور اُس نے حق ہی پر فیصلہ دے دیا وہ جنتی ہے۔ جس آدمی نے جہالت میں فیصلہ کر دیا وہ دوزخی ہے۔ اور جسکو حق معلوم ہوگیا اور فیصلہ اس کے خلاف دے دیا۔ وہ بھی دوزخی ہے۔ عالم وعامل قاضیوں میں سب سے بہتر سردار بنی آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ صحیحین میں ان سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا "تم لوگ اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو۔ اور ممکن ہے تم میں سے بعض دوسرے کی بہ نسبت حجت پیش کرنے میں زیادہ ہوشیار ہوں۔ بہر حال میں تو فیصلہ اس کے مطابق دیتا ہوں جو کہ میں سُن لوں۔ اس لئے جس شخص کے حق میں یہ فیصلہ دے دیا جائے کہ اسے اپنے بھائی کے حق میں سے کچھ ناجائز طور پر مل گیا ہو تو وہ نہ لے۔ کیونکہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے"۔ سید الانام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کے حق میں اُسکے بیان سُنکر کچھ فیصلہ ہو جائے اور حقیقت میں اُس شخص کا حق نہ ہو تو اس کے لئے لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے اسکو دوزخ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ مطلق املاک کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ جب اپنے خیال میں شہادت واقرار کی مثل شرعی حجت پر کوئی فیصلہ کر دے۔ اور حقیقت ظاہر کے خلاف ہو۔ تو جس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے اس فیصلے کے مطابق چیز لے لینا حرام ہے۔ اگر عقود مثلاً نکاح اور فسخ نکاح کے بارے میں بھی ایسا فیصلہ صادر ہو جائے۔

تو اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ جس کے حق میں فیصلہ ہو جائے وہ فیصلہ سے فائدہ نہ اٹھائے امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ اور ابو حنیفہ[1] رضی اللہ عنہ نے دو قسموں میں فرق کیا ہے۔ جب لفظ شرع و شریعت سے مراد کتاب و سنت ہو تو اولیاء اللہ میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے اور نہ کسی اور کو اس کا اختیار (۵۶) ہے کہ اس سے خروج کرے۔ اور جس کا خیال ہو کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی متابعت کرنے کے بغیر اللہ تعالٰے کی طرف جانے کا رستہ معلوم ہے اور وہ ظاہری باطنی طور پر رسول اللہ صلعم کی پیروی نہ کرے تو وہ کافر ہے۔ جو شخص اس مسئلے میں موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ سے استدلال کرتا ہے۔ وہ دو وجوہ سے غلطی پر ہے۔ ایک یہ کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی طرف مبعوث نہ تھے۔ اور نہ خضر علیہ السلام پر ان کی پیروی واجب تھی۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام جن و انسان کے لئے ہے۔ اگر بالفرض یہ رسالت کسی ایسے آدمی تک بھی پہنچ جائے جو خضرؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ اور عیسےٰؑ سے افضل ہو۔ تو اس پر بھی اس رسالت کا اتباع واجب ہو گا۔ تو خضر علیہ السلام خواہ نبی ہوں یا ولی کیوں اتباع نہ کریں یہی وجہ ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اللہ تعالٰے نے اپنے علم میں سے کچھ مجھے سکھا دیا ہے جو آپ کو معلوم نہیں۔ اور اسی نے اپنے علم سے کچھ آپ کو سکھا دیا ہے جس سے میں آگاہ نہیں۔ جن و انسان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہنچ چکی ہو اور پھر وہ ایسی بات کہے۔ دوسرے جو کام خضر علیہ السلام نے کیا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے خلاف نہیں تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو وہ اسباب معلوم نہیں تھے۔ جن کی بنا پر وہ کام جائز تھا۔ جب خضر علیہ السلام نے وہ اسباب بیان کر دیئے۔ تو موسیٰ علیہ السلام

---

[1] احناف مخالفین امام ابن تیمیہؒ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت امام کس قدر امام ابو حنیفہؓ کی عزت کرتے ہیں +

نے اس پر ان کی موافقت کی۔ کیونکہ کشتی کو ظالم و غاصب کے دندان آز و حرص سے بچانے کے لئے توڑ ڈالنا اور پھر اسکو اہل کشتی کی مصلحت کے لیے بطور احسان مرمت کر دینا جائز ہے۔ اور حملہ آور موذی کو خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور جس کے قتل کئے جانے کے بغیر اس کے والدین تکفیر سے نہ بچ سکیں۔ اس کا قتل جائز ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نجدہ حروری نے پوچھا کہ بچوں کے قتل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ تو فرمایا کہ اگر آپ کو ان کے متعلق وہ بات معلوم ہو جائے۔ جو خضر علیہ السلام کو بچہ معلوم کے متعلق معلوم ہوئی تھی تو ان کو قتل کر ڈالئے۔ ورنہ نہ قتل کریں (رواہ البخاری) رہا بلا معاوضہ یتیم کے ساتھ احسان کرنا اور بھوک پر صبر کرنا تو یہ اعمال صالحہ میں سے ہے۔ اس میں کوئی امر شریعت الٰہی کے خلاف نہ تھا۔ لیکن جب شریعت سے مراد حاکم کا فیصلہ ہو۔ تو وہ کبھی عادل ہوتا ہے۔ کبھی ظالم ہوتا ہے۔ کبھی درست ہوتا ہے۔ اور کبھی غلطی کرتا ہے۔

ائمہ کی تقلید نہ واجب ہے نہ حرام

کبھی شریعت سے ابو حنیفہؒ۔ ثوری۔ مالک بن انس۔ اوزاعی۔ لیث بن سعد۔ شافعی۔ احمد۔ اسحاق۔ داؤد وغیرہ ائمہ فقہ کا قول مراد ہوتا ہے۔ سو یہ لوگ اپنے اقوال کے لئے کتاب و سنت سے دلیل لیتے ہیں۔ جب کوئی مقلد ان میں سے کسی کی تقلید حسب گنجائش کرے تو جائز ہے۔ اور اگر اس کی تقلید نہ کرے تو کسی اور کی تقلید بشرط گنجائش کرلے تو جائز ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا اتباع تمام امت پر اس طرح واجب نہیں ہے۔ جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی واجب ہے۔ اور نہ ان میں سے کسی کی تقلید اس شخص کی تقلید کی طرح جو کہ بغیر علم کے بحث کرتا ہے، حرام ہے + البتہ جو شخص غیر شریعت کو شریعت سے منسوب کرے۔ تو یہ تبدیل کی قسم سے ہے۔ اور غیر شریعت سے مراد اپنی گھڑی ہوئی باتیں۔ اللہ تعالٰے کی مراد کے خلاف نصوص کی تاویل اور دیگر اس طرح کی لغو باتیں ہیں۔ شرع منزّل شرع مؤول۔ اور شرع مبدّل کے درمیان فرق کرنا اسی طرح ضروری ہے۔

جس طرح حقیقت کونیہ اور حقیقت دینیہ امریہ کے مابین فرق کرنا ضروری ہے۔ اور جس طرح اس مذہب میں جس کی دلیل کتاب وسنت سے لی گئی ہو اور اس مذہب میں جس میں صاحب مذہب کے ذوق اور وجدان پر اکتفا کیا گیا ہو فرق کرنا (۵۷) لابدی ہے۔

اولیاء اللہ اور اعداء اللہ میں فرق

اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب میں ارسال۔ کلام اور جعل دینیہ اور کونیہ میں فرق واضح کر دیا ہے۔ یہ ارادہ کونیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالٰے پیدا کرے۔ اسے پسند نہ کرے اس سے راضی نہ ہو۔ اس پر عمل کرنے والوں کو ثواب نہ دے۔ اور نہ ان کو اپنے متقی اولیاء میں شامل کرے۔ ارادۂ دینیہ وہ ہے جس کا اللہ تعالٰے نے حکم دیا۔ اُسے مشروع کیا۔ اُسے پسند کیا۔ اس پر عمل کرنے والوں کو ثواب ہو۔ وہ معزز قرار پائیں اور اللہ تعالٰے کے متقی دوستوں۔ اس کے صاحب صلاح و فلاح جتھے اور اس کے غالب ہونے والے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ ارادۂ کونیہ وارادہ دینیہ میں فرق کرنا ان عظیم ترین امور میں سے ہے جن کے ذریعے سے اللہ تعالٰے کے دوستوں اور اس کے دشمنوں میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ جس سے رب تعالٰے وہ کام لے جو کہ اُسے محبوب و پسندیدہ ہوں۔ اور وہ شخص اسی حالت میں مر جائے۔ وہ اللہ تعالٰے کے دوستوں میں سے ہے۔ اور جس کے کام ایسے ہوں۔ جن سے پروردگار ناراض ہو۔ اور مرتے دم تک ایسے ہی افعال کا ارتکاب کرتا رہے تو وہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔ ارادۂ کونیہ اللہ تعالٰے کی اس مشیت کا نام ہے جو اس کی مخلوق کے لئے ہوتی ہے۔ اور تمام مخلوقات اس کی مشیئت اور اس کے ارادۂ کونیہ میں شامل ہے۔ اور ارادۂ دینیہ میں اس کی محبت شامل ہے۔ اور اس کا اللہ تعالٰے نے حکم دیا اور اسے دین اور شریعت قرار دیا ہے۔ یہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مختص ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ | جس شخص کو اللہ تعالٰے ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کے

صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ۔ (پ ۸ ع ۲)	سینے کو وہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جسے وہ گمراہ کرنا چاہے اس کے سینے کو وہ تنگ اور بھچا ہؤا کر دیتا ہے۔ گویا اُسے آسمان پر چڑھنا پڑتا ہے۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:۔

وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اِنْ کَانَ اللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ ۔ (پ ۱۲ ع ۳)	اگر اللہ تعالےٰ کو تمہارا بھٹکانا منظور ہو تو میں تمہاری خیرخواہی کرنا چاہوں بھی تو میری خیرخواہی تمہارے کام نہیں آسکتی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۔ (پ ۱۳ ع ۸)	جب اللہ تعالےٰ کسی قوم پر کوئی مصیبت ڈالنی چاہے تو وہ ٹل نہیں سکتی۔ اور خدا کے سوا ان لوگوں کا کوئی حامی و مددگار بھی نہیں۔

اور دوسرے پارے میں فرمایا:۔

وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (پ ۲ ع ۷)	اور جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو۔ تو دوسرے ایام میں سے اتنے ہی دن شمار کر کے روزہ رکھ لے۔ اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے۔ اور تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا۔

اور فرمایا:۔

مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔ (پ ۶ ع ۶)	اللہ تعالےٰ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ تم کو ستھرا رکھنا چاہتا ہے۔ اور یہ کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے۔ تاکہ تم شکر کرو۔

نکاح کے حلال اور حرام امور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَهْدِیَکُمْ	اللہ چاہتا ہے کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

سُنَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَیَتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ۔ وَاللّٰہُ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ وَیُرِیۡدُ الَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الشَّہَوٰتِ اَنۡ تَمِیۡلُوۡا مَیۡلًا عَظِیۡمًا ۔ یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا ۔ (پ ۵ ع ۲)	ان کے طریقے تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرے اور تم کو انہی کے طریقوں پر چلائے۔ اور تم پر مہر کی نظر رکھے۔ اور جو لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے بھٹک کر بہت دور جا پڑو۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو امر ونہی ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:۔

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۔ (پ ۲۲ ع ۱)	اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کرئے۔ اور تمہیں اچھی طرح پاک کرئے۔

اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسی باتوں کا حکم دیا ہے۔ جن سے تمہاری گندگی دور ہو جائے۔ اور تم صاف ستھرے ہو جاؤ۔ یعنی گندگی کو دور کرنے والے کاموں کا حکم دیدیا گیا ہے۔ جس نے اس حکم کی اطاعت کی وہ پاک ہو جا ئیگا۔ اس سے گندگی دور ہو جائیگی۔ اور جو نہ مانیگا۔ اس سے گندگی دور نہ ہوسکیگی۔

رہی امر کی بحث سو امر کونی کے متعلق فرمایا:۔

اِنَّمَا اَمۡرُنَا لِشَیۡءٍ اِذَا اَرَدۡنَاہُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۔ (سورہ نحل)	بجز این نیست کہ کسی چیز کے لئے ہمارا امر یہ ہے کہ جب اس کا ارادہ کریں تو ہم اس کے لئے کہیں کہ ہو جا، پس ہو جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمَاۤ اَمۡرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمۡحٍۭ بِالۡبَصَرِ ۔ (پ ۲۷ ع ۱۰)	ہمارا کام تو بس ایک بات ہوتی ہے۔ جیسے آنکھ کا جھپکانا۔

اور فرمایا:۔

(۵۸) أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ۔ (پ ۱۱ ع ۹)

آیا اسی کے پاس ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر ہم نے اس کا ایسا ستراؤ کیا۔ گویا کل اس کا نام و نشان ہی نہ تھا۔

امر دینی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ (پ ۱۴ ع ۱۹)

اللہ تم کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور احسان کرنے کا اور قرابت والوں کو مالی امداد دینے کا اور بے حیائی کے اور ناشائستہ کاموں اور ایکدوسرے پر زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔ تاکہ تم ان باتوں کا خیال رکھو۔

اور فرمایا :۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ (پ ۵ ع ۵)

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کر دیا کرو اور جب لوگوں کے درمیان حکم بنو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی نصیحتیں کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

رہا اذن سو سحر کا ذکر کرتے ہوئے اذن کونی کا ذکر فرمایا :۔

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (پ ۱ ع ۱۲)

اور وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے اذن کے سوا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

یہاں اذن سے مراد اللہ تعالیٰ کی مشیئت و قدرت ہے۔ ورنہ سحر کو اللہ تعالیٰ نے ہرگز مباح نہیں کیا۔ اذن دینی کے متعلق فرمایا :۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ۔ (پ ۲۵ ع ۴)

کیا ان لوگوں نے خدا کے شریک بنا رکھے ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کا ایک رستہ تیار کیا ہے۔۔ جس کا خدا نے حکم نہیں دیا۔

اور فرمایا:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ (پ۲۲ ع۳)	ہم نے تجھے گواہی دینے والا۔ بشارت دینے والا۔ عذاب الٰہی سے ڈرانے والا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم کے ساتھ بلانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (پ۵ ع۶)	ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے۔ وہ محض اس لئے بھیجا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ اس کی اطاعت کی جائے۔

اور فرمایا:۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (پ۲۸ ع۴)	اے مسلمانو! کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے ہیں۔ یا ان کو اپنی جڑوں پر قائم چھوڑ دیا ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ ہوا۔

قضا کی بھی یہی حالت ہے۔ قضائے کونی کے متعلق فرمایا:۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ۔ (پ۲۴ ع۱۶)	اس کے بعد دو دن میں اس نے سات آسمان بنائے۔

اور فرمایا:۔

اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (پ۱ ع۱۴)	جب امر طے ہو جاتا ہے تو بس اللہ تعالیٰ اس کے لئے اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا' پس ہو جاتا ہے۔

قضائے دینی کے متعلق فرمایا:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ (پ۱۵ ع۳)	تیرے پروردگار نے فیصلہ کر دیا۔ کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔

یہاں قضٰی سے مراد اَمَرَ یعنی حکم کیا ہے۔ نہ کہ مقدر کیا۔ کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی معبودان باطل کی پرستش ہوتی ہے[ك] ۔ جیسا کہ کئی

[ك] اگر مقدر مراد ہوتا تو کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے غیر کی پرستش نہ ہوتی +

جگہ خبر دی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ۔ (پ ۱۱ ع ۷)	اللہ تعالےٰ کے سوا ایسی مخلوق کی پرستش کرتے ہیں۔ جو نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتی اور نہ نفع دے سکتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں یہ لوگ ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:۔

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ (پ ۱۹ ع ۹)	تم نے دیکھ لیا جن کی تم اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے، بے شک وہ میرے دشمن ہیں۔ میرا دوست صرف پروردگار عالم ہے۔

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ۔ (پ ۲۸ ع ۷)	مسلمانو! ابراہیم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے تمہارے لئے ان کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم کو تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو۔ کچھ سروکار نہیں۔ ہم تم کو نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی قائم ہو گئی ہے۔ اور یہ دشمنی ہمیشہ کیلئے ہے جب تک کہ تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ۔ مگر ابراہیم نے اپنے باپ سے اتنی بات کہی۔ کہ میں تمہارے لئے ضرور مغفرت کی دعا کرونگا۔ اور تمہارے لئے خدا کے آگے میرا کچھ زور تو چلتا نہیں کہ زبردستی تم کو بخشوا لوں۔

اور فرمایا:۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ	اے پیغمبر کہدو کہ اے کافرو! جسکی تم پوجا کرتے ہو۔ اسکی میں عبادت نہیں کرتا۔ اور جسکی میں عبادت کرتا ہوں

مَا اَعْبُدُ وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۔ (سورہ کافرون)	اُسکی تم عبادت کرنے والے نہیں ۔ اور نہ آئندہ میں تمہارے معبودوں کی اور تم میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو۔ تمہارا دین تمہارے لئے ۔ اور میرا دین میرے لئے ۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے دین سے بیزار ہے ۔ نہ کہ راضی ۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت میں فرمایا :۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْئُوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ (پ ع)	اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم کہدو کہ میرے لئے میرا عمل ۔ اور تمہارے لئے تمہارا عمل تم میرے کاموں سے بیزار ہو اور میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں ۔

جس بے دین کا یہ خیال ہو کہ اس سے مذہب کفار کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی رضامندی ظاہر ہوتی ہے وہ کافر ترین اور کاذب ترین لوگوں میں سے ہے ۔ جیسا کہ وہ شخص جو کہتا ہے کہ وَقَضٰى رَبُّكَ میں قضٰی بمعنی قَدَّرَ ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ جس چیز کے متعلق قضا فرماوے ۔ وہ ضرور واقع ہوتی ہے ۔ اور جو شخص بت پرستوں کے متعلق یہ کہتا ہے کہ وہ خدا پرست ہیں ۔ وہ اللہ کی کتابوں کے سب سے بڑے کافروں میں سے ہے ۔

لفظ بَعَثَ کے بھی اسی طریق پر دو استعمال ہیں ۔ بَعَثَ کَونی کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۔ (پ ۱۵ ع ۱)	تو جب ان فسادوں میں سے پہلے فساد کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے وہ بندے اٹھا کھڑے کئے ۔ جو بڑے سخت گیر تھے ۔ اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے ۔ اور خدا کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا ۔

بَعَثَ دِینی کے متعلق فرمایا :۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا	وہ خدا ہی تو ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی

مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۔ (پ ۲۸ ع ۱۱)	ہیں سے ایک پیغمبر بھیجا ۔ جو ان کو اللہ کی آتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ۔ ان کو کفر و شرک کی گندگیوں سے پاک صاف کرتا ۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے ۔ (۵۹)

اور فرمایا:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (پ ۱۴ ع ۱۱)	اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں ۔ کہ خدا کی عبادت کرو ۔ اور شیطان کے اغواء سے بچتے رہو ۔

اسی طرح لفظ ارسال کی دو صورتیں ہیں ۔ ارسال کونی کے متعلق فرمایا:۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۔ (پ ۱۶ ع ۹)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو اکساتے رہیں ۔

اور فرمایا:۔

وَهُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۔ (سورہ فرقان)	وہ اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو بطور بشارت بھیجتا ہے ۔

ارسال دینی کے متعلق فرمایا:۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۔ (پ ۲۲ ع ۳)	ہم نے تجھے شہادت دینے والا ۔ بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے ۔

اور فرمایا:۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ ۔ (پ ۲۹ ع ۹)	ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا ۔

اور فرمایا:۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔ (پ ۲۹ ع ۱۳)	ہم نے تمہاری طرف رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ۔ جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا ۔

اور فرمایا :-

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ - (پ ۱۷ ع ۱۷)	اللہ تعالٰے فرشتوں اور آدمیوں میں سے پیغمبر منتخب کرتا ہے ۔

لفظ جعل بھی دو طریق پر مستعمل ہے - جعل کونی کی مثال اس آیہ کریمہ میں ہے :-

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ - (قصص)	اور ہم نے وہ دوزخ کی طرف بلانے والے رہنما بنائے ۔

جعل دینی کے متعلق فرمایا :-

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا - (پ ۶ ع ۱۱)	تم میں سے ہر ایک فریق کے لئے ہم نے ایک شریعت ٹھہرائی اور ایک طریقہ ۔

اور فرمایا :-

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ - (پ ۷ ع ۴)	نہ تو وہ بحیرہ[1] ہے اور نہ سائبہ[2] اور نہ وصیلہ[3] اور نہ حام[4] ان میں سو کوئی چیز اللہ نے نہیں ٹھہرائی ۔

لفظ تحریم کے بھی دو استعمال ہیں - تحریم کونی کی مثال یہ ہے :-

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ (پ ۲۰ ع ۴)	ہم نے موسیٰ پر پہلے ہی سے اناؤں کے دودھ حرام کر دئے تھے ۔

اور فرمایا :-

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ - (پ ۶ ع ۸)	پس وہ زمین ان پر چالیس سال کے لئے حرام کر دی گئی ہے - تاکہ وہ اس عرصے میں بھٹکے بھٹکے پھرا کریں ۔

---

[1] بحیرہ - کن پھٹی اونٹنی - وہ ایک طرح کی سانڈ ہوتی تھی - جو بتوں کے نام پر کان پھاڑ کر چھوڑ دی جاتی تھی اور پھر اسکو کوئی دوہ نہیں سکتا تھا + [2] سائبہ - سانڈ جن سے کوئی کار خدمت نہیں لیا جاتا +

[3] وصیلہ - وہ اونٹنی جس کے پہلونٹی کے اوپر تلے کے دو بچے مادہ ہوں - اس کو متبرک سمجھ کر چھوڑ دیا کرتے تھے +

[4] حام - شتر نر جسکی نسل سے کئی بچے ہوگئے ہوں - آخر عمر میں اسکو خدمت سے معاف کر دیا کرتے تھے - یہ اور اسطرح کی اور چند وہمی رسمیں اہل عرب میں موجود تھیں اہل ہند میں بھی بعض رسمیں اسطرح کی موجود ہیں - اللہ تعالٰے نے ان رسموں کی مذمت فرمائی ہے +

تحریم دینی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے :۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔

تم پر مرا ہوا جانور۔ لہو۔ خنزیر کا گوشت اور جو خدا کے سوا کسی اور کے نامزد کیا گیا ہو حرام کر دیا گیا ہے۔ (پ ۶ ع ۵)

اور فرمایا :۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ (پ ۴ ع ۱۵)

تم پر تمہاری مائیں۔ تمہاری بیٹیاں۔ تمہاری بہنیں۔ تمہاری پھوپھیاں۔ تمہاری خالائیں۔ بھتیجیاں۔ اور بھانجیاں حرام کر دی گئی ہیں۔

کلمات کونیہ کے متعلق فرمایا :۔

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ (پ ۲۸ ع ۲۰)

اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرتی رہیں۔

صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے :۔

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ۔

میں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات تامہ کے ساتھ مخلوقات کی شر سے اور اس کے غضب سے اور اس کے عذاب اور اس کے بندوں کی شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں، پناہ مانگتا ہوں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی منزل میں اُترے اور یہ پڑھے۔
أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ (میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ اس کی مخلوق کی شر سے پناہ مانگتا ہوں) تو جب تک وہ اس منزل میں رہیگا۔ اُسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچائیگی۔

نیز آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے :۔

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَّمِنْ

میں اللہ کے ان کلمات تامہ کے ساتھ جن سے نہ نیک تجاوز کر سکتا ہے۔ اور نہ بد۔ زمین میں پیدا ہونے والی

شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ۔

چیزوں کی شر سے، اور زمین سے نکلنے والی چیزوں کی شر سے، رات اور دن کے فتنوں کی شر سے، اور ہر اُس چیز کی شر سے جو رات کو آئے پناہ مانگتا ہوں الا یہ کہ کوئی رات کو آنے والا بھلائی کے ساتھ آئے اے رحمٰن ۔

اللہ تعالٰی کے کلمات تامّہ وہ ہیں جن سے اس نے کائنات کو پیدا کیا ۔ اور اس کی تکوین ۔ اس کی مشیئت اور اس کی قدرت سے نیک و بد کوئی خارج نہیں ۔ کلمات دینیہ اللہ تعالٰی کی نازل کی ہوئی کتابیں اور اوامر و نواہی ہیں ۔ جو کہ ان میں درج ہیں ۔ نیک لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں ۔ اور بدکردار ان کی نافرمانی کرتے ہیں ۔ اللہ تعالٰی کے اولیاء متقین اس کے کلمات دینیہ ۔ اس کے جعل دینی ۔ اس کے اذن دینی اور اس کے ارادۂ دینیہ کے مطیع ہیں ۔ اور ان کلمات کونیہ میں جن سے نیک و بد کسی کو مجال تجاوز نہیں تمام مخلوقات شامل ہے حتّٰی کہ ابلیس ۔ اس کے لشکر ۔ تمام کفار اور تمام اہل نار کلمات کونیہ میں شامل ہیں ۔ اگرچہ لوگ پیدائش ۔ مشیئت اور تقدیر میں باہم مجتمع ہیں ۔ لیکن امر و نہی ۔ محبت و رضا اور غضب میں مختلف ہیں ۔ اللہ تعالٰی کے متقی اولیاء وہ ہیں جو حکم کی تعمیل کرتے ہیں ۔ اور جس کام میں خدا کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ ہو اُسے چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے مقدر پر صبر کرتے ہیں ۔ اس لئے اللہ تعالٰی ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں ۔ وہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور اس کے دشمن جو کہ شیطان کے دوست ہیں وہ اگرچہ اس کی قدرت سے باہر نہیں لیکن وہ اُن سے ناراض ہے ۔ ان پر غضب نازل کرتا ہے ۔ ان پر لعنت بھیجتا ہے ۔ اور ان سے دشمنی کرتا ہے ۔ اس اجمال کی تفصیل کا موقع دوسرا ہے ۔ یہاں میں نے بطور آگاہی اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطٰن کے بڑے بڑے مختلف اوصاف یکجا جمع کر دئیے ہیں ۔ ان دونوں گروہوں کے اوصاف کا جامع فرق یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ ان میں سے ہر ایک کہاں تک رسول اکرمؐ کی

(۶۰)

پیروی کرتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی تو ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے سعید دوستوں اور اپنے شقی دشمنوں۔ اپنے اہل جنت اولیاء اور اپنے اہل دوزخ اعداء۔ اپنے اہل ہدایت ورشاد اولیاء اور مفسد۔ نابکار اور گمراہ دشمنوں کے مابین فرق کیا ہے اور آپ ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں سے جو کہ شیطان کا جتھا ہیں اپنے ان دوستوں کو ممتاز فرمایا۔ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نقش کر دیا۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح قدس سے مؤیّد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (پ ۲۸ ع ۳)	اے پیغمبر! جو لوگ اللہ اور روز آخرت کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ ان کو تم مخالفین خدا و رسول کے ساتھ دوستی کرتے ہوئے نہ پاؤ گے۔

اور فرمایا:۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ (پ ۹ ع ۱۶)	اُس وقت کو یاد کرو۔ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مومنوں کو مضبوط کرو۔ میں عنقریب کافروں کے دلوں میں دہشت ڈال دونگا پس کافروں کی گردنوں پر مارو۔ اور ان کے تمام پوروں پر مارو۔

اپنے دشمنوں کے متعلق فرمایا:۔

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ۔ (پ ۸ ع ۱)	بے شک شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

اور فرمایا:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (پ ۸ ع)	اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیاطین جن و انس کو دشمن بنایا۔ دھوکا دینے کے لئے ان میں سے ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتیں کہ بھیجتا ہے۔

اور فرمایا:—

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ، أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

(پ ۱۹ ع ۱۵)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو۔ کہ میں تمہیں بتاؤں کہ کس پر شیطان اُترا کرتے ہیں۔ ہاں تو وہ اُترا کرتے ہیں ہر جھوٹے بدکردار پر کہ شیطان سنی سنائی بات اُن پر القا کر دیتے ہیں۔ اور ان میں بتیرے تو نرے جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ اے مخاطب کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ شاعر لوگ ہر خیالی وادی میں سرگردان پڑے پھرا کرتے ہیں۔ اور ایسی باتیں کہا کرتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ اور کثرت سے خدا کا ذکر کیا۔ اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا۔ ایسے شاعر مورد الزام نہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کو جلد ہی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔

اور فرمایا:—

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ، إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ، قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ۔ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ

تو جو چیز تم کو دکھائی دیتی ہے اور جو چیز تم کو نہیں دکھائی دیتی۔ ہم تو سب ہی کی قسم کھاتے ہیں۔ کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتے کا۔ اور یہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے۔ تم لوگ بہت ہی کم یقین کرتے ہو۔ اور نہ کسی حاضراتی عامل کے تکے ہیں۔ تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ یہ کلام پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اور اگر پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر چپیکتا تو ہم نے خونیوں کی طرح اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اسکی گردن اُڑا

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۔ (پ ۲۹ ع ۷)

دی ہوتی۔ اور تم میں سے کوئی بھی ہم کو اس سے روک نہیں سکتا۔ اور کچھ شک نہیں کہ یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے بھی ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ کافروں کے لئے موجب حسرت ہے اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ یقیناً برحق ہے تو اے پیغمبر تم اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔

اور فرمایا:۔

فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ، اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ - اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَا اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ - اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ، فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ اِنْ كَانُوْا صَادِقِيْنَ۔ (پ ۲۷ ع ۳)

تو نصیحت کئے جاؤ کہ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو تم کاہن ہو اور نہ مجنون ہو۔ کیا لوگ تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے بارے میں زمانے کی گردش کا انتظار کرتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ بہت اچھا تم بھی انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو یہ سکھاتی ہیں۔ یا یہ لوگ شریر ہیں یا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے۔ بلکہ یہ ایمان ہی نہیں لانا چاہتے۔ سو اگر سچے ہیں تو اس طرح کا کلام یہ بھی بنا کر لائیں۔

اللہ تعالٰے نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں سے منزہ قرار دیا ہے جن کا تعلق شیاطین کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ لوگ کاہن۔ شاعر اور مجنون ہوتے ہیں۔ اور بیان فرما دیا ہے کہ اللہ تعالٰے کا ایک برگزیدہ اور معزز فرشتہ ان کے پاس قرآن لایا ہے۔ فرمایا:۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا

اللہ تعالٰے فرشتوں اور انسانوں سے اپنے ایلچی منتخب (۶۱)

وَّمِنَ النَّاسِ ۔ (پ ۷ ع ۱۲)	کرتا ہے ۔

اور فرمایا:۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۔ (پ ۱۹ ع ۱۵)	اور کچھ شک نہیں کہ یہ قرآن پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اس کو جبرئیل امین نے سلیس عربی زبان میں تمہارے دل پر القا کیا ہے ۔ تاکہ اور پیغمبروں کی طرح تم بھی لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ ۔

اور فرمایا:۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (پ ۱ ع ۱۲)	اے پیغمبر کہو کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے ۔ ہوا کرے اس نے تو اللہ کے حکم سے یہ قرآن تیرے دل پر القا کیا ہے

اور فرمایا:۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۔ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔ (پ ۱۴ ع ۱۹)	تو اے پیغمبر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود کے وسوسوں سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو ۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں ان پر تو اس کا کچھ قابو نہیں چلتا ۔ اس کا قابو چلتا ہے تو ان لوگوں پر جو اس سے دوستی رکھتے ہیں ۔ اور جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں ۔ جب ہم کسی آیت کے بدلے آیت بھیجتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنی نازل کی ہوئی باتوں کی مصلحتوں کو خوب سمجھتا ہے ، تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے دل سے بنا لیتا ہے ۔ بلکہ بات یوں ہے کہ ان میں سے اکثر جانتے ہی نہیں اے پیغمبر ! کہدو کہ حق یہ ہے کہ اس قرآن کو تمہارے پروردگار کی طرف سے روح القدس یعنی جبرئیل لے کر آئے ہیں ۔ تاکہ اللہ تعالےٰ مومنوں کو مضبوط کرے اور مسلمین کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہو ۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کا نام روح الامین اور روح القدس رکھا ہے۔ اور فرمایا:۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۔ (پ ۳۰ ع ۶)	تو ہم کو ان ستاروں کی قسم جو چلتے چلتے الٹے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں۔

ان سے وہ ستارے مراد ہیں جو اپنے طلوع سے قبل آسمان میں روپوش ہوتے ہیں۔ اور جب ظاہر ہوتے ہیں تو وہ لوگوں کو چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور جب غروب ہوتے ہیں تو وہ اپنی کناس (قیامگاہ) کی طرف چلے جاتے ہیں۔ جو ان کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیتی ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ۔ (پ ۳۰ ع ۶)	رات کی قسم جب اسکی سیاہی جاگتی چلی جاتی ہے۔

عَسْعَسَ سے مراد اَدْبَرَ ہے یعنی جب رات پیٹھ پھیر کر چلی جاتی ہے اور صبح آجاتی ہے۔

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (پ ۳۰ ع ۶)	اور صبح کی قسم جسوقت اسکی پو پھوٹتی ہے۔

تَنَفَّسَ سے مراد آمد صبح ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ	ایک معزز ایلچی کا پہنچایا ہوا پیغام ہے۔

اس ایلچی سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ۔ (پ ۳۰ ع ۶)	بڑی قوت والا ہے صاحب عرش کے ہاں بڑے مرتبہ والا۔ وہاں کے فرشتے اس کا حکم مانتے ہیں۔ اور امانت دار ہے۔

ثَمَّ سے مراد آسمان ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (پ ۳۰ ع ۶)	اور تمہارا رفیق مجنون نہیں ہے۔

یعنی وہ رفیق جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ احسان کیا کہ اس کو تمہاری ہی جنس سے رسول بنا کر بھیجا۔ وہ اس وقت تمہارا ساتھ دیتا ہے۔ جب تم فرشتوں کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور فرمایا:۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ۔ وَلَوْ	اور کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر کوئی فرشتہ کیوں نہ نازل ہوا۔ اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو پھر تو فیصلہ ہی ہو جاتا۔ پھر ان کو مہلت تو نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم رسول کا مددگار کوئی

جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۔ (پ ۷ ع ۷)	فرشتہ بناتے تو اس کو بھی آدمی ہی بناتے - اور وہی شبہے ان کے دلوں پر طاری کر دیتے جواب ان کے دلوں میں موجود ہیں ۔

اور فرمایا :-

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (پ ۳۰ ع ۶)	اور بے شک اُس نے اسے مطلع صاف میں دیکھا

یعنی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا - اور فرمایا :-

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ (پ ۳۰ ع ۶)	اور وہ غیب پر تہمت کیا ہوا نہیں ہے ۔

ظَنِیْن سے مراد متّہم ہے اور دوسری قراءت میں ضنین ہے یعنی بخیل جو علم کو چھپائے - اور اسے کچھ لیئے بغیر ظاہر نہ کرے - جیسا وہ شخص جو کسی فن کا عالم ہو اور بغیر معاوضہ کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا - اور فرمایا :-

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔ (پ ۳۰ ع ۶)	اور نہ وہ شیطان مردود کی بنائی ہوئی باتیں ہیں-

یہاں جبرئیل علیہ السلام کو شیطان ہونے سے منزّہ قرار دیا گیا ہے - جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور عامل ہونے سے منزّہ قرار دیا گیا تھا - خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالٰے کے متقی دوست وہی ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں - جس کام کا وہ حکم فرمائیں اسے کرتے ہیں - اور جس سے منع فرماتے ہیں اس سے رک جاتے ہیں - اور جس بات میں ان کو پیروی کرنے کا حکم صاف طور پر بیان کر دیں - اس میں وہ ان کی پیروی کرتے ہیں - ایسے لوگوں کی تائید اللہ تعالٰے اپنے فرشتوں اور جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سے کرتا ہے - اور ان کے دلوں میں اپنے انوار ڈالتا ہے - جن کرامات سے اللہ تعالٰے اپنے اولیاء متقین کو سرفراز فرماتا ہے - وہ انہی لوگوں کا حصّہ ہیں - اور اللہ تعالٰے کے پسندیدہ اولیاء کی کرامات کا ظہور یا دین کی حجّت کے لئے ہوتا ہے - یا مسلمانوں کی کسی ضرورت کے لئے - جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے تھے ۔

معجزات نبی

اولیاء اللہ کی کرامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی برکت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور یہ حقیقت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں داخل ہیں مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا۔ آپکے ہاتھ میں سنگریزوں کا تسبیحیں کہنا۔ درختوں کا آپ کی طرف آنا۔ خشک لکڑی کا آپکے سامنے گریہ وزاری کرنا۔ معراج کی رات آپکا بیت المقدس کا حلیہ بتانا۔ جو کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہوگا اسکی خبریں دینا۔ کتاب عزیز کا لانا۔ کئی مرتبہ کھانے پینے کی چیزوں کا زیادہ کردینا۔ چنانچہ ام سلمہ کی مشہور حدیث کے مطابق غزوہ خندق میں آپنے کھانے کی ایک دیگ سے سارے لشکر کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور (۹۲) دیگ میں کھانا ویسے کا ویسا پڑا رہا۔ غزوہ خیبر میں پانی کے ایک مشکیزے سے سارے لشکر کی پیاس بجھ گئی۔ اور مشکیزے کا پانی کم نہ ہوا۔ جنگ تبوک میں اسلامی لشکر کی تعداد قریباً تیس ہزار تھی۔ تھوڑا سا کھانا تھا۔ جس میں سے ان سب لشکریوں کے شکم سیر بھر دئے۔ اور کھانے میں کوئی کمی نہ آئی۔ کئی مرتبہ آپ کی انگلیوں میں سے اس قدر پانی بہ نکلا کہ جتنے لوگ آپکے ساتھ تھے۔ سب سیر ہوکر پانی پیا۔ چنانچہ جنگ حدیبیہ میں چودہ یا پندرہ سو آدمیوں نے اس طرح پانی پیا۔ ابو قتادہؓ کی آنکھیں ان کے رخساروں پر بہہ نکلی تھیں۔ حضور صلے اللہ وسلم نے ان آنکھوں کو لوٹا دیا۔ اور وہ از سر نو بہترین حالت میں ہوگئیں۔ جب محمد بن مسلمہؓ کعب بن اشرف کے قتل کے لئے بھیجے گئے اور گر کر ان کا پاؤں ٹوٹ گیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پاؤں پر ہاتھ پھیر دیا اور وہ اچھا ہوگیا۔ ایک بکری کی احشا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو تیس آدمیوں کو گوشت کھلایا۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ٹکڑا کاٹا گیا۔ اور اس کے دو دو ٹکڑے کئے گئے۔ الغرض سب آدمیوں نے گوشت کھایا اور پھر گوشت بچ بھی رہا۔ ابو جابر عبداللہ کے ذمہ ایک یہودی کا قرضہ تھا۔ جسکی مقدار تیس خروار تھی۔ جابر کا قول ہے کہ حضور نے حکم دیا کہ وہ یہودی اپنے قرضے کے عوض وہ تمام کھجوریں جو کہ اسکی ملکیت میں ہیں لے لے۔ یہودی نے منظور نہ کیا۔ اس

کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کھجوروں میں چلے - اور پھر جابرؓ سے فرمایا کہ اس کے لئے کھجوریں کاٹو - چنانچہ یہودی کو تیس خروار پورے کر دئے گئے - اور ستره خروار بچ بھی گئے - اس طرح کے اور بہت سے معجزے ہیں - میں نے صرف حضور صلعم کے ایک ہزار کے قریب معجزات جمع کئے ہیں -

کرامات صحابہؓ و تابعین

صحابہ اور ان کے بعد تابعین اور دیگر صالحین کی کرامات تو بہت زیادہ ملتی ہیں مثلاً اسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ سورۂ کہف پڑھا کرتے تھے تو آسمان سے ایسی چیز اترتی تھی جو بادل کا سیاہ سائبان معلوم ہوتا تھا اور جس میں گویا چراغ روشن ہوتے تھے یہ فرشتے ہوتے تھے جو کہ ان کی قرأت سننے کے لئے آتے تھے ۔ عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کیا کرتے تھے - سلمان اور ابو الدرداء جس طشتری میں کھانا کھایا کرتے تھے وہ طشتری یا وہ چیزیں جو کہ اس میں ہوتی تھیں تسبیحیں پڑھا کرتی تھیں - عبادبن بشر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے کالی رات میں نکلتے تھے اور کنارۂ تازیانہ کی شکل کا ایک نور ان کے لئے روشنی کرتا تھا - اور جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تھے تو وہ روشنی بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی - ایک حصہ ایک کے ساتھ اور ایک حصہ دوسرے کے ساتھ جاتا تھا - یہ بخاری وغیرہ کی روائت ہے -

صحیحین میں صدیق رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ جب وہ تین مہمانوں کے ہمراہ اپنے گھر کی طرف گئے - جو لقمہ کھاتے تھے اس کے نیچے کھانا بڑھ کر اس سے زیادہ ہو جاتا تھا - چنانچہ سب نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیا اور کھانا بھی پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہو گیا - ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ کھانا پہلے سے زیادہ ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کھانے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے - وہاں بہت سے لوگ آئے سب نے کھانا کھایا اور سب سیر ہو گئے - خبیب بن عدیؓ مکہ مکرمہ میں مشرکین کے پاس قیدی تھے - اور ان کے پاس انگور لائے جاتے تھے -

جنہیں آپ کھایا کرتے تھے۔ حالانکہ مکہ میں انگور نہیں ہوتے۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ لوگوں نے ان کی نعش کو ڈھونڈا لیکن نہ ملی۔ بات یوں ہوئی کہ نعش قتل ہوتے ہی اٹھا لی گئی تھی۔ عامر بن طفیل نے نعش کو ہوا میں اٹھتے ہوئے دیکھا۔ عروہؓ کا بیان ہے کہ وہ فرشتوں کو دیکھ رہے تھے کہ نعش کو اٹھا کر لئے جا رہے ہیں۔ ام ایمن ہجرت کر کے نکلیں تو ان کے پاس نہ راستے کا خرچ تھا اور نہ پانی۔ قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جائیں۔ روزہ دار بھی تھیں۔ جب افطار کا وقت قریب آیا تو ان کو اپنے سر پر کوئی آہٹ سی سنائی دی۔ سر اٹھایا تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک لوٹا لٹک رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس لوٹے سے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اور رہتی زندگی میں ان کو کبھی پیاس نہیں لگی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے شیر کو خبر دی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ تو شیر ان کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ انہیں منزل مقصود پر پہنچا دیا۔ براء بن مالک رضی اللہ عنہ جب اللہ کی قسم کھایا کرتے تھے تو ان کی قسم سچی کر دی جاتی تھی۔ جب جہاد میں جنگ کا زور مسلمانوں پر آ پڑتا تھا تو صحابہ فرمایا کرتے تھے اے براءؓ اپنے پروردگار کی قسم کھاؤ۔ آپ کہا کرتے تھے "اے میرے پروردگار مجھے تیری قسم ہے کہ تو ان لوگوں کے کندھے ہمیں بخش دے۔ اور مجھے پہلا شہید بنا" تو پھر دشمن کو شکست ہو جاتی تھی۔ چنانچہ جب یوم قادسیہ میں آپ نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے تیری قسم ہے کہ تو نے ان لوگوں کے کندھے ہمیں بخش دئیے ہیں۔ اور تو نے مجھے پہلا شہید بنا دیا ہے۔ تو کفار کو شکست ہو گئی اور حضرت براءؓ شہید کر دئیے گئے۔ خالد بن ولیدؓ نے جب ایک مستحکم قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ تو کفار سے کہا کہ اسلام قبول کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک اسلام نہیں لائینگے جب تک تو زہر نہ پی لے۔ حضرت خالدؓ نے زہر پی لیا لیکن انہیں کچھ نقصان نہ ہوا۔ سعد بن ابی وقاص اس درجہ مستجاب الدعوات تھے کہ جو دعا بھی کرتے تھے منظور ہو جاتی تھی۔ آپ ہی نے کسریٰ کی فوجوں کو ہزیمت دی اور عراق فتح کیا۔

(۶۳)

عمر بن خطابؓ نے جب ایک لشکر بھیجا۔ تو ساریہ نام ایک شخص کو اس کا امیر بنایا۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ بڑے زور سے چلانے لگے یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف) اس کے بعد لشکر کا قاصد آیا۔ اس سے حال پوچھا۔ تو اس نے عرض کیا اے امیر المومنین دشمن سے جب ہمارا مقابلہ ہوا۔ تو اس نے ہمیں شکست دے دی۔ اتنے میں ہمیں ایسی آواز آئی گویا کوئی چلانے والا یوں چلا رہا ہے۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف، اس پر ہم نے پہاڑ کی طرف بیٹھیں کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی۔ زمیرہؓ کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ لیکن اس نے اسلام نہ چھوڑا۔ اور اس کی آنکھ نکل گئی۔ مشرکوں نے کہا اس کی آنکھ کو لات و عزیٰ نے تکلیف پہنچائی ہے۔ زبیرہؓ نے کہا "واللہ ہرگز نہیں" اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ اچھی کر دی۔ سعید بن زید نے اروی بنت حکم کے خلاف بد دعا کی اور وہ اندھی ہو گئی۔ یہ وہ واقعہ ہے جبکہ اروی نے سعید پر کوئی جھوٹا الزام لگایا۔ تو سعیدؓ نے کہا اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے آنکھ سے اندھی کر دے۔ یا اسے اسی کی زمین میں ہلاک کر دے۔ چنانچہ وہ اندھی ہو گئی۔ اور اپنی زمین کے ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے حاکم تھے۔ اور اپنی دعا میں کہا کرتے تھے۔ یا علیم۔ یا حلیم۔ یا علی۔ یا عظیم۔ تو ان کی دعا قبول ہو جایا کرتی تھی ایک مرتبہ ان کے کچھ آدمیوں کو پینے اور وضو کرنے کے لئے پانی نہ ملا۔ تو آپ نے دعا کی اور قبول ہو گئی۔ ایک دفعہ سمندر ان کے سامنے آگیا۔ اور وہ گھوڑوں کے ذریعہ اسے عبور کرنے پر قادر نہ تھے۔ آپ نے دعا کی تو ساری جماعت پانی میں سے گذر گئی۔ اور ان کے گھوڑوں کی زینیں بھی تر نہ ہوئیں۔ پھر آپ نے دعا کی کہ میں مر جاؤں تو یہ لوگ میری نعش نہ دیکھنے پائیں۔ چنانچہ ان کی نعش لحد میں نہ پائی گئی۔

ابو مسلم خولانی کی کرامات

ابو مسلمؒ خولانی کے ساتھ بھی جو کہ آگ میں ڈال دئے گئے تھے اسی قسم کا واقعہ ہوا۔ آپ اپنے رفقاء کے ساتھ دریائے دجلہ پر گزرے۔ اور وہ بوجہ طغیانی کے لکڑیاں پھینک رہا تھا۔ ابو مسلم نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہارے سامان میں سے کوئی چیز گم ہو تو بتاؤ۔ تاکہ میں اللہ عزوجل سے اس کے بارے میں دعا کروں۔ ایک صاحب نے کہا ایک ہار گم ہو گیا ہے فرمایا میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ چنانچہ وہ پیچھے پیچھے چلتے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ہار کسی چیز کے ساتھ لٹک رہا ہے۔ پس انہوں نے لے لیا۔ اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو ابو مسلم خولانی کو بلوا کر کہا۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ فرمایا مجھے سنائی نہیں دیتا۔ کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ فرمایا ہاں۔ اس پر انہیں آگ میں (۶۴) پھینکنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ آگ میں پھینکے گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ آگ میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں آگ ان کے لئے ٹھنڈی اور موجب عافیت ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ مدینہ میں آئے۔ تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھا کر فرمایا کہ الحمدللہ کہ میں نے جیتے جی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایسے شخص کو دیکھ لیا جس کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا۔ جو کہ ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔

ایک اور واقعہ ہے کہ آپکی لونڈی نے آپکے کھانے میں زہر ملا دیا۔ لیکن آپ کو اس سے کوئی نقصان نہ ہوا۔ ایک عورت نے آپ کی بیوی کو آپکے خلاف بہکایا۔ آپنے اس عورت کو بد دعا دی۔ اور وہ اندھی ہو گئی۔ پھر وہ آپکی خدمت میں آئی۔ تائب ہوئی اور آپنے اس کے لئے دعا کی اور اسکی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔

عامر بن عبد قیس کی کرامات

عامر بن عبد قیس دو ہزار درہم بطور مال خیرات اپنی آستین میں لے کر نکلتے تھے اور جو سائل بھی ملتا تھا اسے گنے بغیر خیرات دیتے جاتے تھے۔ پھر وہ گھر واپس آتے تھے۔ تو نہ اس مال کی تعداد کم ہوتی تھی اور نہ وزن۔ آپ ایک ایسے قافلہ کے پاس سے گزرے۔ جسے شیر نے

محبوس کر رکھا تھا۔ آپ آئے اور شیر کو اپنے کپڑوں سے چھوا۔ پھر اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھا۔ اور فرمایا تو رحمٰن کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ اور مجھے اس سے حیا آتی ہے کہ اس کے سوا کسی اور چیز سے ڈروں۔ اس اثنا میں قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جاڑے کے موسم میں ان کے لئے وضو آسان کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو ایسا پانی ملنے لگا جس سے دھواں نکلتا تھا۔ آپ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ جب میں نماز میں ہوں تو شیطان میرے دل میں داخل نہ ہو سکے۔ چنانچہ شیطان کا ان کے دل پر قابو نہ چلتا تھا۔

حسن بصریؒ حجاج سے روپوش ہوئے اور دعا کی کہ انہیں کوئی دیکھ نہ سکے۔ چنانچہ لوگ کئی مرتبہ اُن کے پاس آئے اور انہیں نہ دیکھ سکے۔ ایک خارجی آپ کو ایذا پہنچایا کرتا تھا آپ نے اس کے خلاف دعا کی اور وہ گِر کر ہلاک ہو گیا۔

صلہ ابن اشیم کی کرامات

صلہ ابن اشیم جہاد کر رہے تھے کہ ان کا گھوڑا ہلاک ہو گیا۔ آپ نے کہا اے اللہ مجھے کسی مخلوق کا زیر بار احسان نہ کر۔ چنانچہ آپ کی دعا سے اللہ عزوجل نے ان کے گھوڑے کو زندہ کر دیا۔ جب وہ گھر پہنچے تو اپنے بیٹے سے کہا۔ گھوڑے کی زین اتار لا۔ کیونکہ میں یہ گھوڑا مانگ کر لایا ہوں۔ چنانچہ زین اتار لی گئی۔ اور گھوڑا مر گیا۔ علاوہ ازیں ایک مرتبہ آپ کو بھوک لگی۔ آپ نے اللہ عزوجل سے دعا کی اور کھانا مانگا تو ان کے پیچھے تازہ کھجوروں کی ایک گٹھری ریشمین کپڑے میں لپٹی ہوئی آگری۔ آپ نے کھجوریں کھا لیں اور کپڑا ایک مدت تک آپکی بیوی کے پاس رہا۔ آپ رات کو ایک جنگل میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شیر ان کے پاس آیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو اُس سے فرمایا "کسی اور جگہ سے اپنا رزق ڈھونڈو" یہ سُنتے ہی شیر چنگھاڑتا ہوا واپس چلا گیا۔

سعید بن المسیب ایام حرّہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے نماز کے وقتوں میں اذان کی آواز سنا کرتے تھے۔ اور یہ ایسے وقت میں ہوتا تھا کہ باقی آدمی چلے جاتے تھے۔ اور مسجد ان کے سوا باقی تمام آدمیوں سے خالی ہو جاتی تھی۔ قبیلہ نخع کے ایک آدمی کے

پاس ایک گدھا تھا ۔ جو کہ راستے میں مرگیا ۔ اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ لاؤ ہم تمہارے سامان کو تقسیم کر کے اپنی سواریوں پر رکھ لیتے ہیں ۔ اس نے کہا مجھے تھوڑی سی مہلت دو ۔ پھر وضو کیا اور نہایت اچھی طرح کیا ۔ دو رکعت نماز ادا کی ۔ اور اللہ تعالےٰ سے دعا کی ۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس کا گدھا زندہ کر دیا ۔ اور اس نے اپنا سامان اس پر لاد دیا ۔

اویس قرنیؒ جب فوت ہوئے ۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کے کپڑوں میں کفن پڑے ہوئے ہیں جو پہلے ان کے پاس نہیں تھے ۔ اور ایک سنگلاخ زمین میں ان کی قبر کھدی ہوئی پائی گئی ۔ جس میں لحد تھی ۔ چنانچہ انہی کفنوں میں ان کو ملبوس کیا گیا ۔ اور اس لحد میں اتار کر دفن کیا گیا ۔

عمرو بن عقبہ بن فرقدؒ ایکدن سخت گرمی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ بادلوں نے ان پر سایہ کر دیا ۔ آپ نے دوستوں کے ساتھ آپ کا یہ عہد تھا ۔ کہ جہاد کے دن آپ ان کی خدمت کیا کرینگے ۔ اس بنا پر آپ اپنے دوستوں کی سواریوں کا پہرہ دیتے تھے اور ایک درندہ ان کی حفاظت کرتا تھا ۔ (۶۵)

مطرف بن عبداللہ بن شخیر جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تھے تو ان کے برتن ان کے ساتھ تسبیحیں کہا کرتے تھے ۔ اور آپ اپنے ایک دوست کے ہمراہ اندھیرے میں چلا کرتے تھے ۔ تو تازیانے کا کنارہ ان کے لئے روشنی کیا کرتا تھا ۔ جب احنف بن قیس فوت ہوئے تو ایک شخص کی ٹوپی آپ کی قبر میں گر پڑی ۔ جب وہ ٹوپی لینے کے لئے جھکا ۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ قبر تاحدِ نگاہ وسیع ہو گئی ہے ۔

ابراہیم تیمی مہینہ دو مہینہ تک کچھ نہیں کھاتے تھے ۔ جب وہ اپنے اہل و عیال کے لئے کھانا لانے کے لئے جاتے تھے تو انہیں اور کچھ نہ ملتا تو سرخ ریت کی ایک گٹھڑی باندھ لاتے تھے ۔ اور جب اپنی بیوی کے پاس پہنچکر اسے کھولتے تھے ۔ تو وہ سرخ گیہوں ہوتے تھے ۔ جب انہیں کھیت میں بوتے تھے تو ایسے پودے اُگتے تھے جو جڑھ سے شاخ تک گھنے دانوں والے خوشوں سے لدے ہوتے تھے ۔

عتبہ نام ایک لڑکے نے اپنے پروردگار سے یہ تین باتیں مانگیں ۔ اچھی آواز ۔

کھلے آنسو اور بغیر تکلیف کے کھانا۔ چنانچہ جب وہ پڑھتا تھا تو خود بھی روتا تھا اور لوگوں کو بھی رلاتا تھا۔ اس کے آنسو عمر بھر جاری رہے اور جب وہ اپنے ڈیرے پر آتا تھا تو اُسے اس میں اپنی خوراک مل جاتی تھی اور اُسے معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔

عبدالواحد بن زید کو فالج کی بیماری لاحق ہو گئی۔ آپ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ وضو کے وقت میرے اعضا کھل جایا کریں۔ چنانچہ وضو کے وقت ان کے اعضا کھل جایا کرتے تھے اور اس کے بعد پھر ویسے ہی ہو جایا کرتے تھے۔ یہ بڑا وسیع باب ہے اور کسی دوسرے موقع پر کرامات اولیاء کے متعلق تفصیل کے ساتھ بحث ہو چکی ہے۔ رہیں وہ باتیں جو کہ ہم آج کل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس زمانے میں وقوع میں آ رہی ہیں سو وہ بہت ہیں۔

انفرادی کرامات نقص ولایت کی علامت ہیں

جس بات کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کرامات آدمی کی ضرورت کے مطابق ظہور میں آتی ہیں۔ جب ضعیف[۱] الایمان اور محتاج آدمی کو کرامات کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کیلئے انکا ظہور اس درجہ ہوتا ہے کہ اُسکا ایمان قوی اور اُسکی حاجت پوری ہو جائے اور جو شخص اُسکی نسبت ولایت میں کامل تر ہو وہ اس سے مستغنی ہوتا ہے اس لئے اس سے کرامات ظاہر نہیں ہوتیں کیونکہ اس کا درجہ ان باتوں سے بالاتر اور وہ ان سے مستغنی ہوتا ہے اور اگر کرامات کا ظہور ہو تو اس کی نقص ولایت کی دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کی کرامات تابعین میں صحابہ کی بہ نسبت زیادہ پائی جاتی ہیں۔ البتہ اگر کسی شخص سے خوارق عادات کا ظہور لوگوں کی ہدایت اور ان کی ضرورت کے لئے ہو تو ایسے شخص کا درجہ سب سے بڑا ہے۔

چند جھوٹے نبیوں کی کرامتیں۔

ان کرامتوں کے برخلاف احوال شیطانی ہوتے ہیں۔ جس کی ایک مثال عبداللہ بن صیاد کا حال ہے جس کا خروج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا۔ بعض صحابہ رضہ کا گمان تھا کہ وہ دجال ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے معاملے میں پہلے توقف فرمایا

---

[۱] ضعیف الایمان کا لفظ ہندوستان کے عرف عام میں ذرا شدید مفہوم پر بولا جاتا ہے۔ یہاں ضعیف ایمان بلحاظ تفاوت مدارج اہل ایمان مراد ہے۔ مترجم

اور بعد میں آپ کو معلوم ہوا کہ وہ دجال نہیں۔ بلکہ وہ ایک عامل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ الدخان کو پوشیدہ رکھ کر اس سے فرمایا کہ بتاؤ میں نے کیا چھپایا ہے۔ تو وہ کہنے لگا الدخ الدخ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذلیل ہو تو اپنے درجہ سے ہرگز آگے نہ بڑھ سکیگا۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ تو ایک کاہن و عامل ہی تو ہے۔ اور جس کاہن کا ساتھی شیطان ہوتا ہے اسے وہ بہت سی غیب کی خبریں جو کہ وہ چوری سے سنا کرتا ہے بتا دیتا ہے۔ اور شیاطین کا طریقہ ہے۔ کہ وہ سچ اور جھوٹ کو خلط ملط کر ڈالا کرتے ہیں چنانچہ بخاری کی روایت سے صحیح حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے بادلوں کے ساتھ ساتھ اترتے ہیں۔ اور آسمان میں جو فیصلہ کیا گیا ہو۔ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ (۶۶) تو شیاطین چوری چھپے اسے سن لیتے ہیں۔ اور اسے کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنے پاس سے ملا دیتے ہیں۔ مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ ٹوٹا اور چمک پیدا ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اس طرح کا واقعہ دیکھو تو اس کے متعلق زمانۂ جاہلیت میں تم کیا کہا کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ یا تو کوئی بڑا آدمی مریگا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کسی کی زندگی یا کسی کی موت کے لئے نہیں ٹوٹتا۔ بلکہ جب ہمارا پروردگار تبارک وتعالٰے کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو عرش کے فرشتے تسبیحیں کہتے ہیں۔ پھر ساتھ والے آسمان کے فرشتے تسبیحیں کہتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ والے آسمان کے فرشتے حتیٰ کہ تسبیح کا سلسلہ اِس آسمان والوں تک پہنچتا ہے۔ پھر ساتویں آسمان والے فرشتے حاملین عرش سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے پروردگار نے کیا فرمایا۔ تو وہ انہیں بتاتے ہیں۔ علی ہذا القیاس ہر آسمان والے فرشتے پوچھتے ہیں۔ حتیٰ کہ خبر آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے۔ شیاطین اس بات کو چوری سے سن لیتے ہیں ان شیاطین کو کھدیڑنے کے لئے جب شہاب ٹوٹتا ہے تو وہ بھاگ کر اپنے دوستوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے پاس بات کو اگر بے کم و کاست بیان کردیں۔ تو سچ

ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس میں اضافہ کرتے ہیں۔ معمر کا بیان ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی ستارے ٹوٹا کرتے تھے؟ کہا ہاں لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ستارے شدت سے ٹوٹے۔ اسود عنسی مدعیٔ نبوت کا بعض شیاطین سے تعلق تھا جو اسے بعض غیب کی باتیں بتا دیا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں نے اس سے لڑائی کی تو وہ ڈرتے تھے کہ اس کے متعلق ہم جو بات کریں گے۔ اسے شیاطین اس تک پہنچا دیں گے آخر کار اس کی بیوی کو اس کا کفر معلوم ہوا۔ اور اس نے ان کو اس کے خلاف مدد دی۔ اور انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ بھی شیاطین تھے جو اسے غیب کی خبریں پہنچایا کرتے۔ اور بہت سے کاموں میں اس کی مدد کیا کرتے تھے۔ اس طرح کے لوگ بہت ہیں۔ حارث دمشقی کا خروج عبدالملک بن مروان کے زمانے میں بلاد شام میں ہوا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ شیاطین اس کے پاؤں کو بیڑیوں سے نکال دیا کرتے تھے۔ اور ہتھیاروں کو اس کے جسم میں نفوذ کرنے سے روک لیتے تھے سفید پتھروں پر ہاتھ پھیرتا تھا تو وہ تسبیح کہنے لگتے تھے۔ وہ لوگوں کو ہوا میں گھوڑوں پر سوار اور پیادہ چلتے دکھاتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ حالانکہ وہ جن ہوتے تھے۔ جب مسلمانوں نے اسے روک لیا۔ اور اسے قتل کرنے کے ارادے سے ایک شخص نے اُسے نیزہ مارا تو نیزہ نے اس کے جسم میں اثر نہ کیا۔ عبدالملک نے اس سے کہا کہ تو نے اللہ کا نام نہیں لیا۔ اس پر نیزہ مارنے والے نے اللہ کا نام لے کر اُسے مارا تو اسے ہلاک کر دیا۔

شیطان کو بھگانے والی آیت

اس طرح کے شیطانی حالات والے لوگوں کے پاس جب آیت الکرسی کی طرح کے کلمات جو شیاطین کو بھگا دیتے ہیں پڑھے جائیں تو شیاطین ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بروائت ابوہریرہؓ ثابت ہے۔ کہ جب انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا۔ تو ہر رات شیطان ... سے کچھ چرا لیتا تھا۔ ابوہریرہ اسے پکڑ لیتے تھے۔ ...

اسے چھوڑ دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھتے تھے کہ تمہارے قیدی نے کل رات کیا کام کیا تھا۔ تو عرض کرتے کہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ پھر نہ آئیگا۔ فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے۔ وہ آئیگا۔ جب تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا تو چور نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک ایسی بات سکھا دوں جو کہ تمہیں فائدہ دیگی۔ جب اپنے (۹۷) بستر پر لیٹ جاؤ تو آیتہ الکرسی اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (الخ الآیہ) پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے تمہاری حفاظت کرتی رہیگی۔ اور صبح تک تمہارے پاس کوئی شیطان نہ آسکیگا۔ جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ اس نے بات تو سچی کہی۔ لیکن ہے وہ بڑا جھوٹا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔ اس آیت کو جب کوئی شخص شیطانی حالات کے پاس پڑھے۔ اور صدق کے ساتھ پڑھے تو وہ باطل ہو جاتے ہیں۔ شیطانی احوال کی مثالیں حسب ذیل ہیں:۔

شیطانی شعبدات

کوئی شخص بحال شیطانی آگ میں داخل ہو جائے۔ یا سیٹیاں اور تالیاں بجانے کی محفل میں حاضر ہو۔ شیطان اُس پر نازل ہوں اور اس کی زبان سے ایسی باتیں کریں جن کا اسے علم نہیں بلکہ بعض اوقات انہیں سمجھ بھی نہیں سکتا۔ بعض اوقات کسی حاضر مجلس کے دل کی بات واشگاف بیان کر دیتا ہے۔ کبھی وہ مختلف زبانوں میں باتیں کرتا ہے جس طرح کوئی جن مرگی والے آدمی کی زبان سے باتیں کرتا ہے اور جس انسان کو یہ حال حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ اس کو سمجھتا ہی نہیں وہ بمنزلہ اس مرگی والے آدمی کے ہے جسے شیطان نے اپنی چپیٹ سے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ اور اس پر چھا جانے کے بعد اس کی زبان سے باتیں کر رہا ہو۔ اس طرح کا آدمی جب اپنی اصلی حالت پر آتا ہے تو اسے اپنے کہے میں سے کسی چیز کا بھی شعور نہیں ہوتا۔ اسی طرح کبھی مرگی والے آدمی کو پیٹا جاتا ہے۔ اور اس مار پیٹ کا اس آدمی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور وہ افاقہ کے بعد بتا دیتا ہے کہ اُسے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ کیونکہ چوٹ اُس جن کو لگتی ہے جو اُس پر چھایا ہوتا ہے۔ اس طرح کے لوگوں میں سے بعض کے پاس شیطان ایسے ایسے کھانے، میوے اور مٹھائیاں وغیرہ لاتا ہے۔

جو کہ اس مقام میں نہیں ہوتیں۔ بعض کو جن مکہ۔ بیت المقدس یا دوسرے مقامات میں اڑا کر لے جاتے ہیں۔ بعض کو جن عرفہ کی شام کو اٹھا کر لے جاتا ہے اور اسی رات واپس لے آتا ہے۔ چنانچہ وہ کوئی شرعی حج ادا نہیں کرتا۔ اپنے معمولی کپڑوں میں جاتا ہے۔ میقات کے محاذ پر احرام نہیں باندھتا۔ لبیک نہیں کہتا مزدلفہ میں نہیں ٹھہرتا۔ بیت اللہ کا طواف نہیں کرتا۔ صفا و مروہ کے درمیان نہیں دوڑتا۔ کنکریاں نہیں پھینکتا۔ بلکہ عرفہ میں اپنے معمولی لباس میں وقوف کرنے کے بعد اسی رات واپس لوٹ آتا ہے۔ یہ وہ مشروع حج نہیں ہے جس کے متعلق تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ بلکہ وہ جمعہ میں آتا ہے تو وضو کے بغیر نماز ادا کر دیتا ہے۔ یا قبلہ کے سوا کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتا ہے۔ ان لوگوں میں سے کسی نے خواب میں دیکھا۔ کہ فرشتے حاجیوں کے نام لکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا میرا نام کیوں نہیں لکھتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تم حاجیوں میں سے نہیں ہو۔ یعنی تم نے شرعی حج نہیں کیا۔

کرامات اولیاء اور احوال شیطانی میں فرق

اولیاء کی کرامات اور ان احوال شیطانی میں جو کہ کرامات اولیاء سے مشابہ ہوتے ہیں۔ چند امور کا فرق ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اولیاء کی کرامات کا سبب ایمان و تقویٰ ہوتا ہے۔ اور احوال شیطانی کا سبب وہ چیزیں ہیں۔ جن سے اللہ اور اسکے رسول نے منع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

(پ ۸ ع ۱۱)

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میرے پروردگار نے صرف بے حیائی کے کاموں کو منع فرمایا ہے۔ وہ بے حیائی کے کام ظاہر ہوں تو اور پوشیدہ ہوں تو۔ اور گناہ کو، اور ناحق کسی پر زیادتی کرنے کو اور اس بات کو کہ تم کسی کو خدا کا شریک قرار دو۔ جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری۔ اور یہ کہ بغیر سوچے سمجھے لگو خدا پر بہتان باندھنے۔

سو پیغمبر علم کے اللہ تعالےٰ کی شان میں کچھ کہہ دینا۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم کرنا اور بے حیائی کے کاموں کا ارتکاب کرنا۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔ اور اس طرح کے افعال اس کا سبب نہیں بنتے۔ کہ ان کے مرتکب کو اللہ تعالےٰ کرامتوں سے سرفراز کرے۔ اس لئے جب امور خارقہ نماز۔ ذکر اور قرآن خوانی سے نہیں بلکہ ان چیزوں سے حاصل ہوں جنہیں شیطان پسند کرتا ہے۔ اور ان امور سے حاصل ہوں جن میں شرک ہو۔ مثلاً مخلوق سے فریاد رسی کا طالب ہونا۔ یا وہ ایسے امور ہوں جن کے ذریعہ لوگوں پر ظلم کرنے اور بے حیائی کے کام کرنے کی اعانت ہوتی ہو تو یہ احوال شیطانیہ میں سے ہیں نہ کہ کرامات رحمانیہ میں سے۔ ان لوگوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو سیٹیاں اور تالیاں بجانے کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور اس وقت ان پر شیاطین اترتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ انہیں ہوا میں اٹھا لیتے اور اسے اس گھر سے نکال لے جاتے ہیں۔ اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی آدمی وہاں مل جائے تو وہ اس طرح کے شیطانوں کو بھگا دیتا ہے۔ اور جن شخصوں کو وہ اٹھا کر لے جا رہے ہوتے ہیں وہ گر پڑتے ہیں۔ چنانچہ کئی اشخاص کے ساتھ اس طرح کا ماجرا ہو چکا ہے۔ بعض مخلوق سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ حاجتیں مانگتے ہیں۔ اور اس کی بھی کوئی قید نہیں کہ زندہ ہو تو مسلم ہو یا نصرانی یا مشرک تو جس سے (۶۸) حاجت مانگی جاتی ہے۔ شیطان اس کی صورت بنا کر حاجت مانگنے والی کی کوئی حاجت پوری کر دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس سے حاجت مانگی گئی ہے۔ یا وہ فرشتہ ہے جو کہ اس کی صورت بنا کر سامنے آ گیا ہے۔ حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جو کہ اس کو اس لئے گمراہ کرتا ہے کہ اس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے۔ جس طرح شیاطین بتوں میں داخل ہو کر مشرکین کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ بعض کے پاس شیطان خاص صورت میں ظاہر ہو کر کہتا ہے کہ میں خضر ہوں۔ بسا اوقات اُسے بعض باتیں بتاتا ہے۔ اور اس کے بعض مطالب میں اسکی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کا ماجرا کئی مسلمانوں یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ ارض مشرق و مغرب کے بہت سے کفار کے ساتھ ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ ان کا کوئی آدمی

مر جاتا ہے۔ اور اس کے مرنے کے بعد شیطان اس کی صورت بنا کر آتا ہے۔ اور وہ یہ عقیدہ کرنے لگتے ہیں کہ وہی میت ہے۔ چنانچہ وہ قرضے ادا کرتا ہے۔ امانتیں واپس کرتا ہے۔ اور وہ تمام کام کرتا ہے جو کہ اس میت کے متعلق ہوتے ہیں۔ اس کی بیوی کے پاس جاتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔ حالانکہ بسا اوقات وہ کفار ہند کی طرح میت کو آگ سے جلا چکے ہوتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہو گیا ہے۔
مصر میں ایک شیخ نے اپنے نوکر کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو کسی کو اجازت نہ دینا کہ مجھے نہلائے میں خود آؤنگا اور اپنے آپ کو نہلاؤنگا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے نوکر کو ایک شخص اس کی صورت کا نظر آیا۔ اسے خیال ہؤا کہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ اندر آیا۔ اور اپنے آپ کو نہلایا۔ جب یہ اندر آنے والا غسل کر چکا یا میت کو غسل دے چکا تو غائب ہو گیا۔ یہ حقیقت میں شیطان تھا۔ جس نے میت کو گمراہ کیا تھا کہ تم مرنے کے بعد آؤگے۔ اور اپنے آپ کو غسل دوگے۔ سو جب وہ مر گیا تو اس کی صورت بنا کر آیا۔ تاکہ جس طرح اس نے مرنے والے کو گمراہ کیا تھا۔ اس طرح اب زندوں کو بھی گمراہ کرے۔ کسی آدمی کو ہوا میں تخت نظر آتا ہے جس پر روشنی ہوتی ہے۔ اور اسے کسی کہنے والے کی یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اگر کوئی معرفت والا ہو تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ شیطان ہے اور وہ اسے ڈانٹتا اور اس سے وہ خدا کے پاس پناہ لیتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔
کسی آدمی کو بیداری ہی کی حالت میں چند اشخاص نظر آتے ہیں جن میں سے ایک نبی یا صدیق یا شیخ صالح ہونے کا دعوئی کرتا ہے۔ اور یہ واقعہ کئی آدمیوں کے ساتھ ہؤا ہے۔ کسی شخص کو خواب میں دکھائی دیتا ہے کہ صدیق رضؓ یا ان کے سوا کسی بڑے آدمی نے اس کے بال کاٹے۔ یا مونڈ ڈالے یا اسے کلاہ یا کپڑا پہنایا ہے۔ صبح ہوتی ہے تو اس کے سر پر کلاہ رکھا ہوتا ہے۔ اور اس کے بال مونڈے ہوئے یا کترے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ جن بالوں کو مونڈ ڈالتا یا کتر دیتا ہے۔ یہ سب احوال شیطانی ہیں۔ اور اسے حاصل ہوتے ہیں جو کتاب وسنت کا باغی ہو جائے۔ ایسے لوگوں کے کئی درجے ہیں۔ جن، جنوں کا ان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ وہ بھی انہی کی جنس سے اور

انہی کے مذہب پر ہوتے ہیں۔جنوں میں کافر۔ فاسق اور گناہگار بھی ہوتے ہیں۔ اگرانسان کافر یا فاسق یا جاہل ہو۔ تو اس کے ساتھ کفر۔فسق اور گمراہی میں داخل ہو جاتے ہیں۔جب وہ ان کے مرغوب خاطر کفریات میں ان کی موافقت کرتا ہے۔مثلاً جنوں میں سے جن افراد کی وہ تعظیم کرتے ہیں ان کی قسمیں دیتا ہے۔سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور آیۃ الکرسی وغیرہ کو الٹ پلٹ کرتا اور ان کو نجاست کے ساتھ لکھتا ہے تو وہ اس کے لئے پانی کو گہرائی میں اتار دیتے ہیں اور اسے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کو اس طرح کی کفریات سے وہ خوش کر دیتا ہے۔کبھی وہ اس کی خواہش (۶۹) کی چیزوں یعنی عورت یا لڑکے کو ہوا میں اڑا کر یا بطور مدفوع و پناہ گزین کے اس کے پاس لے آتے ہیں۔اس طرح کی اور بہت سی باتیں ہیں جنکو بیان کرنا موجب طوالت ہے۔ اور ان چیزوں پر ایمان لانا ایسا ہی ہے۔جیسا جبت و طاغوت کے ساتھ ایمان لانا ہے۔جبت سے مراد جادو اور طاغوت سے مراد شیطان اور بت ہیں۔اگر مرد اللہ اور رسول کا ظاہر و باطن سے فرمانبردار ہو۔ وہ ان کو ایسی باتوں میں اپنے ساتھ مداخلت کرنے کا موقع نہیں دیتا۔ اور نہ ان سے صلح و رواداری کا علاقہ رکھتا ہے۔چونکہ اہل اسلام کی مشروع عبادت مسجدوں میں ہوتی ہے جو کہ اللہ کے گھر ہیں۔اس لئے مسجدوں کے آباد کرنے والے احوال شیطانیہ سے بعید تر ہوتے ہیں۔اہل شرک و بدعت قبروں اور مردوں سے مزارات کی تعظیم کرتے ہیں۔میت سے دعا مانگتے ہیں۔یا دعا میں اس کو وسیلہ بناتے ہیں۔یا یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دعا ان کے پاس اگر کی جائے تو مستجاب ہوتی ہے۔اس لئے وہ احوال شیطانیہ کے قریب تر ہوتے ہیں۔صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ	اللہ تعالٰے نے یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجی۔کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ کی جگہیں بنا لیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پانچ راتیں پہلے فرمایا۔ صحبت اور سخاوت کے لحاظ سے مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر

رضی اللہ عنہ ہیں۔ اگر میں اہل زمین ہی سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابو بکر ہی کو خلیل بناتا لیکن تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے۔ مسجد میں جو دروازہ بھی ہو بند کر دیا جائے۔ مگر ابو بکر کا دروازہ کھلا رہے۔ تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے۔ خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہیں نہ بنانا۔ میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔ صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اور ان کی خدمت میں یہ اطلاع عرض کی گئی کہ ملک حبشہ میں ایک گرجا بلا کا خوبصورت ہے۔ اور اس میں تصویریں ہیں۔ حضور نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔ اور اس میں تصویریں بنا دیتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں برے لوگ ہونگے۔ مسند اور صحیح میں ابو حاتم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا وہ لوگ برے لوگوں میں سے ہونگے۔ جو زندہ ہونگے۔ اور قیامت آجائیگی۔ اور جو قبروں کو مسجدیں بنائینگے۔ صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت ہے کہ آپ نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان پر نمازیں پڑھو مؤطا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت ہے کہ حضور نے دعا کی :-

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔	اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا ہو۔ ان لوگوں پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیتے ہیں۔

سنن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میری قبر پہ میلے نہ رچانا۔ جہاں کہیں تم ہو مجھ پر درود بھیجتے رہنا۔ تمہارا درود مجھے ضرور پہنچے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالےٰ روح کو میری طرف لوٹاتا ہے۔ میں اس شخص کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میری قبر پر فرشتے تعینات کر دئے ہیں جو کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچا دیا کرینگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جائیگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا درود آپ کے

سامنے کس طرح پیش ہوگا۔ جبکہ آپ کا جسم مبارک چُور چُور ہو جائیگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں مشرکین قوم نوح کے متعلق فرمایا :-

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۰)

اور کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور نہ ودکو چھوڑنا۔ اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

ابن عباس اور دیگر سلف صالحین کا بیان ہے کہ یہ لوگ قوم نوح کے نیک مرد تھے جب وہ مر گئے تو لوگوں نے انکی قبروں پر دھرنا دے کر بیٹھنا شروع کیا۔ ان کی مورتیاں (۷۰) بنا کر پوجنے لگے۔ اور یہ تھا آغاز بتوں کی پرستش کا۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کا دروازہ بند کرنے ہی کے لئے تو قبروں کو مسجدیں بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اسی طرح سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز کی ممانعت فرمائی۔ کیونکہ اس وقت مشرکین سورج کو پوجا کرتے تھے۔ طلوع و غروب کے وقت شیطان سورج کا ساتھی ہوتا ہے۔ از بسکہ ایسے وقت میں نماز پڑھنے سے مشرکین کی پوجا سے مشابہت لازم آتی تھی۔ اس لئے اس کا سدباب فرما دیا۔ شیطان سے تو جہاں تک بن پڑتا ہے بنی آدم کو گمراہ کرتا ہے۔ سو جو شخص سورج۔ چاند ستاروں کی پوجا کرتا۔ اور ان سے دعائیں مانگتا ہے۔ جیسا کہ کواکب پرستوں کا شیوہ ہے۔ تو اس پر شیطان نازل ہو کر اس سے مخاطب ہوتا ہے۔ اور بعض امور کے متعلق اسے اطلاعیں دیتا ہے۔ اس کا نام رکھتے ہیں "روحانیت کواکب" حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔ شیطان اگرچہ انسان کے بعض مقاصد میں اس کی مدد کرتا ہے۔ لیکن اس نفع سے کئی گنا زیادہ اسے نقصان پہنچاتا ہے۔ خدا کسی کی توبہ قبول فرمالے تو اور بات ہے۔ ورنہ جس نے شیطان کی بات مان لی۔ اس کا انجام بُرا ہے۔ اسی طرح بت پرستوں کے ساتھ بھی شیاطین گاہے گاہے باتیں کرتے ہیں۔ اور اس سے بھی باتیں کرتے ہیں جو میت یا غائب سے حاجتیں مانگے۔ یہی حالت اس شخص کی ہے جو میت سے دعا مانگے یا اس کے وسیلے سے دعا مانگے۔ یا یہ خیال کرے کہ اسکی قبر کے

پاس دعا کرنا گھروں اور مسجدوں میں دعا کرنے کی بہ نسبت افضل ہے۔ اس قسم کے لوگ ایک حدیث بھی روائت کرتے ہیں جس کے جھوٹ ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے وہ حدیث یہ ہے :۔

اِذَا اَعْیَتْکُمُ الْاُمُوْرُ فَعَلَیْکُمْ بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ۔	جب مشکلات تمہیں عاجز کر دیں۔ تو قبروں والوں کے پاس جاؤ۔

یقیناً یہ حدیث شرک کا دروازہ کھولنے کے لئے وضع کی گئی ہے۔ ان کی طرح کے اہل بدعت و شرک یعنی بت پرستوں۔ نصرانیوں اور گمراہ مسلمانوں پر مزارات کے پاس حالات طاری ہوتے ہیں جنہیں وہ کرامات خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ شیاطین کی کرتوت ہوتے ہیں۔ مثلاً پاجامہ قبر کے پاس رکھیں تو اس میں گرہ پڑ جاتی ہے۔ مرگی والے آدمی کو اس کے پاس رکھا جائے۔ تو ان کو دکھائی دیتا ہے کہ اس کا شیطان اس سے جدا ہو گیا ہے۔ یہ کام شیطان اُن کو گمراہ کرنے کے لئے کرتا ہے۔ جب وہاں آیتہ الکرسی صدق دل کے ساتھ پڑھی جائے تو یہ عمل باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ توحید شیطان کو بھگا دیتی ہے۔ اسی لئے ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی ہوا میں اٹھایا گیا اور اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو وہ نیچے گر پڑا۔ بعض آدمی دیکھتے ہیں کہ قبر پھٹ گئی۔ اور اس سے انسان نکلا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ مُردہ نکلا ہے۔ حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔ یہ ایک وسیع مبحث ہے اس مقام پر اسکی گنجائش نہیں۔ چونکہ غاروں اور جنگلوں میں قطع تعلقات کر کے رہنا ان بدعات میں سے ہے جنہیں خدا و رسول نے جائز قرار نہیں دیا۔ تو بہت سی شیاطین نے غاروں اور پہاڑوں میں اڈے جما دئے۔ مثلاً مناره دم جو کہ کوہ تاسیون میں ہے۔ کوہ لبنان جو کہ ساحل شام کے پاس ہے۔ کوہ فتح باسورن جو کہ مصر میں ہے۔ روم و خراسان کے پہاڑ۔ جزیرہ کے پہاڑ۔ کوہ لکام۔ کوہ اخیش۔ کوہ سولان جو کہ اردبیل کے پاس ہے۔ کوہ شہنک جو کہ تبریز کے پاس ہے۔ کوہ ماشکو جو کہ اقشوان کے پاس ہے۔ کوہ نہاوند اور دیگر پہاڑوں کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان میں صالح آدمی رہتے ہیں۔ ان آدمیوں کو وہ رجال غیب کے نام سے مشہور کرتے ہیں۔ حالانکہ وہاں جن

مرد ہوتے ہیں۔اور جس طرح انسانوں میں مرد ہوتے ہیں۔اسی طرح جنوں میں بھی مرد ہوتے ہیں۔اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ؁ (جن)	اور آدمیوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے۔ تو ان آدمیوں نے جنات کو اور بھی زیادہ مغرور کر دیا۔ (۷۱)

ان میں سے بعض آدمی بالوں والے آدمیوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جنکی جلد بکری کی جلد سے مشابہ ہوتی ہے۔جو شخص ان کو نہیں پہچانتا وہ سمجھتا ہے کہ وہ آدمی ہیں حالانکہ وہ جن ہوتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ متذکرہ بالا پہاڑوں میں سے ہر ایک پہاڑ میں چالیس ابدال ہیں۔اور جن لوگوں کو وہ ابدال سمجھتے ہیں وہ ان پہاڑوں میں رہنے والے جن ہوتے ہیں۔جیساکہ کئی طریقوں سے معلوم ہے۔اس باب پر تفصیل کے ساتھ بحث کرنے اور جو کچھ ہمیں معلوم ہے اسے کہہ سنانے کی گنجائش اس مقام میں نہیں ہے۔ہم نے اس کے متعلق جو دیکھا اور سنا ہے۔اسکا اس مختصر رسالے میں بیان کرنا۔باعث طوالت ہے۔یہ رسالہ صرف ان آدمیوں کے لئے لکھا گیا جنہوں نے ہم سے مطالبہ کیا تھا کہ ہم اولیاء اللہ کا تذکرہ کریں۔اور وہ سب کچھ اُس کے ضمن میں معلوم نہیں ہوسکتا۔ خوارق عادات کے متعلق تین طرح کے عقائد رائج ہیں۔ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو انبیاء کے بغیر کسی میں خوارق عادات کا وجود مانتے ہی نہیں۔ بسا اوقات وہ ان امور کی اجمالاً تصدیق کرتے ہیں۔لیکن جب ان کے سامنے ذکر کیا جائے کہ خوارق عادات بہت سے لوگوں سے صادر ہوا کرتے ہیں۔تو وہ اس امر کی تکذیب کرتے ہیں۔کیونکہ ان کی رائے میں اولیاء سے خوارق کا صدور نہیں ہوتا۔بعض لوگ ایسے ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ وہ تمام لوگ جن سے کسی خرق عادت کا ظہور ہو جائے وہ اولیاء اللہ ہیں۔اور یہ دونوں عقیدے غلط ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ مشرکین اور اہل کتاب کو مسلمان کے خلاف لڑائی کرنے کے وقت غیبی مخلوق کی اعانت حاصل ہوا کرتی ہے۔

اوران کا عقیدہ ہے کہ وہ معاونین اولیاء اللہ میں سے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس پہلا گروہ اس امر کا قائل ہے کہ مشرکین واہل کتاب کے ساتھ کوئی ایسا گروہ ہو ہی نہیں سکتا جس سے خرق عادت کا ظہور ہو۔ صحیح بات یہ تیسری ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ انہی کی جنس سے معاونین ہوتے ہیں۔ نہ کہ اللہ عزوجل کے اولیاء۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔ (پ ۶ ع ۱۲)	اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ ایک ان کا دوسرے کا دوست ہے۔ اور جو شخص تم میں سے ان کا دوست بنے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔

جو عابد وزاہد اللہ تعالیٰ کے متقی اور کتاب و سنت کی پیروی کرنے والے دوستوں میں سے نہ ہوں۔ اُن کے ساتھی شیاطین ہوتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں سے ان کے مناسب حال خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے خوارق ایک دوسرے کے متعارض ہوتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے کوئی آدمی مل سکے تو وہ ان کے خوارق کو باطل کرسکتا ہے۔ ان لوگوں میں دانستہ یا نادانستہ اس قدر جھوٹ کا موجود ہونا ضروری اور اس درجہ کا گناہ لازمی ہے جو کہ ان کے ساتھی شیاطین کے مناسب حال ہو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اپنے متقی اولیاء اور ان اولیاء شیطان کے درمیان جو کہ ان سے ظاہر تشابہ رکھتے ہیں۔ فرق ظاہر کردے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۔ (پ ۱۹ ع ۱۵)	کیا میں تم کو خبر دوں کہ کن لوگوں پر شیطان اترتے ہیں وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترتے ہیں۔

اَفَّاک کے معنی کذاب اور اَثِیم کے معنی فاجر کے ہیں۔

قوالی

جن امور سے احوال شیطانیہ کو سب سے بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں سے

گانا اور لہو و لعب کی باتوں کا سننا ہے۔ اور یہ مشرکین کی رسم سماع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ۔ (پ ۹ ع ۱۸) | بیت اللہ کے پاس سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا اور ان کی نماز ہی کیا ہے۔

ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر سلف صالحین کا قول ہے کہ تصدیہ سے مراد ہاتھ سے تالیاں بجانا۔ اور مکاء صفیر (ایک قسم کی آواز) کی مانند ہے۔ مشرکین اسے عبادت سمجھتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کی عبادت وہ ہے جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یعنی نماز۔ قراءت۔ ذکر وغیرہ اور شرعی مجالس۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے گانے کی مجلس میں کبھی شرکت نہیں کی۔ نہ ہاتھوں سے تالیاں (۷۲) بجائیں۔ نہ دف استعمال کئے۔ نہ ان کو وجد آئے۔ اور نہ حضور کی چادر گری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے آگاہی رکھنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب جمع ہوتے تھے تو ایک کو قرآن پڑھنے پر مامور فرمایا کرتے تھے۔ اور باقی سنا کرتے تھے۔ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ابو موسےٰ اشعری سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ہمارا پروردگار یاد دلاؤ۔ اس پر ابو موسےٰ قرآن پڑھتے اور وہ سنتے تھے۔ ایک مرتبہ ابو موسےٰ اشعری قرآن پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس سے گذر ہوا۔ فرمایا کل رات میں تمہارے پاس سے گذرا۔ اور تم قرآن پڑھ رہے تھے۔ میں تمہاری قراءت سنتا رہا۔ ابو موسےٰ نے عرض کیا اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں آپ کو سنانے کے لئے بہت اچھا کر کے پڑھتا۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ ۔ | اپنی آوازوں سے قرآن کو زینت دو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اچھی آواز والے مرد کی قراءت کو اسقدر خوش ہو کر سنتا ہے کہ صاحب کنیزک اپنی خوش الحان کنیزک کے گانے سے اس درجہ مسرت اندوز نہیں ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ حالانکہ آپ

ہی پر قرآن نازل ہوا ہے۔ فرمایا میں دوسروں سے سننا پسند کرتا ہوں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نسا پڑھکر سنائی۔ جب وہ اس آیت تک پہنچے :۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (پ۵ ع۴)

بھلا تو اس دن ان لوگوں کا کیا حال ہوناہے۔ جب سب لوگ جمع ہوں۔ اور ہم ہر امت کے گواہ یعنی رسول کو طلب کریں۔ جو انکی نسبت گواہی دے۔ اور اے پیغمبر ہم تم کو بھی طلب کریں کہ اپنی امت کے لوگوں کی نسبت گواہی دو۔

تو آپ نے فرمایا "بس"۔ اور اس وقت آپکی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس طرح کا سماع نبیوں اور ان کے پیروؤں کا سماع ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے :۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا۔ (پ۱۶ ع۷)

یہ انبیا لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا آدم کی نسل ہیں اور منجملہ انکے جنکو ہم نے طوفان کے وقت کشتی میں نوح کے ساتھ سوار کرلیا تھا۔ اور ابراہیم اور یعقوب کی نسل ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے راہ راست دکھائی اور منتخب فرمایا۔ جب رحمٰن کی آیتیں پڑھ کر ان کو سنائی جاتی تھیں۔ تو سجدے میں گر پڑتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

اہل معرفت کے متعلق فرمایا :۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ۔ (پ۷ ع۱)

جب وہ آیتیں جو کہ رسول پر نازل کی گئی ہیں۔ سنتے ہیں۔ تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے تم ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے دیکھتے ہو۔

ازبسکہ اس طرح کے سماع والے لوگوں کا ایمان بڑھتا ہے۔ جسم کانپ اٹھتے ہیں اور آنسو پھوٹ نکلتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے۔ فرمایا :۔

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا

اللہ نے بہت ہی اچھی کتاب اتاری جسکی باتیں ایک

مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (پ ۲۳ ع ۱۷)

دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ اور بار بار دہرائی گئی ہیں۔ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ اس کے سننے سے ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ پھر ان کے جسم اور دل نرم ہوکر یاد الٰہی کیطرف راغب ہوجاتے ہیں۔

اور فرمایا:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ (پ ۹ ع ۱۵)

سچے مسلمان تو بس وہی ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جب آیات الٰہی ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو وہ ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ جو نماز پڑھتے ہیں اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے۔ اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی ہیں سچے ایماندار۔ ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں درجے ہیں۔ اور معافی ہے۔ اور عزت کی روزی ہے۔

اہل بدعت کا سماع کف اور دف اور سارنگی کا سماع ہے۔ صحابہ۔ تابعین اور ائمہ کرام میں سے کسی نے اس طرح کے سماع کو اللہ تبارک و تعالےٰ تک پہنچنے کا طریق قرار نہیں دیا۔ وہ اسے قرب الی اللہ اور عبادت میں نہیں۔ بلکہ بدعت مذمومہ میں شمار کرتے ہیں۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بغداد میں میں زندیقوں کی ایجاد کردہ ایک بدعت چھوڑ آیا ہوں۔ جسے وہ تغبیر کہتے ہیں۔ ان کے ذریعہ وہ لوگوں کو قرآن سے روکتے ہیں۔ (۷۲) اللہ تعالےٰ کے اولیاء عارفین اسے پہچانتے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ اس بدعت میں شیطان کا بڑا حصہ ہے۔ اس لئے اس میں حصہ لینے والوں میں سے اچھے اچھے لوگ تائب ہوگئے۔ اور جو لوگ معرفت سے بے بہرہ اور اللہ تعالےٰ کی ولایت کاملہ سے محروم تھے۔ ان میں شیطان کو بہت زیادہ دخل تھا۔ یہ بدعت بمنزلہ شراب کے ہے۔ اور

دلوں پر اس کی تاثیر شراب کی بہ نسبت زیادہ گہری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کا اثر قوی ہو تو اس بدعت والے بدمست ہو جاتے ہیں۔ ان پر شیاطین اترتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کی زبانوں سے بات چیت کرتے ہیں۔ بعض کو ہوا میں اٹھا لیتے ہیں۔ کبھی کبھی ان میں باہم عداوت ہو جاتی ہے۔ جس طرح شراب پینے والے آپس میں برسرکین ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے جس کے شیاطین دوسرے کے شیاطین سے قوی تر ہوتے ہیں۔ وہ اسے قتل کر ڈالتے ہیں۔ جہال خیال کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے متقی اولیاء کی کرامات ہیں۔ حالانکہ جس کے یہ کرتوت ہوں وہ اللہ سے دور جا پڑتا ہے۔ اور یہ شیطانی احوال ہیں۔ کیونکہ مسلم کا قتل بجز اس موقع کے جہاں خدا نے حلال کیا ہو قطعاً حرام ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بے گناہوں کو قتل کر ڈالنا ان کرامات میں شمار ہو جن سے اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء کو سرفراز فرماتا ہے؟۔ غایت درجہ کی کرامت یہ ہے کہ دین میں استقامت حاصل ہو۔ اللہ تعالےٰ کی وہ سب سے بڑی کرامت جس سے وہ اپنے کسی بندے کو سرفراز فرماتا ہے یہ ہے کہ اسے ان کاموں کے کرنے میں مدد دے جنہیں اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے۔ جو اسکی رضا کا باعث ہوں۔ جن کی وجہ سے بندہ کو اپنے مالک جل شانہٗ کا قرب زیادہ حاصل ہو۔ اور اس کے درجے بلند ہوں۔

بعض خوارق جنس علم میں سے ہیں۔ مثلاً مکاشفات۔ بعض جنس قُدرت اور ملک میں سے ہیں۔ مثلاً وہ تصرفات جو خارق عادت ہوں۔ اور بعض جنس غنیٰ میں سے ہیں۔ جسکی مثال وہ علم وہ اقتدار۔ وہ مال وغنیٰ اور وہ تمام چیزیں ہیں جو کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان خوارق کے ذریعہ ان چیزوں کے حصول کے لئے مدد مانگے۔ جو اللہ تعالےٰ کی رضا و محبت اس کے قرب اور علو مراتب کا باعث ہیں۔ اور جن کا حکم اللہ اور اُس کے رسول نے دیا ہے۔ تو اس سے اللہ اور اس کے رسول کے ہاں اِسکا قرب اور وقعت زیادہ ہو جاتی اور اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ اِن خوارق کے ذریعہ ان چیزوں کے حصول کا طالب ہو۔ جن سے خدا و رسول نے منع کیا ہے۔ مثلاً شرک، ظلم، اور بے حیائی کے کام تو وہ ا[illegible]

اور اگر اللہ تعالےٰ توبہ قبول کرنے اور گناہوں کو مٹا دینے والی نیکیوں کے ذریعہ اس کی تلافی نہ فرمائے تو وہ گنہگاروں کی فہرست میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہل خوارق کو مختلف طریق سے عذاب دیا جاتا ہے۔ کبھی خوارق سلب کر لئے جاتے ہیں۔ جس طرح بادشاہ بادشاہی سے معزول کر دیا جاتا ہے۔ اور عالم سے علم چھین لیا جاتا ہے۔ کبھی اس سے نوافل سلب کر لئے جاتے ہیں اور وہ ولائت خاصہ سے تنزل کر کے ولایت عامہ کے درجے میں چلا جاتا ہے۔ کبھی وہ فاسقوں کے درجے تک گر جاتا ہے۔ کبھی اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے۔ اور یہ سلوک اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جس کے خوارق شیطانی ہوں۔ ان میں سے بہت سے لوگ اسلام سے مرتد ہو جاتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جنہیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ خوارق شیطانی ہیں۔ بلکہ وہ انہیں اولیاء اللہ کی کرامات خیال کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا تو یہاں تک بھی خیال ہے کہ جب اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو خرق عادت عطا کرتا ہے تو اس کے متعلق اس سے محاسبہ نہیں فرماتا۔ اسی نوع کا ایک اور عقیدہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے کو بادشاہی 'مال' اور تصرّف عطا فرماتا ہے۔ تو اس کے متعلق اس سے حساب نہیں لیتا۔ بعض لوگ خوارق کے ذریعہ مباح امور کے حصول میں مدد مانگتے ہیں جن کا نہ تو حکم ہوا اور نہ ممانعت۔ یہ ولایت عامہ کا درجہ ہے۔ اور یہ میانہ رَو نیک لوگ ہوتے ہیں۔ رہے سابقین ومقربین سو وہ ان لوگوں سے بلند تر ہوتے ہیں۔ جس طرح بندہ رسول (عبد و رسول) بادشاہ نبی (ملک و نبی) سے بلند تر ہوتا ہے۔ جب خوارق صادر ہوں تو بسا اوقات مرد کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔ بہت سی صلحاء (۴۷) خوارق سے توبہ کرتے ہیں۔ اور جس طرح زنا اور چوری وغیرہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اسی طرح صدور خوارق پر اللہ تعالےٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ بعض کو خوارق حاصل ہوتے ہیں اور وہ ان کے زائل ہونے کی دعا مانگتے ہیں۔ اور ہر صالح آدمی اپنے مرید سالک کو یہی حکم دیتا ہے کہ خوارق ظاہر ہونے لگیں تو وہیں کھڑا نہ ہو جائے۔ اور نہ ان کو اپنا مشغلہ اور نصب العین بنائے۔ اور یہ عقیدہ رکھنے کے باوجود کہ وہ کرامات ہیں ان پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ جب حقیقی کرامات کے متعلق صلحاء کا یہ رویّہ ہے۔ تو جو خوارق شیطانی ہوں اور

جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اِن کا کیا حال ہونا چاہیئے۔ مجھے ایسے آدمی بھی معلوم ہیں جنہیں نباتات گفتگو کے ذریعہ یہ بتا دیتی ہیں کہ ان میں کیا کیا فائدے مضمر ہیں۔اور حقیقت میں گفتگو شیطان کرتا ہے جو نباتات میں داخل ہوجاتا ہے۔ مجھے ایسے آدمی بھی معلوم ہیں۔جن سے پتھر اور درخت باتیں کرتے ہیں۔اور ان سے کہتے ہیں اے اللہ کے ولی تمہیں مبارک ہو۔پھر وہ آیۃ الکرسی پڑھتے ہیں تو یہ حال دور ہوجاتا ہے۔ میں ایسے آدمی کو بھی پہچانتا ہوں جو پرندے کا شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو چڑیاں اور دیگر پرندے اس سے کہتے ہیں مجھے پکڑ لیجئے تاکہ مجھے فقراء کھائیں۔ دراصل ان میں شیطان داخل ہوتا ہے۔جس طرح کہ وہ انسانوں میں داخل ہوتا ہے۔اور ان کے بھیس میں اُن ہی باتیں کرتا ہے۔ بعض آدمی گھر میں بیٹھے ہوتے ہیں، دروازہ بند ہوتا ہے۔کھل نہیں سکتا اور وہ اپنے آپ کو گھر سے باہر دیکھ لیتے ہیں۔اور کبھی وہ گھر سے باہر ہوتے ہیں۔دروازہ کھلا نہیں ہوتا اور وہ اپنے آپ کو گھر کے اندر دیکھتے ہیں۔اسی طرح کبھی وہ اپنے آپ کو شہر کے دروازے سے باہر دیکھتا ہے۔حالانکہ وہ اندر ہوتا ہے۔اور کبھی وہ شہر کے اندر دیکھتا ہے۔ حالانکہ وہ ابواب شہر سے باہر ہوتا ہے۔جن کبھی اس کو اندر اور کبھی باہر لے جاتے ہیں۔اس کی وجہ سرعت عمل ہوتی ہے یا نظر بندی۔ وہ جو چیز مانگے اسے حاضر کرتے ہیں۔ یہ سب شیاطین کا کام ہے۔جو کہ اپنے دوست کی صورت تبدیل کرکے سامنے آتے ہیں۔جب وہ بار بار آیت کرسی پڑھے تو یہ سب ڈھونگ ختم ہوجاتا ہے۔

مجھے وہ شخص بھی معلوم ہے جس سے کوئی شخص آکر مخاطب ہوتا ہے کہ میں خدا کا مامور فرشتہ ہوں اور تم وہی مہدی ہو۔جسکی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اس کے لئے خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ٹڈی یا دیگر ہوائی پرندے دائیں طرف جائیں۔ تو وہ دائیں طرف اڑنے لگتے ہیں۔اور اگر وہ ارادہ کرے کہ وہ بائیں طرف جائیں تو وہ بائیں طرف کو جاتے نظر آتے ہیں۔جب اُس کے دل میں کسی چارپائے کے متعلق یہ خیال گزرتا ہے کہ وہ کھڑا ہوجائے۔ یا سوجائے یا چلا جائے۔ تو ویسا ہی ہوجاتا ہے۔ اور اسے بظاہر کوئی حرکت نہیں کرنی پڑتی۔جن اسے اٹھا کر مکہ

لے جاتے ہیں اور واپس لے آتے ہیں۔ اور اس کے پاس خوبصورت اشخاص لے آتے ہیں۔ اور شیاطین اس سے کہتے ہیں کہ یہ فرشتے ہیں۔ کرّوبی ہیں۔ تمہاری زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ دل میں خیال کرتا ہے کہ انہوں نے بے ریش لڑکوں کی صورت کیسے اختیار کر لی۔ پھر سر اٹھاتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ ڈاڑھی والے بزرگ ہیں اور اس سے کہہ رہے ہیں کہ تم مہدی[۱] ہو۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ تمہارے جسم میں خال اُگیگا۔ سو وہ اگ پڑتا ہے اور وہ اسے دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح کی اور کئی باتیں ہیں اور یہ سب شیطان کے مکر ہیں۔ یہ بہت وسیع باب ہے۔ اور اس کے متعلق جو جو باتیں مجھے معلوم ہیں۔ اگر انہیں ذکر کرنے لگوں۔ تو ایک بڑی ضخیم کتاب بنانی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ - (پ ۳۰ ع ۱۴)

لیکن انسان کو جب اس کا پروردگار آزمائش کیلئے عزت و نعمت دیتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ میرا پروردگار میری تعظیم و تکریم کرتا ہے۔ اور جب اسکی آزمائش ہی کے لئے اس کی روزی اس پر تنگ کرتا ہے۔ تو وہ بڑبڑاتا پھرتا ہے کہ میرا پروردگار مجھے ذلیل سمجھتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَلَّا (ہرگز نہیں) یہ لفظ زجر و تنبیہ کے لئے آتا ہے۔ زجر اس لئے کی جاتی ہے کہ ایسی باتیں نہیں کہنی چاہئیں۔ اور تنبیہ اس امر کی ہوتی ہے جو کہ اس کے بعد بتایا جاتا ہے کہ ایسا کرو۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ہر وہ شخص جسے دنیوی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ کرامت والوں میں شمار نہیں ہوتا۔ اور نہ اسکی دولت و حشمت وہ کرامت ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے بندے کی عزت افزائی کے لئے ارزانی ہوتی ہے۔ اور نہ ہر وہ شخص جس پر نعم و ارزاق کی تنگی ہو ذلیل لوگوں میں شمار ہو سکتا ہے۔ بلکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے بندے کو راحت اور مصیبت کے

---

[۱] غالباً اسی وجہ سے بہت سے جھوٹے نبیوں اور مہدیوں کو دھوکا ہوا ہے۔ مترجم

ذریعے سے آزماتا ہے۔ کبھی دنیا کی نعمتیں ایسے لوگوں کو دیتا ہے جنہیں وہ پسند نہیں کرتا اور نہ وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں صاحب عزت ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں نعمتیں عطا کرنے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ بندے کو گمراہی میں ڈھیل دی جائے۔ اور کبھی اللہ تعالےٰ اپنے (۷۵) محبوب بندوں اور اولیاء کو دنیوی نعمتوں سے دور رکھتا ہے۔ تاکہ اس سے اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کا مرتبہ کم نہ ہو جائے۔ یا ان کی وجہ سے وہ ایسی باتوں میں دامن آلودہ نہ ہو جائیں جو کہ اسے ناپسند ہیں۔

نیز کرامات اولیاء کے لئے ایمان و تقویٰ لابدی ہے۔ اور جو باتیں کفر اور فسوق وعصیان کے سبب سے ظاہر ہوں وہ اللہ تعالےٰ کے دشمنوں کے خوارق ہیں نہ کہ اولیاء اللہ کی کرامات۔ جس کے خوارق نماز۔ قراءت۔ ذکر۔ شب بیداری اور دعا سے حاصل نہ ہوں۔ بلکہ شرک سے حاصل ہوں۔ مردہ اور غائب اشخاص سے دعا کرنے۔ فسق وعصیان کے ارتکاب۔ سانپوں۔ بھڑوں، گوبر کے کیڑوں اور لہو وغیرہ نجاستوں کے کھانے سے حاصل ہوں جو کہ حرام ہیں۔ اور جو خوارق ناچ گانے اور خصوصًا غیر محرم عورتوں اور بے ریش لڑکوں کی رفاقت میں مشغول رقص و سرود ہونے سے حاصل ہوں۔ جو خوارق قرآن سننے سے کم ہو جائیں۔ مزامیر شیطان پر کان دھرنے سے قوت حاصل کریں۔ صاحب خوارق رات بھر ناچتا رہے اور نماز کا وقت آئے تو بیٹھے بیٹھے نماز ادا کرے۔ یا مرغی کی طرح نماز کو ٹھونگیں مارے۔ قرآن سننے کو برا سمجھے اور اس سے ناک منہ چڑھائے۔ اور اس کا سننا اس کے لئے باعث تکلیف ہو۔ اور اس سے اس کے دل میں محبت۔ ذوق۔ اور لذت پیدا نہ ہو۔ سیٹیاں اور تالیاں بجانے کو پسند کرے۔ اور اس حالت میں اسے وجد آئیں۔ تو یہ سب شیطانی حال ہیں۔ اور انہی احوال پر اللہ تعالےٰ کا یہ قول صادق آتا ہے:۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ

(پ ۲۵ ع ۱۰)

اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے ذکر سے آنکھیں بند کرلے۔ ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں۔ اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

اس آیت میں ذکر رحمٰن سے مراد قرآن ہے ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے :-

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى، قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا، قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۔

(پ ۱۶ ع ۱۶)

اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی ۔ تو اس کی زندگی تنگی میں گذریگی ۔ اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کرکے اٹھائینگے ۔ وہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو اندھا کرکے کیوں اٹھایا ۔ اور میں تو دنیا میں اچھا خاصہ دیکھتا بھالتا تھا ۔ خدا فرمائیگا ایسا ہی ہونا چاہئے تھا ۔ دنیا میں ہماری آتیں تیرے پاس آئیں مگر تو نے ان کی کچھ خبر نہ لی ۔ اور اسی طرح آج تیری بھی خبر نہ لی جائیگی ۔

فَنَسِيْتَهَا کے معنی ہیں کہ تو نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی کتاب کو پڑھے ۔ اور اس پر عمل کرے ۔ اس کا ضامن اللہ تعالےٰ ہے کہ وہ نہ تو دنیا میں کبھی گمراہ ہوگا ۔ اور نہ آخرت میں رنج اٹھائیگا ۔ یہ کہہ کر آپ نے یہ آئت پڑھی ۔

انس وجن سب پر حضور کی رسالت تسلیم کرنا فرض ہے

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے اس لئے ہر انسان اور جن پر واجب ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کرے ۔ جو باتیں وہ بتائیں ۔ ان کو سچا سمجھے ۔ اور ان کے حکم کی تابعداری کرے ۔ جس شخص پر آپ کی رسالت کی حجت قائم ہوگئی ۔ اور اس نے آپ کو نہ مانا تو وہ کافر ہے ۔ خواہ وہ انسان ہو یا جن ۔ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے ۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ثقلین ہیں ۔ جنوں کے ایک گروہ نے قرآن سنا ۔ اور اپنی قوم کی طرف واپس جاکر اسے ڈرایا ۔ یہ واقعہ وہ ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے ۔ اور اپنے اصحاب کے ہمراہ وادی نخلہ میں نماز پڑھ رہے تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے اس واقعہ کی خبر دی ۔ اور یہ آیت

نازل فرمائی :-

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (۷۶) قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ - (پ ۲۶ ع ۴)

اور اے پیغمبر ان لوگوں سے اس واقعہ کا ذکر بھی کرو - جب ہم چند جنوں کو گھیر کر تمہاری طرف لے آئے - کہ وہ قرآن سنیں پھر جب وہ اس موقع پر حاضر ہوئے تو ایکدوسرے سے بولے کہ چپ بیٹھے سنتے رہو - پھر جب قرآن کا پڑھنا تمام ہوا تو وہ اپنے لوگوں کیطرف لوٹ گئے - کہ ان کو عذاب خدا سے ڈرائیں - لگے کہنے کہ بھائیو! ہم ایک کتاب سن آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے - اگلی کتابیں جو اس کے زمانے میں موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے - دین حق بتاتی ہے - اور سیدھا رستہ دکھاتی ہے - بھائیو! جو خدا کی طرف سے منادی کرتے ہیں - ان کی بات مانو - اور خدا پر ایمان لاؤ - تاکہ خدا تمہارے گناہ معاف کرے - اور آخرت کے عذاب دردناک سے تم کو اپنی پناہ میں رکھے - اور اے پیغمبر جو شخص خدا کے ماموروں کی دعوت کو نہ مانیگا ۰ زمین میں جہاں کہیں بھاگ نکلیگا - خدا اس کو گرفتار کرنے سے عاجز نہیں - اور نہ اُس کے خدا کے سوا کوئی حمایتی ہیں - یہ لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہیں -

اور اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا وَّاَنَّهٗ

اے پیغمبر سب لوگوں کو جتا دو کہ میرے پاس خدا کی طرف سے اس امر کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند شخصوں نے مجھے قرآن پڑھتے سنا - اور اس کے بعد اپنے لوگوں سے جا کر کہا کہ ہم نے عجیب طرح کا قرآن سنا - جو نیک راہ بتاتا ہے - سو ہم اس پر ایمان لے آئے

تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا وَاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ، وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا - (پ ۲۹ ع ۱۱)	اور ہم تو کسی کو اپنے پروردگار کا شریک ٹھہرائینگے نہیں۔ اور ہمارے پروردگار کی بڑی اونچی شان ہے۔ اس نے نہ تو کسی کو اپنی جورو بنایا۔ اور نہ کسی کو بیٹا بیٹی۔ اور ہم میں کچھ احمق ایسے بھی ہو گزرے ہیں۔ جو خدا کی نسبت بڑھ بڑھ کر باتیں بنایا کرتے تھے۔ اور ہم تو ایسا سمجھتے تھے کہ کیا آدمی اور کیا جن کوئی بھی خدا پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور آدمیوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے۔ تو اس سے ان آدمیوں نے جنات کو اور بھی زیادہ مغرور کر دیا۔

علماء کے ظاہر ترین قول کے مطابق سَفِيْهُنَا سے مراد اَلسَّفِيْهُ مِنَّا (ہم میں سے جو سفیہ ہے) ہے۔ متعدد سلف کا قول ہے کہ انسان جب وادی میں اترتے تھے تو کہا کرتے تھے "میں اس وادی کے سردار کے پاس اس کی قوم کے سفیہوں کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں"۔ جب انسانوں نے جنوں سے حاجتیں مانگنی شروع کر دیں تو جنوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہو گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ، وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا (پ ۲۹ ع ۱۱)	اور آدمیوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے۔ تو اس سے ان آدمیوں نے جنات کو اور بھی زیادہ مغرور کر دیا۔ اور جس طرح تم کو خیال تھا۔ بنی آدم کو بھی خیال ہؤا کہ خدا کسی کو ہرگز مبعوث نہیں فرمائے گا۔ اور ہم نے آسمان کو بھی ٹٹولا۔ تو پایا کہ بڑی مضبوط چوکیوں اور شہابوں سے بھرا پڑا ہے۔

نزول قرآن سے پہلے بھی شیاطین پر شہاب پھینکے جاتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی کوئی شیطان شہاب کے پہنچنے سے پہلے پہلے چوری سے کچھ سن لیتا تھا۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مبعوث ہوئے تو آسمان مضبوط چوکیوں اور شہابوں سے بھر گیا۔ اب ان کے سننے سے پہلے ہی شہاب تاک میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا:۔

وَ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۱)	اور پہلے آسمان میں بہت سے ٹھکانے تھے۔ جہاں ہم سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن اب کوئی سننے کا قصد کرے تو ایک شہاب اپنے لئے تاک لگائے تیار پائے۔

دوسری آئت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَ مَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ	اسے شیاطین نے نہیں اتارا۔ نہ یہ ان کے لائق ہے۔ اور نہ ان سے یہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ سننے سے ہٹا دئے گئے ہیں۔

اور جنوں نے کہا:۔

وَ اَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا وَ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۱)	اور ہم نہیں جانتے کہ اس انتظام سے زمین کے رہنے والوں کو کچھ نقصان پہنچانا منظور ہے یا انکے پروردگار کا ارادہ ان کے حق میں بہتری کرنے کا ہے۔ اور ہم میں سے کچھ تو نیک ہیں۔ اور کچھ اور طرح کے ہیں۔ غرض ہمارے بھی مختلف فرقے ہوتے آئے ہیں۔

طَرَآئِقَ قِدَدًا سے مراد مختلف مذاہب ہیں۔ جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔ ان میں مسلم۔ مشرک۔ یہودی۔ نصرانی۔ سنی اور بدعی سب پائے جاتے ہیں +

اور جنوں کے اس گروہ نے جو قرآن سن چکا تھا۔ یہ بھی کہا:۔

وَ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۱)	اور اب ہم نے سمجھ لیا کہ ہم نہ تو زمین میں رہ کر خدا کو ہرا سکتے ہیں اور نہ کسی طرف بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں۔

انہوں نے اپنے بھائیوں کو بتایا کہ وہ خدا کو ہرا نہیں سکتے۔ زمین میں رہیں تو اور بھاگ جائیں تو۔ پھر کہا:۔

وَ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ	اور ہم نے جب راہ کی بات سنی تو ہم اس کو مان گئے۔

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ
بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا وَّاَنَّا مِنَّا
الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ فَمَنْ
اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا وَ
اَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ
حَطَبًا وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ
لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ
فِيْهِ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ
يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ وَّاَنَّ
الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا
مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ لَمَّا
قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا
يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۙ قُلْ
اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ
بِهٖٓ اَحَدًا ۙ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ
لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۙ قُلْ
اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ
اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ
مُلْتَحَدًا ۔ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ
اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ وَمَنْ يَّعْصِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ
جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا
حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ

پس جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائے گا۔ اس کو نہ
کسی نقصان کا ڈر ہوگا۔ اور نہ ظلم کا۔ اور ہم میں سے بعض
تو فرمانبردار ہیں اور بعض حکم سے سرتابی کرتے ہیں۔ تو
جنہوں نے فرمانبرداری اختیار کی۔ انہوں نے سیدھا
رستہ ڈھونڈ نکالا۔ اور جنہوں نے سرتابی کی وہ آخر کار
دوزخ کے کندے بن گئے۔ اور یہ کہ اگر وہ سیدھے رستے
پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کرتے۔
تاکہ اس کی نعمت میں ان کا امتحان کریں۔ اور جو شخص اپنے
پروردگار کی یاد سے روگردانی کریگا۔ تو وہ اس کو عذاب
سخت میں لے جا داخل کریگا۔ اور مسجدیں تو خدا ہی کے لئے
ہیں۔ تو خدا کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اور جب بندۂ (۷۷)
خدا۔ خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے۔ تو لوگ اس کے
گرد گھیرے آتے ہیں۔ اور قریب ہے کہ اس کو چٹ جائیں۔ کہ
پیغمبر ان سے کہو کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت
کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں گردانتا۔ کہ پیغمبر
کہو کہ تمہارا نقصان یا فائدہ میرے اختیار میں نہیں ہے
پیغمبر۔ ان سے کہو کہ خدا کے غضب سے کوئی بھی مجھ کو پناہ
نہیں دے سکتا۔ اور نہ اس کے سوا کہیں مجھے ٹھکانا مل سکتا
ہے۔ میرا بچاؤ تو اسی میں ہے کہ خدا کی طرف سے جو حکم آیا
ہے۔ لوگوں کو پہنچا دوں۔ اور اس کے پیغام سب کو سنا دوں
اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریگا۔ تو کچھ
شک نہیں کہ آخر کار اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ
لوگ سدا کو اور ہمیشہ ہمیشہ رہینگے۔ مگر کافر تو اس وقت تک

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۱)

ان باتوں کو ماننے والے نہیں۔ جب تک اس عذاب کو نہ دیکھ لیں۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت ان کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ کس کے مددگار بودے ہیں اور کس کا جتھا شمار میں کم ہے۔

قَاسِطُوْنَ سے مراد ظالم لوگ ہیں۔ جب کوئی عدل کرے تو عرب والے کہتے ہیں۔ اَقْسَطَ (انصاف کیا) اور جب ظلم وجور کا ارتکاب کرے تو کہتے ہیں۔ قَسَطَ (ظلم کیا)۔ مُلْتَحَدًا سے مراد ملجا ومعاذ (جائے پناہ) ہے +

پھر جس وقت جنوں نے قرآن سنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان پر ایمان لے آئے۔ یہ شہر نصیبین کے جن تھے۔ جیسا کہ صحیح میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ اور روائت کی گئی ہے کہ ان کو سورۂ رحمٰن پڑھ کر سنائی گئی۔ اور جب سنانے والے نے پڑھا:۔

فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پ ۲۷ ع ۱۱)

تو اے جنو اور آدمیو! تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت سے مکر وگے۔

تو جن کہنے لگے:۔

وَلَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَآئِكَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ۔

اے ہمارے پروردگار تیری کسی نعمت سے ہم نہیں مکرتے اور تیرے لئے سب تعریف ہے۔

جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے اور پوچھا کہ ہم اور ہمارے مویشی کیا کھائیں۔ تو فرمایا کہ جس جانور کے ذبح ہوتے وقت اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔ اس کی ہڈی جہاں کہیں تمہیں ملے تمہاری خوراک ہے۔ اور لید تمہارے گدھوں کی خوراک ہے۔ اور ہر قسم کی مینگنیاں تمہارے مویشی کا چارہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَلَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا فَاِنَّهُمَا زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ۔

ان دو چیزوں کے ساتھ (یعنی ہڈی اور گوبر کے ساتھ) استنجا نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔

یہ ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی وجوہ سے ثابت ہے۔ اور اس چیز سے استنجا کرنے

کی ممانعت کی دلیل علماء نے اسی سے لی ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ جب جنّوں اور اُن کے مویشی کی خوراک کے ساتھ استنجا کرنا منع ہے تو انسانوں اور ان کے مویشی کی خوراک اور چارے کا احترام بدرجۂ اولےٰ ضروری ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں اور جنّوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنّوں کی تسخیر بلحاظ درجہ۔ اُن کے سلیمان علیہ السلام کے تابع ہونے کے افضل ہے' سلیمان علیہ السلام کا جنوں پر تصرّف بحیثیت بادشاہ کے تھا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف خدا کے احکام سنانے کے لئے اور بحیثیت رسول کے مبعوث ہوئے ہیں۔ کیونکہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور بندہ رسول درجے میں بادشاہ نبی سے بلند تر ہوتا ہے۔ جنّوں میں سے جو کفار ہیں۔ ان کے متعلق نص اور اجماع کا یہی فیصلہ ہے کہ وہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور جو مومن ہیں ان کے متعلق جمہور کی رائے ہے کہ جنت میں داخل ہونگے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ پیغمبر جنّوں میں سے پیدا نہیں ہوئے۔ پیغمبر صرف انسانوں میں ہوئے ہیں۔ البتہ جنّوں میں نذیر (ڈرانے والے) پیدا ہوئے ہیں۔ ان مسائل کی تفصیل کا مقام دوسرا ہے۔ یہاں صرف یہ کہنا مقصود ہے۔ کہ جنّ انسانوں کے ساتھ کئی حال میں ہوتے ہیں۔ سو جب کوئی انسان جنّوں کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق حکم دے۔ ایک خدا کی عبادت اور اس کے نبی کی فرمانبرداری کی تلقین کرے۔ اور انسانوں کو بھی ایسا ہی حکم دے۔ تو وہ اللہ تعالےٰ کے افضل اولیاء میں سے ہے۔ اس حیثیت سے وہ رسول کے خلیفوں اور اس کے نائبوں میں سے ہے۔ اور جو شخص جنّوں سے مباح امور میں کام لے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص انسانوں سے مباح امور میں کام لیتا ہے۔ وہ جب ان کو واجبات (۷۸) کا حکم دے اور حرام کاموں سے منع کرے اور ان امور میں اُن سے کام لے جو کہ اس کیلئے مباح ہیں۔ تو بمنزلہ ان بادشاہوں کے ہے جو ایسا کیا کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے تو زیادہ سے زیادہ وہ ولایت عامّہ کے درجے میں ہو سکتا ہے۔ اور اس کی خواص اولیاء کے ساتھ بلحاظ مرتبہ وہی نسبت ہوتی ہے جیسی بادشاہ نبی کو بندہ رسول کے ساتھ۔ اور جیسی سلیمان و یوسف علیہما السلام کو ابراہیم

موسےٰ ۔ عیسےٰ اور محمد صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہٗ علیہم کے ساتھ ہو سکتی ہے ۔ اور جو شخص جنّوں سے ان امور میں کام لے ۔ جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول نے منع کر دئے ہیں مثلاً شرک قتل بے گناہ ۔ یا قتل نہ ہو تعدی ہو یعنی بے گناہ آدمی کو بیمار کر ڈالنا ۔ یا اس کے علم پر نسیان غالب کر دینا ۔ یا اس کے سوا کوئی اور ظلم کرنا ۔ یا جو شخص جنّوں سے بے حیائی کے کام میں مدد لے ۔ مثلاً جس سے بے حیائی کا ارادہ ہو اس کو کھینچ لانا ۔ تو اس شخص نے اثم و عدوان پر مدد لی ہے ، پھر اگر وہ کفر پر ان سے استعانت کرے تو وہ کافر ہے ۔ اور اگر وہ ان سے معاصی میں استعانت کرے تو وہ عاصی ہے ۔ خواہ فاسق ہو یا فاسق نہ ہو صرف مُذنب ہو ۔ اگر وہ شریعت سے کامل طور پر واقف نہ ہو ۔ اور ان سے ان چیزوں میں مدد مانگے جنہیں وہ کرامات خیال کرتا ہے ۔ مثلاً یہ کہ حج کے لئے مدد مانگے ۔ یا یہ کہ سماع بدعی کے وقت وہ اسے اڑا لے جائیں ۔ یا یہ کہ اسے اٹھا کر عرفات پر لے جائیں ۔ اور وہ شرعی حج نہ کرے ۔ جس کا حکم اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول نے فرمایا ہے ۔ اور یہ کہ اسے ایک شہر سے دوسرے شہر تک اٹھا کر لے جائیں وعلیٰ ہذا القیاس تو یہ شخص دھوکے میں ہے ۔ اور جنّ و شیاطین اس کے ساتھ مکر کرتے ہیں ان لوگوں میں بہتیرے ایسے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ یہ جنّوں کے کام ہیں ۔ بلکہ یہ سن کر کہ اولیاء اللہ کو وہ کرامات حاصل ہوتی ہیں جو خوارق عادت ہوں ۔ لیکن وہ علم قرآن و حقائق ایمان سے اسقدر بہرہ ور نہیں ہوتے کہ کرامات رحمانی اور تلبیسات شیطانی کے درمیان فرق کر سکیں ۔ تو اس طرح کے فریب خوردہ آدمی کے ساتھ اس کے اعتقاد کے مطابق مکر کرتے ہیں ۔ اگر ستاروں اور بتوں کا پوجنے والا مشرک ہو تو اسے یہ وہم دلاتے ہیں کہ اسے اس پوجا سے فائدہ پہنچتا ہے ۔ اس کی نیّت تو یہ ہوتی ہے ۔ کہ جس فرشتے یا نبی یا شیخ صالح کی صورت پر اس بت کی صورت بنائی گئی ہے ۔ وہ اس کی سفارش کرے یا اس کا وسیلہ بنے ۔ اور اپنے خیال میں پوجا بھی اس نبی یا نیک آدمی کی کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ شیطان کا پجاری ہوتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ | اور لوگو اس دن کو پیش نظر رکھو ۔ جب کہ خدا سب

يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۔ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۔

(پ ۲۲ ع ۱۱)

لوگوں کو جمع کریگا ۔ اور جمع کئے پیچھے فرشتوں سے پوچھیگا کہ کیا یہ آدم زاد تمہاری ہی پرستش کیا کرتے تھے ؟ وہ عرض کرینگے کہ خدایا تو پاک ہے ۔ ہم کو تجھ سے سروکار ہے نہ ان سے ۔ ہماری نہیں بلکہ یہ لوگ حقیقت میں شیاطین کی پرستش کیا کرتے تھے ۔ ان میں سے اکثر انہی کے معتقد تھے ۔

اس لئے جو لوگ سورج ۔ چاند اور ستاروں کے آگے سجدہ کرتے ہیں ، اور نیت ان کی انہیں کے آگے سجدہ کرنے کی ہوتی ہے ۔ لیکن سجدے کے وقت شیطان اُن کا قارن ہو جاتا ہے ۔ تاکہ ان کا سجدہ اس کے آگے ہو ۔ اسی لئے شیطان اس شخص کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس سے مشرک حاجتیں مانگتے ہیں ۔ اگر پجاری نصرانی ہو اور جرجس یا کسی اور سے حاجت مانگے ۔ تو شیطان جرجس یا کسی اور کی صورت میں جس سے مدد مانگی گئی ہو ظاہر ہوتا ہے ۔ اور اگر پجاری نسبت کا مسلمان ہو ۔ اور وہ مسلمان شیوخ میں سے کسی شیخ سے جس کے متعلق اسے حسن ظن ہو حاجت مانگے (۷۹) تو شیطان اس شیخ کی صورت میں آتا ہے ۔ اور اگر پجاری ہند کے مشرکین میں سے ہو ۔ تو شیطان اس شخص کی صورت بنا کر آتا ہے جسکی وہ مشرک تعظیم کرتا ہو ۔ پھر اگر وہ شیخ جس سے مدد مانگی جاتی ہے ۔ شریعت کا واقف ہو تو شیطان اسے یہ خبر نہیں دیتا کہ وہ مدد مانگنے والوں کے پاس اسکی صورت اختیار کر کے گیا ہے ۔ اور اگر وہ شیخ شریعت سے بے خبر ہو تو شیطان اُن کے اقوال کو اس کے پاس لاتا ہے ۔ اور اس کا جواب ان کے پاس لاتا ہے تو لوگ خیال کرتے ہیں کہ شیخ نے ان کی آواز دور سے سُن کر ان کا جواب دیا ہے حالانکہ وہ شیطان کی وساطت سے ہوتا ہے ایک شیخ نے بتایا جس کو اس قسم کے کشف اور جنوں سے مخالطت کا سابقہ پڑتا تھا کہ بعض وقت جن مجھے پانی اور شیشہ جیسی شفاف اور چمکدار ایسی چیز بنا کر دکھاتا ہے کہ جو دوسروں کو بتائی جاسکے چنانچہ میں نے اسی بنا پر ایسی

خبریں دے دیتا ہوں۔ وہ میرے پاس میرے ان دوستوں کی باتیں لاتے ہیں۔ جو مجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ میں ان کو جواب دیتا ہوں۔ تو میرا جواب اُن تک پہنچا دیتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ناواقف آدمی شیوخ اہل خوارق کو جھٹلا کر یہ کہتے ہیں کہ تم یہ سب کچھ بطورِ حیلہ کرتے ہو۔ جس طرح ابرق سفید نارنگی کے چھلکوں اور مینڈکوں کے تیل وغیرہ حیَل طبیعی سے بعض لوگ آگ میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ ان کو نہیں جلاتی۔ اس پر شیوخ مذکورہ حیران ہو کر کہتے ہیں کہ واللہ ہمیں ان حیلوں کی کوئی خبر ہی نہیں۔ اور جب کوئی باخبر آدمی ان سے کہتا ہے کہ آپ لوگ اس معاملہ میں سچ کہتے ہیں۔ لیکن یہ احوال شیطانی ہیں۔ اس پر ان شیوخ میں سے بعض اس کا اقرار کر لیتے ہیں۔ اور جب ان پر حق واضح ہو جاتا ہے اور کئی وجوہ سے انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حالات شیطانی ہیں۔ اور وہ دیکھ بھی لیتے ہیں کہ ان کا تاروپود ہی شیطانی ہے۔ اور جب ان پر یہ حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ ان خوارق کے اسباب حصول وہ بدعات ہیں جو شرعاً مذموم اور ان کے ظہور کا وقت وہ ہے جس میں گناہوں کا بازار گرم ہو۔ نہ کہ ان شرعی عبادتوں کا جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں۔ تو اس وقت انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ وہ مخارق ہیں جو شیطان اپنے اولیاء کے لئے تیار کرتا ہے۔ نہ کہ وہ کرامات جن سے خدائے رحمان اپنے اولیاء کو سرفراز فرماتا ہے۔ اور جنہیں اللہ نے توفیق دی ہوتی ہے وہ تائب بھی ہو جاتے ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ رُسُلِہٖ وَاَنْبِیَائِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَنْصَارِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ وَخُلَفَائِہٖ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا تَسْتَوْجِبُ بِھِمَا شَفَاعَتَہٗ

اٰمین

برائٹ پریس لاہور